

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 891581

Accession No. 11530

Author

Title

Checked 1975

This book should be returned on or before the date last marked below.

12		
----	--	--

ملک العزیز اور واجنا

جبین

اسلامی شان و شوکت اور دینی جوش کے منظر نمونے نظر آئے ہیں

مفت

مولوی محمد علی صاحب شریک خاں صاحب شریک خاں صاحب
دلکش بدر القسایوسف و نجیب تصور مونسہ مترجم درگیش سندنی وغیرہ

حب فرمائش

بالوہرچرن داس صاحب بھارگوں بھارگوں اسکول بک ڈپو میز ۱۵/۱۶

ایین آباد پارک لکھنؤ

بحفظ حقوق بارچام

باہتمام کیسری داس سیٹھ پرنٹرز

مطبع منشی نولکش لکھنؤ میں چھپا

۱۹۲۲ء



لڑائی

پنجشنبہ - ۴ جمادی الثانی ۱۲۵۵ھ کو اندازاً آئین بچے دن کے ایک مختصر فوج اس شہر پر جاری ہی ہونا مرگ سے عکس کو گئی ہو چونکہ دن کم رہ گیا ہی ہوجہ سے یہ فوج اپنی رفتار کو رفتہ رفتہ تیز کرتی جاتی ہی بیڑائی گھاٹیاں جو الجھاؤ ہے دیکر رہ نور و نور راہ پر لاتی ہیں ان بڑھے جانیو اسے سپاہیوں کی نظر کو ادھر ادھر کی نیچی اونچی پہاڑیوں کا عمدہ تماشا دکھاتی جاتی ہیں ان لوگوں کے بڑھے ہوئے حوصلہ اور خوش بین آئے ہوئے و لوگ بتا رہے ہیں کہ جس کام کو یہ جا رہے ہیں وہ کوئی بھلی چیز ہے کیونکہ عموماً سپاہیوں کے لیے اس سے زیادہ خوشی بھی نہیں ہو سکتی کہ جان فروشی کا امتحان لیا جائے اور دشمن کے مقابلے کو رو دینے کیلئے جانیں اندازاً یہ وہ سو سو افراد کا گروہ ہوگا جس میں اکثر مصری اور کچھ ترک اور کچھ عربی جوان شامل ہیں چونکہ راستہ تنگ اور اسوجہ سے یہ لوگ ڈوڈو سواری کی ایک ایک قطار میں ہر گئے ہیں جو اکثر تو برابر رہتی ہوں اور بعض اوقات نشیب و فراز کے علاوہ زمین پرٹنے سے درجہ برہم ہو جاتی ہوں اگرچہ کوئی

ملک شام میں یہ چھوٹا سا شاہ شدہ شہر ہے اس پر یورپائیوں نے قبضہ کر لیا تھا حضرت عیسیٰ اور انکی والدہ ماجدہ مریم اور حضرت مریم کے شوہر بخاری زید کی کا بہت حصہ مصر سے واپس آکر اسی شہر میں گذر رہا ہے اس زمانہ میں بہت آباد تھا یہ شہر عکس کا ساحل بحر روم سے اندازاً اسی میل ہوگا انگریزی میں اسے نماز قہ کہتے ہیں یہ ملک شام کے ان شہروں میں ہے جو ساحل پر واقع ہیں -
یہ شہر ارض مقدس کا ایک عمدہ بندر ہے اسے انگریز لوگ ایک کہتے ہیں -

خاص وروی زمین ہر اور مختلف رنگ کی عبا میں ہر ہر سپاہی کو جدا جدا ثابت کر رہی ہیں اور باعتبار وضع کے اس مختصر فوج پر وہ رعب و جلال نہیں برتا جو موجودہ زمانہ کی باضابطہ فوجوں سے عیان ہوا کرتا ہے تاہم ان لوگوں کے عربی شاندار اور منہ زور گھوڑے ان کے بڑے بڑے عمامے۔ انکی قبائوں کے ہوا میں اڑتے ہوئے دامن جو رنگ برنگ کی فوجی خوشنما جھنڈوں کا کام دیرے ہیں۔

انکی نیچی اور نورانی دائرہ بیان۔ انکے لمبے لمبے برچھے جو کسی وقت تنگ گھاٹیوں سے نکلا کر سہ پہر کے آفتاب کی کرنوں میں چمکنے لگتے ہیں۔ کچھ کم وقعت نہیں دکھاتے۔ باوجودیکہ ہر ایک کا لباس باعتبار رنگ کے جدا گانہ ہے مگر ان سب کی وضع میں ایک قسم کا شرعی تناسب ہے جس سے ان لوگوں کے اتفاق اور باہمی ہمدردی اور ربط و ضبط کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ عمامے سروں پر ہیں۔ قبائیں سب کی نیچی کہیں۔ برچھے سب کے لمبے ہیں۔ پیٹ ہر ایک کی کمر پیکسی ہوئی ہے۔

دھوپ کا آجلابین مانند پڑنے لگا۔ وہ سنگستانی پہاڑیان جو چاروں طرف ان فوجی مسافروں کو بھلاوے دیر سی تھیں انہر ایک قسم کا دعویٰ بھی نمودار ہونے لگا۔ تاریکی بھی نہ کسی قدر غالب آگئی اور اسکو بہتانی مقام میں ان لوگوں میں کیس قدر تشویش پیدا ہوگئی لڑائی کے شوق میں انکی صورتوں سے حسرت عیان تھی۔ لیکن انکے سنگتہ چہرے دن کے اختتام اور وقت کے تنگ ہو جانے سے افسردہ ہونے لگے۔ اسوقت پھول تر وازہ ہو جاتے ہیں کلیان کھیلنے لگتی ہیں۔ چڑیوں کے چیمہانے کا یہی وقت ہے۔ مگر انہر کچھ ایسی تاہم یہی سی طاری ہوئی کہ کسی دل شکستہ عاشق کی طرح خود بخود مرجھا جائے ہیں۔ کوئی پیر نہ اپنی معمولی شام کے جوش میں جلا اٹھتا ہو اور اسکی آواز پہاڑوں میں گونجتی ہوئی اسے قانون میں پہنچتی ہے۔ اور یہ شام ہونے کا خیال کر کے آویزہ جو اس ہو جاتے ہیں۔

اب اسوقت یہ لوگ نہایت تنگ اور دشوار گزار درون میں ہیں۔

بڑے بڑے پہاڑ جنکی سنگی سطح پر خاک بھی اپنا سفید رنگ میلارنگ نہیں پھرنے پائی ہے کالے کالے قوی ہیکل اور مہیب دیوؤں کی طرح انھیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ تاریکی اور بھی زیادہ غالب آگئی ہے۔ سربراہان کا سیکندر حصہ کھلا ہوا نظر آ رہا ہے اگرچہ اسکا رنگ ہنوز میلا نہیں ہونے پایا ہے مگر زیادہ تر ہوا ہوتی جاتی ہے

تھوڑی دیر کے بعد یہ سنگستانی سلسلہ تمام ہو گیا اور جماعت ایسے کھلے میدان میں پہنچی جہاں آفتاب کی روشنی اگرچہ بھگی ہو گئی لیکن اپنا پورا پورا اثر ڈال سکتی تھی پہلا خیال غلط ٹھہرا اور معلوم ہو گیا کہ جس مقام پر جانا جو وہاں رات سے پہلے ہی موعجہ جانیٹکے۔ ایک خوشرو جوان جو اس چھوٹی ٹنچ کے آگے جا رہا ہے اسے سب میدان میں پہنچ کر بہت خوش ہوا اس کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے یقین بالکل کامیاب اور بہرامداد تصور کرتا ہے اس نوجوان نے یہاں کھلے میدان میں چاروں طرف نظر ڈالی تو کہ دور پر کچھ پہاڑ باریان نظر آتی تھیں اور گلاب بھی نگاہ کو زمین کے سطح تک پہنچے تھے۔ اسے دور تک جانیٹکی اجازت نہ ملتی تھی مگر یہ حالت بھی کیفیت سے خالی نہ تھی۔

ان دور کی پہاڑیوں کو دیکھتے دیکھتے یکا یک ایک قلعہ کو غور سے دیکھنے لگا۔ اس پہاڑی پر کچھ آبادی نظر آتی تھی اور اس کے دامن میں ہمارے بہادر سپاہیوں کے رکھڑے قریب ہی کچھ ٹوٹے پھوٹے قدیم عظمت یاد دلانے والے شکستہ آثار دکھائی دیے جنکے پاس ہی چند کنوئیں تھیں اور اس عمارت کے آس پاس آباد ہونے والے غریبوں میں کچھ غورین کھڑی پانی پھر رہی تھیں ان کنوئیں کی صورت نظر آتے ہی نوجوان نے پلٹ کر اپنے ساتھ والوں سے کہا ہمارے گھوڑے تھک گئے ہیں۔ اس دشوار راستے میں بہت تکلیف ہوئی تو آؤ کنوئیں چلے اپنے گھوڑوں کو پانی پلائیں۔ ایک سوار بولا۔ مگر گھوڑے ہو گئی ہے۔ ایسا نوک سفر اور محنت بیکار ہو جائے۔

نوجوان۔ اوہ اسکی تو ہمیں کچھ فکر نہیں۔ اگرچہ دیر ہو جائیگا مجھے بھی اندیشہ تھا مگر اب نہیں ہی۔ ہم ہر طرح اپنے دشمنوں پر فتح پائیں گے۔ ہم خدا کا کام کر رہے ہیں وہی ہماری دگرگیا رات روز شنی کو مٹا سکتی ہے مگر ہماری جرأت اور بہادری کو نہیں مٹا سکتی۔

سوار۔ بیشک ہمیں خدا کے وعدوں اور اپنے سردار کی بہادری پر پورا بھروسہ ہو مگر رات ہو گئی تو کسی قدر وقت ضرور ہوگی۔

نوجوان۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ مگر میں نہیں چاہتا کہ اپنے اس مصیبت شریک کو راتا کہہ کے جھکا اور گھوڑے کی گردن پر پیار سے ہاتھ مارا جس سے ایک آواز نکلی کہ تکلیف دون یہ میرا شہر دل دوست اس مقام پر کام آتا ہے جہاں اپنے پرانے ہو جاتے ہیں نہیں میں ضرور۔ پانی پلاؤنگا اتنا کہ اور سرگ چھوڑ کر بائیں ہاتھ کی طرف باگ موڑ دی۔

یہ نوجوان نہایت حسین اور خوشرو جوان ہے۔ عمر اکیس بائیس سے زیادہ ہوگی۔ دائرہ فی
ابھی تک نکل نہیں چکی ہو۔ دونوں جانب رخساروں پر کچھ نرم اور خوشنما بال لگی آئے ہیں
جو بوجہ اسکے کہ ابھی تک محاسن پر سترہ نہیں لگا ہوا ایک فطری جبریل نرمی اور ملائمت کی
خبر دہ رہی ہیں بارغ حسن کا خورد و سبزہ زیادہ زمانہ گزر جانے سے سیاہی مارنے لگا ہوا اسکے
دلفریب چہرے کو یورپ والوں کی طرح پھیکے گورے پن نے اپنے بے مزہ رنگا سینہ نہیں رنگا
ہے بلکہ ایک پختگی اور ملاحظت پائی جاتی ہے جسکی قدر بھی کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو
خود بھی حسین ہوں۔ اسکا خوبصورت اور دریا چہرہ بالکل ترکی و نفع کا ہے۔
ترکوں کا حسن مشرقی حصہ دنیا میں بہت مشہور ہے مگر اس نوجوان کی صورت میں کوئی
ایسی بات پائی جاتی ہے جسکی وجہ سے ترک لوگ بھی اسے حیرت کی نظر سے دیکھا کرتے
ہیں کشادہ پیشانی۔ اونچی اور سوتوان ناک۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں نازک ہونٹھ چکنے
اور صاف گلابی رخسارے بھرا بھرا بغضہ۔ اور ان سب پر بھی بھر جانے والے کچھ کچھ
چمکدار کالے کالے بال یہ ایسی چیزیں ہیں کہ کسی نوجوان کے حسن کو عالم فریب بنانے کے لیے
کافی ہیں۔ قدر پورا ہے مگر اسی کے تناسب کی خوشنما جوڑان اور بھرے بھرے قوسے
ہاتھ پاتوں اس حسن کو زنائے حسن سے کسی قدر ترجیح کے ساتھ جدا کر رہی ہیں۔ تمام اعضا کی
مجموعی بناوٹ اسکا تناسب اور ان سب باتوں کے ساتھ اسکے چہرہ کی متانت و سنجیدگی
پھر اسی سنجیدگی کے ساتھ ملا ہوا نوجوان کا رعب و ادب سب کے ملکہ کچھ ایسی دلبری
پیدا کر لی ہو کہ ہر حسن پرست خصوصاً وہ حسین و شیرازہ کی جیسے اور جسکے مان باب کو
اُس کے حسن پر غور کرتے چودہ برس گزر گئے ہوں یہ پیش نظر و بظاہر صورت دیکھ کر کبھی
اپنے دل پر قابو نہیں رکھ سکتی۔

یہ نوجوان اپنی صورت و شکل ہی کے اعتبار سے نظر فریب نہیں ہو بلکہ اسکی وضع بھی دلبری کا
ایک عجیب عالم دکھا رہی ہے۔ سر پر فوادری چٹکتا ہوا خود ہوا اور اُس پر سفید رنگ کا بڑا سا حاشہ
بندھا ہوا جو چین سے شہر مرغ کے پر کی ایک کلفی لٹکی ہوئی ہو اور دیکھنے والوں کو بتا رہی ہو کہ یہ
نوجوان کوئی معزز حیثیت رکھتا ہو بدن پر نیچے لوہی کی کٹاؤنی جالدار زدہ ہو اور اُس پر عورتی
نیلے دھاری دار حریر کی کھٹان ہو۔ کہ مگر نہایت نرم اور گدگدے چہرے کی پیش کسی ہوئی ہو
جسکی تقرری و ادب پر سبہری کام بناتے۔ وہی مردانہ کے شانے سے مگر تک ایک اور قسم

یا تو اسلام کے پٹے زبردست مجاہدون نے یہاں قیام کیا ہوگا۔ یا آج ہم اپنے مبارک گھوڑوں کو بانی پارہے ہیں۔ واقعی یہ گاؤں بہت عمدہ موقعہ پر واقع ہے۔ یہ کہہ کے گاؤں کی طرف نظر اٹھائے دیکھا۔

گاؤں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع تھا سنگی شکستہ عمارتوں کی ملی ملی دیواریں اور بوسیدہ چھتیں محرابدار اور مربع دیوار سے دور کے سین بن ایک عمدہ اور مؤثر کیفیت پیدا کر رہے تھے اس بلند گاؤں کی عمارتوں سے دھواں اٹھ رہا تھا نوجوان پُرانی عمارتوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ کوئی ترکی شخص پہاڑی سے اترتا نظر آیا یہ شخص ایک بدحواسی کے عالم میں ٹھوکرین کھاتا ہوا اوپر سے اتر رہا تھا۔ یہ شخص آیا اور نوجوان کے قریب پہنچتے ہی گر پڑا اور چلا چلا کے رونے لگا۔

نوجوان۔ تم کون ہو اور اس قدر سبقت کیوں ہو۔
شخص۔ میں ایک ضعیف العمر ترک ہوں۔ ہاے یہ عمر طے بھڑتے اور ملک و قوم کے لیے سینہ سپر ہوتے ہی گزری ہے۔ مگر اس بڑھاپے میں جو صدمہ گزرا ہو خدا کسی مسلمان کو نہ پہنچائے ہاے میں تباہ ہو گیا۔

نوجوان۔ (خندہ کی گوش میں بیتاب ہو کر) آخر کو تو کیا ہوا۔
ترک۔ میرا گھر بار سب لٹ گیا۔ میرے بال بچے قتل ہو گئے اب میں زندہ رہ گیا کرونگا زندگی و بال ہو شوق عالم میں میرا مکان تھا کل صبح تک ہم بالکل محفوظ و خطر تھے مگر ہاے دوپہر کے قریب فرخیوں کے ایک گروہ نے اسپر قبضہ کر لیا اور تمام زن و مردہ تیغ ہو گئے ہاے کوئی نہ بچا اور شاید کوئی بچا ہو مگر بزدل و اقارب تو سب مار ڈالے گئے ظالموں نے کسی کو نہ چھوڑا۔ اے سردار آب ابھی میرا بدلہ لے سکتے ہیں۔

نوجوان۔ ہاں ہاں میں اسی لیے آیا ہوں۔ افسوس تھا کہ عزمین تو نہیں لے سکتے

لے یہ گاؤں گلے زمانہ میں بہت آباد تھا اب ہمیں شرافتی سنگی عمارتیں ہوئی اس گاؤں کی قطع بالکل قلعہ کی سی ہے۔ اور کیا عجیب ہو کہ کسی زمانہ میں قلعہ ہو دور سے یہ گاؤں بڑا شاندار معلوم ہوتا ہے۔
اسی قلعہ سے لفظ فرنگ نکلا ہے اس سے مراد فرنگی ہے۔ گویا اس زمانہ میں تمام دوریت لوگوں کو افرنجی کہتے تھے۔ کسی وجہ سے اب بھی مالاک فرنگستان سے مراد یورپ لگاتی ہے۔

مگر اس تلوار سے (قبضے پر ہاتھ لیجا کر) مین ہزاروں فرنجیوں کو خون میں نہلا دوں گا۔
ترک۔ مگر آپ کیا کر سکیں گے۔ انکی فوج بہت ہے۔ دو ہزار سے کم نہونگے
ہاے خدا ہی میرا بدلہ لے گا۔

نوجوان۔ تم ایک تجربہ کار ترک ہو کر ایسی بات کہتے ہو! ہکوا انکی زیادتی کی کوئی
پردہ نہیں کیا وہ لوگ عرب کی تلوار اور ترکوں کی جرأت بھول جائیں گے؟ نہیں
جیتک میری تلواروں کا کام نہ تمام کرے نہ بھولیں گے۔

ترک۔ حضرت وہ بڑے ظالم بڑے جلاد ہیں۔ انہیں کہیں نام کو رحم نہیں اُنکے
بڑے سردار نے سلطان صلاح الدین کے ساتھیوں کو دکھا دکھا کر دو ہزار سات سو
ترکوں کے سر کاٹ کے پھینک دیے۔

نوجوان۔ (غضبناک ہو کر) یہ کب۔

ترک۔ اسے ابھی چار ہی روز تو ہوئے۔

نوجوان۔ سلطان سے یہ ہوسکا۔ مین تو اپنی اور ان ظالموں کی جان ایک کر دیتا۔
اب اُن لوگوں کا ظلم حد سے گزرتا جاتا ہی مین دیکھتا ہوں مجھے تھوڑے نہیں ہزاروں
مسلمانوں کے خون کا بدلہ لینا ہی۔ کون مسلمان۔ جسکا ایک ایک رویا خدا کو ساری دنیا
کے کافروں سے زیادہ عزیز ہے۔ دیکھو۔ مین افرنچی بزدلوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں
اور افرنچی کے خون کو کس ذلت سے زمین پر گراتا ہوں۔ اب مجھ مین ہمبر کی تاب نہیں
باقی ہے مین مرونگا یا سب کو بارڈالوں گا۔

اسوقت نوجوان کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا۔ وہ غضبناک ہو ہر چاروں طرف
دیکھتا تھا مگر کوئی نہ ملتا تھا جسے مار ڈالے۔ چہرہ سرخ ہو گیا اور آنکھوں سے شعلے
نکلنے لگے۔ جب یہ حالت برداشت نہ ہو سکی تو زور سے چلا کے پوچھا یہ سب لوگ
گھوڑوں کو پانی پلا چکے۔

کسی آواز مین۔ بان صاحب پلا چکے۔

اتنا سنتے ہی نوجوان نے تلوار میان سے کھینچ لی اور بوڑھے ترک کی طعن دیکھ کر
ایک پرجوش لہجے مین کہا۔ اب یہ تلوار تمہارے فرزندوں اور ہر مسلمان بھائی کے خون کا
بدلہ لے گی اور اگر ایسا نہیں ہو تو مجھے قتل کر دے گا مین جانکی میں اب مجھے زیادہ کہنے کی

تاب نہیں۔ اتنا کہا۔ اور گھوڑے کو اڑتا کے باگ ڈھیلی کر دی۔ سب سوار اس کے پیچھے ہو گئے اور یہ سب لوگ گھوڑوں کو سپرٹ دوڑاتے شال کی طرف روانہ ہوئے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے ایک تیرہ و تار گرداؤ تھی۔ جہین سے نوجوان اور سب سواروں کے برچھے کے پھل نمایاں تھے۔

شام کی دھوپ ان اسلحہ پر جو سواروں کی تیر زوی سے حرکت کرتے جاتے تھے پہلو بدل بدل کر ترتیب رہی تھی۔ یہ سوار اس میدان میں فراسے بھرتے چلے جاتے تھے اور نوجوان برچھے کی زرد جھنڈی ہوا میں نہایت تیزی سے لہرا رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں شوق عامر کی ہاڑی نگاہ کے سامنے تھی یہ لوگ دامن کوہ میں نہ ٹھہرے بلکہ بلا تاہل چڑھنے لگے۔ تاکہ غنیم کو خبر بھی نہوار گاؤں پر قبضہ کر لیں۔ شوق عامر پر اہل یورپ قبضہ کر چکے تھے۔ انھوں نے اس گاؤں کی تمام رعایا کو قتل کر ڈالا تھا۔ عورتوں کی بے آبروئی بچوں کا مان کی گود میں قتل ہونا کوئی بات اٹھ نہ رہی تھی۔ یورپ میں گروہ کے جو لوگ شہر کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔ اس نئی فوج کو اپنی طرف آنے دیکھ کر متروک ہوئے مگر جب مصری جھنڈے پر ان کی نظر پڑی تو بیک کے اپنے افسر کو خبر کی۔

فوراً فوجی تقارہ بجایا گیا۔ اور قبل اس کے کہ بہادر مسلمان ہاڑی کی نصف بلندی بھی طے کرنے پائیں یورپ والے ان کے مقابلہ کو تیار ہو گئے۔ تین ہزار مسیحی جوان جن میں فرانس۔ انگلینڈ۔ اسکاٹ لینڈ وغیرہ کے اطراف کے لوگ تھے اس جھنڈے کے نیچے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جس پر ہولی کراس چمک رہی تھی۔ تقارے کی آواز ہاڑی کی چوٹی پر گونج رہی تھی۔ اور دین عیسوی کے نشانوں کے جھنڈے ہوا میں لہرا رہے تھے ہر جوان کے دل میں ایک جوش بھرا ہوا تھا جو چہروں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ ڈی ڈی آرل آف ڈربی جو انگلستان والوں میں نہایت سربر آوردہ تھا۔ یہ پر جوش فوج اسی کے کمان میں تھی۔ آرل آف ڈربی ہولی کراس کو بلند کیے ہوئے فوج کے آگے بڑھا تھا۔ یہ بڑا جنگ آزمودہ اور بہادر جنرل تھا۔ نہایت وزنی زرہ زیب تن تھی جسے ایک سیاہ

لے صلیب مقدس۔

لے انگلستان سے جو لوگ بیت المقدس کی لڑائی پر چرڈ کے ساتھ آئے تھے ان سے یہ ایک نامور شخص تھا اور اسی گاؤں کے قریب مارا گیا۔

کرتے میں چھپائے ہوئے تھا۔ اگرچہ زرہ میں شانوں کیسینوں اور جسم کے تمام جوڑوں کے پاس نوپے کی تغلیان لگی ہوئی تھیں مگر ہاتھ یا نون بوجھ کے بارے بہ مشکل حرکت کر سکتے تھے سر پر بھاری اور بدور خود قریب شام کے آفتاب کی کرنوں میں چمک رہا تھا جسمین گردن کی حفاظت کے لیے ایک نوپے کا ملین جال لگا ہوا تھا جو شانوں اور پیٹھ پر پڑا ہوا تھا۔ پیٹھ پر نوپے کی مثلث قطع کی ڈھال تھی۔

ارل آف ڈربن ایک مسن آدمی تھا صورت کسے دیتی تھی کہ اسکے متین اور باضابطہ چہرے نے اندون ویرپ کی روزر وز کی باہمی لڑائیوں اور خانہ جنگیوں میں بہت تجربہ اٹھایا ہو گا۔ یونانی کینٹے کا چہرہ تھا آنکھیں بڑی بڑی اور کشادہ ناک کشادہ اور کسی قدر آگے جھکی ہوئی اور کچھ بدور پیشانی کشادہ اور خوب بھیلی ہوئی ٹھڈی چھوٹی تھی اور ذرا اونسی اور کمر کو ابھی سوئی بال بڑے بڑے مگر نظر نہ آتے تھے۔ دائرہ منڈی ہوئی۔ لمبی لمبی اور تھنی مٹھکھین ادھر ادھر کا نون پر اڑ رہی تھیں۔

اس جنگ آزمودہ ویرپین نے گھوڑا آگے بڑھا کر جھنڈے کو جسمین مقدس صلیب لگی ہوئی تھی حرکت دی اور اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا "اے اس ہوئی کر لڑ جان دینے والو۔ ہاں تمہارا باپ اس آسمان سے دیکھ رہا ہو کہ تم نے اس کے کام کے لیے کس طرح جانیں ہتیلیوں پرے لی ہیں۔ اُس کا بیٹا تمہاری نجات کے لیے سولی پر چڑھ گیا۔ خدا کا بیٹا اپنا دین تمہاری حفاظت میں دے گیا اور تم نے اپنے تئیں اس مقدس اور مبارک دین کا خادم بنالیا ہو۔ اسی خدمت میں تم نے وطن کو چھوڑا۔ تم گھر سے جدا ہوئے۔ ہاں بہنوں کو روتا چھوڑ آئے۔ سفر کی تکلیفیں اٹھائیں۔ جان دینے یا مسیحی مذہب کی حمایت کے لیے ہر گرم سر زمین پر آئے کون زمین جسمین خدا نے بڑے بڑے پیغمبر بھیجے جسمین خدا کے بیٹے نے انسان کی شکل اختیار کی تھی۔ یہ کہ اس اُسی کی یادگار ہے جو تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔

(پھر نشان کو حرکت دی) تم اسی کے بچائے ہوئے ہو۔ یہ لوگ ہوا آری میں تمہارے دشمن نہیں اسی کے دشمن ہیں (آواز آئی ضرور بچائیں گے) ضرور بچاؤ۔ تمہارے دشمن مگر اہل ایمان ہیں۔ ظالم ہیں۔ ناحدا ترس ہیں۔ بس چلنے پر تمہارے کہ اس کو وہ اونہ ہمارے دین کے دشمنین تہ تیغ کرینگے۔ تمہاری عورتوں کی بے عزتی کرینگے۔ تمہارے بچوں کو غلام بنائیں گے۔

اور کیا ایسا ہوا نہیں؟ تم سیکڑوں دفعہ دیکھ چکے ہو۔ ساتھ والوں نے جوش بن کر زور سے کہا۔ ہم مرجائیں گے مگر یہ ذلت گوارا نہ ہوگی۔

آرل آف ڈربی اپنے ساتھیوں سے یہ گفتگو کر رہا تھا کہ مسلمانوں کا سردار وہی نوجوان اپنے دو سو چار سپاہیوں کو لیے ہوئے قریب پہنچ گیا۔ پہلے تو ارادہ تھا کہ بلا تامل حملہ کرے مگر یورپین لوگوں کو تیار پا کر ٹھہر گیا۔ اُسے عیسائیوں کے سامنے پہاڑی کے کشیدہ میں اپنے سواروں کی صف بندی بھی اور اپنا چھوٹا سا مسخری چھنڈا ہلا کر کہنے لگا۔ ہمارا آج تھیں بخوبی موقع ملا کہ اپنی تمثیل خارا شکاف کا جوہر دکھاؤ۔ یہ ملک کیلئے لڑائی نہیں جہاد ہے تھیں جرات کے علاوہ دینی جوش سے بھی کام لینا ہوگا۔ تھیں عرب کی بہادری اور صابہ کرام کی اولوالعزمی دکھانا پڑیگی۔ تھیں مرنیکا آرزو مند ہونا پڑے گا۔ تمہارا وجود لاشریک خدا تمہاری مدد کرے گا۔ یہ جو لوگ تمہارے ملک میں شہر کی خراب سڑک پر پھیلانے آئے ہیں کافر ہیں۔ خدا کے دشمن ہیں۔ خدا پر ہمت باندھتے ہیں۔ معاف اللہ تمہیں کو اُسکا بیٹا کہتے ہیں اور دیکھو خدا کتنا ہے لہلہ پلید و لہلہ یوں۔

پس اب ان تھیں دلت اندر کہ بھاگ کے بھی اپنی جائیں بچا سکیں ان کافروں کو اس پہاڑی پر ہی تمام کر دو۔ لے اب کوئی اگر میرے نشان کو لے میں تم سب کے پہلے میدان جنگ میں جا جاؤ۔

ایک تر کی سوار۔ صاحب اب خام ہو چکی ہے۔ اتنا وقتہ گمان کہ ہم لوگ کھڑے ہو کر آپ کی جنگجوئی کی سیر دیکھیں ہم سب کو ایک ساتھ ان کافروں پر حملہ کرنا چاہیے۔

نوجوان۔ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ بھوکا یکبارگی حملہ کر کے فرست کر لینا چاہیے۔ اچھا چلو اب مجھے ہمان ٹھہرنا سخت ناگوار ہے۔

یہ کٹر باگ ڈھیلی گردی اور دشمنوں پر قلم کر دیا۔ سب خروں نے نیزے جھکائے۔ بوجھوں کے پھل عیسائی سپاہیوں کی طرف تیر گئے۔ اور گھوڑوں کی باگ اٹھا دی۔

مسلمان نوجوان افسر بھی تلواریں ہاتھ میں لیے سب کے آگے تھا۔ اور یہ دو کا غول آڑ سے نیزے ہاتھوں میں لیے شوق عامر کی نگاہوں کے قریب پہنچا اور غلی پر پہاڑ اُٹھایا۔ عیسائیوں نے بڑی خوبصورتی اور بہادری سے ہٹ نہ سکے۔

دالے سواروں کو روکا مسلمانوں کے حملے کے ریلے میں عیسائی بہت پیچھے ہٹ گئے۔ اور شوق عامر کی تفصیل کے پاس پونچھ کر آل آف ڈربی کے سنبھالنے سے سنبھلے اور قدم جما کر بڑی دلیری سے لڑنے لگے۔ دونوں فوجیں اس قدر ملگن کہ نیزے بیکار ہو گئے اور تلوار چلنا شروع ہوئی۔ خودیوں اور زہروں پر تلواروں کے پڑنے سے جھنکار کی آواز ہر طرف سے آ رہی تھی۔

سمر کٹ کٹ کے گرتے تھے اور پھاڑی کی نشیب میں دوڑتے چٹانوں سے ٹکراتے اور لڑھکتے چلے جاتے تھے۔

عیسائیوں کا رخ جنوب کی طرف اور مسلمانوں کا شمال کی طرف تھا اور شام کے زرد آفتاب کی سنہری کرنیں مغرب کی طرف سے تلواروں اور خودوں پر چمک رہی تھیں۔ تلواریں اپنا جلا دار آئینہ آفتاب کو دکھانے میں قیامت کی شوخیان کر رہی تھیں۔ خون برابر نشیب کے مقاموں میں جتنا جاتا تھا۔

اسلحہ انسانی بدنوں پر اپنا پورا کام کر رہے تھے اور جانیں نہایت سہولت کے ساتھ نفسِ عنصری سے آزاد ہوتی جاتی تھیں مسلمانوں کا یہ ایک نچا ہوا کام ہو کہ چھانٹ چھانٹ کے افسرانِ خون کا خاتمہ کر دیا کرتے ہیں۔ غرض آفتاب ڈوبتے ڈوبتے افسروں میں سے بہت کم ایسے ہونگے جو باقی رہ گئے ہوں۔ سب نذر اجل ہو چکے تھے۔ آفتاب یہ دہشت ناک تماشہ دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا۔ اور مسلمانوں کے اقبال کی طرح قمری مہینے کی چوٹی تاریخ کا ہلال سرور نکلا۔

دیہی جانستان کام چور دو دھوپ میں ہو رہا تھا اسلحہ جلی چاندنی میں بھی ہو رہا تھا اب لڑنے لڑتے دونوں جانب کے ٹوکے ٹھکنے لگے تھے۔ مگر باوجود اسکے عیسائی لوگ دیوارِ شوق عامر کے پیچھے خوب مضبوط قائم ہو گئے تھے اور مسلمان لوگ گویا نیر پلے پڑتے تھے۔ اسلحہ اور زمین سب کی سب خون کے ارغوانی رنگ میں رنگ گئی تھیں اور لڑائی کی آگ سے نیرزوں اور تلواروں کے شعلے تیزی کے ساتھ اتر رہے تھے۔

مسلمانوں اور عیسائی دونوں جانب کسی کو نہ تھیر نہ تھکی کہ کون کس سے لڑ رہا ہے اور کون کس کی زد پر ہے ہر طرف ایک جوش تھا جو یہاں تلواریں بلیغ بلند کر رہا تھا۔

مسلمانوں کا نوجوان اسسرواقتی بڑا ہادر شخص تھا۔ اسکو اسکی ذرا بھی پروا نہ تھی

کہ دشمنوں کے کس قدر گہرے سمندر میں وہ اور اسکی فوج پیر رہی ہے۔ وہ جدھر حملہ کرتا تھا عیسائیوں کی صفیں درہم برہم کر دیتا تھا۔ اسے ہر طرف سے دشمن کی فوج کو منتشر کر دیا۔ اور اسی طرح جنگ آزما کر رہا تھا کہ

آرل آدر ڈربی کا اسکا سامنا ہو گیا۔ انگریزی سن رسیدہ افسر نے مسلمان سردار کی نوعمری اور اس جرأت کو بڑی حیرت دیکھا اور ساتھ ہی اس کے خوبصورت اور نازک چہرے پر غور کرنے لگا۔ اسکو نقش حیرت پا کر نوجوان نے اپنی تلوار کا دار کیا جسکو آرل آف ڈربی نے اس پھرتی سے اپنی مثلث ڈھیل پر لیا کہ نوجوان کو بھی حیرت ہو گئی آرل آف ڈربی نے ہنس کر ننگو فریکار زبان میں کہا۔ اب تمھیں اپنی سپہگری پر اتنا دعویٰ ہو گیا کہ پھر حملہ کرنے ہو۔ **نوجوان**۔ اسی زبان میں اکیلا تم نہیں جانتے کہ میری رگوں میں ترکی خون دوڑ رہا ہے اور اسلام نے مجھ میں عربی بہادری پیدا کر دی ہے یہ کہہ کر دوسرا اور کیا جو عیسائی کہہ بیلا کرے شانے پر بڑا مکرزہ کی وجہ سے کچھ اثر نہ کر سکا۔ آرل آف ڈربی کو بھی نہ اہت کا حصہ آگیا اسنے بھی سنبھلا کہ مسلمان پروار کرنا شروع کیے اور دونوں میں سخت لڑائی ہونے لگی لیکن مسلمان افسر باوجود کم عمری کے حقیقت میں بڑا چالاک تھا اسنے آرل آف ڈربی کے گھوڑے کو اپنے نیزے سے بالکل بکا کر دیا۔ گھوڑے نے زخمی ہونے بعد اپنے عیسائی معزز سوار کو زیادہ مہلت نہ دی۔ اسے پیٹھر پرستہ کر دیا اور چونکہ کاری زخم لگا تھا اور وقت ہمارا خود بھی گڑھا۔ گو آرل آف ڈربی کے گرتے وقت ہولی کراس بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑی تھی مگر ایسی سخت لڑائی ہو رہی تھی کہ کسی عیسائی کو اسکا خیال بھی نہوا گھوڑے سے نگر کر آرل آف ڈربی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ نوجوان ترک دشمنی طرح اس کے سر پر چاہوٹا اور بھاری گرز اٹھا کر ایسا وار کیا کہ عیسائی افسر ایسی چوٹ کھا کے گر کر پھر سنبھلنے نہ پایا۔ نوجوان نے یہ وقت غنیمت پایا اور گھوڑے کی پیٹھے سے کود کر آرل آف ڈربی کے سینہ پر چڑھ بیٹھا عیسائی سپہ سالار فوج نے اپنے قریب موت کے تین پا کر نوجوان کی طرقت حسرت کی نظر سے دیکھا اور کہا اب میں ہولی کراس کی حمایت میں جان لو دیتا ہوں

لہ یہ اس زمانہ میں ملی جلی زبان تھی جو عموماً مشرقی اور مغربی کے اختلاط سے پیدا ہوئی تھی۔

مگر اتنا تو معلوم ہو جاتا کہ میرا قاتل کون شخص ہے۔ اگر کسی معزز و فاضل و بے باور خاندان کا شخص ہوگا تو مجھے بہت بڑی خوشی ہوگی۔

نوجوان۔ اگرچہ اسپین کوئی فائدہ نہیں مگر تجھے بتائے دیتا ہوں کہ میں سلطان صلاح الدین کا بڑا بیٹا عزیز تور الدین ہوں۔

ارل آف ڈربی۔ میں ریسنگر بہت خوش ہوا کہ جسکے ہاتھ سے مارا جاتا ہوں اسکا خاندان یورپ میں بھی ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ جرمی اور بے باور مانا جاتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ صلاح الدین کے مزاج میں رحم بھی بہت ہے۔ غالباً یہ وصف تم میں بھی ہو اگر میرا یہ خیال صحیح ہو تو میری بات یاد رکھنا کہ انگلستان کا کوئی مرد یا عورت ایسی کی حالت میں لمبا نہ کرے تو اس پر رحم کرنا۔

عزیز۔ میں تمھاری نصیحتیں ضرور یاد رکھوں گا۔

یہ کلمہ شاہزادہ عزیز نے ارل آف ڈربی کا سر کاٹ کر نیز پر رکھ لیا اور کھوٹے پر سوار ہوتے ہی زور سے نعرہ اُٹھ کر بلند کر کے عیسائیوں پر حملہ کیا۔ سرنافوج کا نیزہ پر دیکھتے ہی عیسائیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور ساتھ ہی یانوں اوکھڑ گئے مسلمانوں نے بڑی جانفروشی کے ساتھ مسیحوں کا مقابلہ کیا تھا۔ اور ابھی ہوتے ملک کچھ کم جرات سے نہیں رہا ہے۔ لیکن خاتمہ یہ ہوا کہ عیسائی لوگ ایک ہزار نو سو لاشیں پہاڑی کے جنوبی پہلو پر چھوڑ کے بھاگے۔ اور مسلمانوں نے انکا تعاقب کیا۔

دوسرا باب

مجھے پھنسے!

ابتداء سے سرما کی رات ہو اور خزاں کا موسم ہے۔ رات گھٹنے سے زیادہ رات نہ آئی ہوگی تار سے کھلے ہوئے اور تین چار روز کا چاند آسمان کے مغرب کی کونے سے ڈال رہی ہے۔ چمک رہا ہے۔ ہم جس مقام کا حال بیان کر رہے ہیں وہاں اسوقت عجیب کیفیت ہے مغرب کی طرف جدھر چاند کا گورا چہرہ نظر آ رہا ہے اودھر سفید بالوں کے سکر دن ٹیلے چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی طرح کوسوں پھیلتے چلے گئے ہیں۔ بہان

یہ ناہمواری ٹیلے نہیں ہیں مگر ہائی قدرت نے سفید رنگ کی اُجلی چادر بچھا دی ہے جو ہر وقت کچی رہتی ہو اور کبھی نہیں ملی ہوتی۔ خصوصاً سوقت چاندنی دھیمی روشنی میں یہ قدرتی نیچر کے ہاتھ کا دھویا ہوا فرش کچھ ایسے روپ پر ہو کہ دیکھتے ہی دل بے اختیار ہل جاتا ہے سوا مغرب کے اور سب طرف سٹلستانی پہاڑیاں باہم ملی ہوئی ایک دوسرے اُلجھی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔ ان پہاڑیوں میں اکثر تو ایسی ہیں جن پر روئیدگی نے نظر فریب غلی فرش بچھا دیا ہو اور بڑے بڑے درخت جنھیں فصل خزان ہنوز بچوں سے اکل برہمنہ نہیں کر سکی ہے اپنی پشمر وہ اودھروپ ٹنڈیاں آزاد جنگلی طيور کے شب بسر کرنے لیے ہلائے ہوئے ہیں۔

بعض پہاڑیاں اپنی مسیحا ڈراؤنی صورت سے اس انسان زمین میں مسافروں کے لیے وحشتناک نمونہ دکھا رہی ہیں جن پر ہوائے سوکھے اور سکاڑے خشک پتے لالاکے بچھا دیے ہیں۔ اس موسم کی ہوا معمولاً تیز چلتی ہے اور مسکی خاصیت ہے کہ ہر چیز پر ایک افسردگی پیدا ہو جاتی ہو۔ اسوقت بھی ہوائے کھوکھلے بڑے زور شور سے اونچے اونچے قلعوں سے مار رہی ہے۔ افسردگی کے آثار تو رات کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں مگر ان سوکھے بچوں کے کھڑکھڑانے سے ہر طرف سے سخت آوازیں بلند ہوتی ہیں اور کوہستانی درون اور بچوں کے سین میں گونج اٹھتی ہیں۔

ایسے وحشت انگیز مقاموں میں خصوصاً سوقت بالکل ٹھانا ہونا چاہیے لیکن نہیں مغرب و جنوب کے گوشے کی طرف سے بچوں کے کھڑکھڑانے کی آواز معمول سے زیادہ سنائی دیتی ہے اور چند منٹ کے بعد ایک سوار نظر آتا ہو جو ایک بہت نیچے گھاٹی کی راہ سے سرپٹ گھوڑے اور اتارنا چلا آ رہا ہے۔

گھاٹی میں جانا خشک چٹھوں کے آثار پائے جاتے ہیں کیونکہ اُنکے بھاؤ کی جگہ پر بہت سی بالو جمع ہو گئی اور شاید یہی سبب ہے کہ وہ سوار اپنی معمولی تیز روی سے گھوڑا بٹھائے چلا آتا ہے بچوں کی کھڑکھڑانے کی آواز آتے آتے بعض اوقات رگ جاتی ہو اور ہی سکت پیدا ہو جاتا ہو جو اس مقام کے شایان ہو۔ آخر سوار اس چشمے کو ملے کر آیا۔ زمین ٹھنڈی گھٹن پانی ہو اور بہاؤ کے رخ نشیب پا کر تیزی سے بہ رہا ہو چشمہ یہاں سے تھوڑی دُور پر انھیں پہاڑیوں سے نکلا ہو۔ وہ بہت سی دادیوں اور چھوٹی چھوٹی نھروں کو لیتا ہوا

جنوب کی طرف دور ہو چکر نہر انقطع میں لگایا ہے اور کینون کے پاس بکیر ورم میں گرا کر
سوار نے یہ نہر بھی ملے کی۔ اسکے بعد کچھ دیر ٹھہر گیا اور پھر خدا جانے کیا دلیں آئی کہ
اپنے سامنے والے پہاڑ پر جو جانب مشرق واقع تھا چڑھنے لگا۔

اگرچہ چاندنی کی کم کم اور کھڑے کے باعث ماند پڑ جائی تو روشنی ہی پہلو پر رقی تھی
مگر گھوڑے کا لیجا ماننا ایک دشوار تھا۔ سوار کی طبیعت میں خدا جانے کس قیامت کی ضرر
اور برٹ تھی کہ گھوڑے کے پہاڑ پر چڑھ جانے کی دیتوں کو بالکل خیال میں نہ لایا۔ اور
حق الامکان بالکل صاف اور سیدھا راستہ دیکھ کر اوپر چڑھنے لگا گھوڑی دیرین ہی ٹینکا
پہونچ گیا کہ پلٹ کے دیکھا تو نظر مستاد دور تک کام کوئی تھی۔ کوہ کا گڑل کی سفید
چٹانیں تو کھڑے اور مہجاری کی وجہ سے نہیں نظر آتی تھیں۔ ہاں وہ سفید پتے اور
میدان اب ایسا دکھائی دیتے تھے تیز رنگ چاندنی کا ہر رنگ فرش کھینچا دیا۔ پہاڑ کی بلندی
ہو چکے سوار نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اس معلوم ہوا تھا کہ گویا ہر آواز کو
کسی طرف سے آجاتی ہے وہ غور سے سنتا ہے مگر کسی آدمی کی آواز نہیں مٹی مٹی وہ گھوڑی
اترا اس کی گردن پر پاریت قنکریاں دین اور دیر تک اپنے ابال بدید کرتا رہا۔ ناگہان کسی
طرف سے ایک چیخ کی آواز آئی۔

سوار۔ (یوں کہہ کر) کیا زبان بھی دھن پیچھے ہیں خدا جاسفید کی آواز تھی۔ اچھا
چلکے دریافت کرنا ہوں یہاں کیسے پہنچوں، وہاں جاسے غمزم بہ جائیگا مگر کوئی
کافر نصرانی ہو تو میری بڑی خوش قسمت ہو کہ کیونکہ چلکے جھگڑتے یہاں تک آجانا بھی سیکھا
نہ بھگوان آتا کہ کے چلنے پر آمادہ ہوا۔

پھر مفکرانہ لہجے میں) مگر کس طرف جاؤں ہوا اور کدھر سے آئی ہے۔ بالکل خیال
نہا کہ اس بات کا اندازہ کرتا دیکھ کر ایک چیخ کی آواز آئی مگر یہ تو انسانی کی نہیں معلوم

عہ نہر انقطع عربی نام ہے مگر بڑی نقشوں اور حروف ان میں سے ہے وہ ایک کسوں کی تہ تیغ کی
شاخ تو وہی ہے جسے بانی کیا اور دوسرے نہر نور کے پاس سے نکلی ہے۔

عہ کینون کو کفر یا ہفتہ کہتے ہیں مگر جس زمانہ کا حال ہم بیان کر رہے ہیں انہوں نے کینون ہی کہتے تھے۔
سے کہ کیرل شکر کون کے قریب بکیر ورم کے کنارہ مشہور اور آج پڑا ہے اور درست نظر آتا ہے۔

ہوتی تھی۔ غیر معلوم تو ہو گیا کہ (داہنی طرف اشارہ کر کے) ادھر سے آواز آئی مگر یہ کسی اور کی آواز تھی۔ خیر اسکا بھی حال کھل جائیگا۔ اتنا کہلا اور داہنی طرف بہاڑ کے پہلو ہی پہلو چلا اور اپنا پیارا عربی گھوڑا وہیں ایک درخت سے باندھ کر چھوڑ دیا۔

یہ سوار ایک نوعمر قد آور جوان ہے۔ اگرچہ اسوقت رات کو چہرہ صاف نظر نہیں آتا مگر بے سوچے سمجھے جس تیزی اور عجلت سے بظاہر اسباب ایک خوف کے مقام پر یہ جارہا تھا اُس سے بخوبی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جس قدر بہادر اور جری ہو اُسی قدر ناخبر بہ کاد اور نوعمر ہے۔ کفتان کے لمبے دامن ادھر ادھر کا ٹوٹنیں اُلجھ جاتے ہیں اور اُسے جلد رومی سے روکتے ہیں۔ آخر اُسے جہلا کر دامن سمیٹ لیے اور زیادہ لمبے لمبے قدم بڑھا کر چلنے لگا۔

معلوم ہوتا ہے چلتے چلتے سوار کے دلمین کچھ خوف بھی پیدا ہوا کیونکہ یکایک برہچا جسیر مصری جھنڈے کا پھریرا اڑ رہا تھا ہاتھ میں مضبوط پکڑ کے آگے کی طرف جھکا دیا گویا کسی پر حملہ کر رہا ہے۔

یہ شخص جاتے جاتے ایک مقام پر پہنچا جہاں سے کسی قدر فاصلے پر ایک سنگی عمارت نظر پڑی۔ یہ عمارت اونچی اور بلند تھی۔ مگر قدامت نے یکسی کا سیاہ رنگ پھیر دیا تھا کہ چاند کا تقریبنی رنگ بھی کچھ اثر نہ دکھاسکتا تھا۔ اس شخص نے ذرا ٹھہر کر اس عمارت کو غور سے دیکھا بیچ میں ایک بڑا گنبد تھا۔ اور گرد کی کنکریں تھے مغربی پہلو چاند کی شعاعوں میں صاف نظر آ رہا تھا۔ باقی اور اطراف اندھیرے میں چھپے ہوئے تھے۔

انداز اُپچاس قدم کے فاصلہ پر ہو گئی ہاں سے تن تنہا بہادر سپاہی نے ٹھہر کر غور کیا اور اس طرف سے آپس میں باتیں کرنے کی آواز آئی۔ اب کھڑا ہو کر باتیں سننے لگا ہوا اب ہلکی چل رہی تھی۔ اور ٹھہر ٹھہر کر جھونکے آتے تھے اور سردی کو بہدر جبڑھا دیتے تھے کہ ہلا دوست کا بچے لگتا تھا۔ آواز یوں تو کم سنائی دیتی تھی مگر جسوقت ہوا کا جھونکا آجاتا تھا وہ الفاظ جو کسی کی زبان سے نکل رہے تھے زیادہ صاف سننے جانے لگتے تھے۔ نوعمر سپاہی بڑبک ٹھہرا ہاں مگر کچھ حال نہ کھلا کہ یہ کون لوگ ہیں لیکن اُسکے دلمین یہ بات سن گئی کہ ہونا فرخچو نکا کوئی شخص ہو اور اسی خیال سے طیش کھا کر اُسے پھر قدم اُٹھایا۔ مگر اب آہستہ آہستہ قدم رکھتا تھا کہ کسی کو آہستہ نہ معلوم ہو۔ غرض اسی طرح عمارت کے نیچے پہنچا۔ اور پشت کھٹ

پچھپ کے کھڑا ہو رہا اور کان لگا کے سننے لگا کہ کیا آئین ہو رہی ہیں۔
کسی نے زمانے لیے اور فرانسیسی زبان میں کہا۔ خدا کے لیے مجھ پر ترس کھاؤ مجھے اپنی
لوہڑی ہی بچھو۔ بچھوڑ دو۔

کوئی شخص ۔۔ (اُسی زبان میں) نہیں ہیں چھوڑو لنگہ اگرچہ جوان عورت کی جان لینا
گناہ ہو مگر تم لوگوں سے میں بہت جلا ہوا ہوں تمہارے ہاتھ سے میرے بچے میری ماں
بہنیں سب قتل ہوئیں۔ کیا میں اسکا بدلہ نہ لوں گا۔ نہیں ضرور لوں گا۔ اور میرا فرض ہے
کہ مسیح کے دوستوں سے دنیا کو پاک کر دوں۔

پہلی آواز یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اپنا پیارا مذہب چھوڑ دوں۔ ہاں اور سب طرح سے
تمہاری خدمت اور اطاعت کو حاضر ہوں۔ میں ہاتھ جوڑ کے کہتی ہوں کہ میری جان
مجھے باریک دیکھیں کیا مل جائیگا۔

کوئی شخص ۔۔ اچھا خیر اسے عیسائی لڑکی مجھے تیری صورت پر
کوئی عورت۔ نہیں بھائی اسے زندہ نہ چھوڑ۔ اگر اسوقت بچ گئی تو پھر تمہارا بچنا
و شوال ہو جائیگا۔ یہ جانتے ہی شاہ پر چڑھے کہے گی وہ غضبناک ہو کر میری اور
تمہاری دونوں کی جان لے گا۔

وہی شخص ۔۔ ہاں ہاں بیشک۔ نہیں میں تجھے ہرگز زندہ نہ چھوڑو لنگالے اب تو
مرنے پر آمادہ ہو جاؤ۔

اسکے بعد ایک گھر کھرا بٹ کی آواز آئی جس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص تلوار کھینچ
رہا ہے۔ ہمارا دوست جو گھر کے کشت پر کھڑا یہ باتیں سن رہا تھا اُس میں بھی اب
ٹھہرنے کی تاب نہ تھی۔ اندر جانے ہی کو تھا کہ اندر سے کسی کے بھاگنے کی آواز آئی۔
سپاہی بھی دروازہ کی طرف جھپٹا۔ کوئی نازنین عورت اندر سے نکلی اور اس نوجوان کو
دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑی اور نہایت ہی بُر در دجھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ملے شریف
اور بہادر مسلمان میری زندگی اب آپا ہی کے ہاتھ ہے۔

سپاہی ۔۔ ڈرو نہیں جیتک ایک مسلمان ترک تمہارے پاس کھڑا ہے کسی کی
جانتیں کہ تمہیں آنکھ اٹھانے کے ۔۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
کوئی مسلح شخص تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے نکلا اور ڈپٹ کے کہنے لگا کیا قضا

کسی اور کو بھی یہاں لائی؟
 سیاہی - ہاں ایک شخص کو لائی ہو جو تیری جان لیگا۔ مگر قبل اسکے کہ میں تجھ پر وار کروں
 اپنا بتا دے کہ تو مسلمان تو نہیں ہے۔
 شخص - میں عیسائی اور محمدی دونوں کا دشمن ہوں اور خدا کے پاک نبی موسیٰ
 کے سوا کسی کو نہیں مانتا۔

سیاہی - کیا میں کسی یہودی سے باتیں کر رہا ہوں۔
 شخص - ”ہاں خاص اولاد اسرائیل“
 سیاہی - تو کچھ مضائقہ نہیں لے اب سنبھل میری خو خوار تلوار تیرا کام تمام
 کیا چاہتی ہے۔

”اللہ اکبر“ کی پر جوش صدا جا رہی طرف کے پہاڑوں میں زور سے گونجی دھندلی
 چاندنی میں دو تلواریں چمکین گویا دو بجلیاں چمک گئیں اور ایک سر جو یقیناً یہودی کا
 تھا زور سے اڑ کر عمارت کے دروازے کے اندر گرا مسلمان سیاہی کی طرف ٹکریے کے
 طور پر پھر نعرۂ اللہ اکبر بلند ہوا ہنوز گرد کی پہاڑیاں اس بلند آواز کا جواب نہیں دیکھی تھیں کہ
 ایک اور حسین اور کم عمر عورت اس سر کو اپنے دامن میں لیے ہوئے نکلی اور چیخ مار کے
 کہنے لگی اسے ظالم اور کافر مسلمان تو نے میرے بھائی کی جان لی ہو تو مجھے بھی مار ڈال۔
 سیاہی - عورتوں اور بوڑھوں اور بچوں کا قتل کرنا مذہب اسلام میں حرام ہو۔
 یہودیہ - میرا سارا کنبہ ظالم عیسائیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ بھائی تھا اسکو تو نے
 قتل کیا۔ اب میں کس کی ہو گئی رہو گی۔ موت کے سوا اب کبھی کے دامن میں
 مجھے پناہ نہیں مل سکتی۔

سیاہی - اسے اسرائیلہ عورت تو کسی پاک نفس اور خدا شناس مسلمان کی
 لونڈی ہو کے رہ سکتی ہے۔

یہودیہ - ہاے کیا میری قیمت میں یہ لکھا تھا اور اللہ اس خدا جو تیری مرضی ہو
 مسلمان ترک اگرچہ اتنا سے زیادہ بہادر اور عالی ہمت تھا مگر خدا نے ان باتوں کے
 خلاف اسے دل نہایت نرم اور درو آشتا دیا تھا۔ کیس یہودیہ کے نالہ و فریاد نے اس پر کچھ
 ایسا اثر کیا کہ بے اختیار دل پر ایک چوٹ لگی اور آتش بھڑکنے لگا اس موقع پر یہودیہ کے

ساتھ کیا ہمدردی کر سکتا تھا۔ مجبوراً اپنا غم غلط کرنے کے لیے اس مظلوم اور یکس عورت کی طرف متوجہ ہوا جو یہودی کے ہاتھ سے جان بچانے کے لیے اُسکے دامون میں چھپی تھی پہلے تو وہ ترکی بہادر کے قدموں پر گر پڑی تھی۔ مگر جب اُسکا جلا دشمن مار ڈالا گیا تو اُٹھی اور عجب پیاری اداس مسلمان کے سامنے سر جھکا کے کھڑی ہو گئی۔ حسین عورت جو اسوقت ایک برفستانی مقام پر کھڑی ہے شاید اسکو سو طحان سال ہو کیونکہ بشرہ اس سے کم ہی بتا ہو۔ یہ مجسم حسن عالم فرب اور پیاری دلربا صورت چونکہ ایک عالی شان مقبرے کے دروازے پر رات کے وقت کھڑی ہو سو جہ سے آسانی خیال کیا جاسکتا ہے کہ کسی دنیا سے گزرے ہوئے مقبول مسلمان یا شہید کی آرزو زمین پوری کرنے کیلئے خدا نے آسمان سے حور کو بھیجا یا یہی حقیقت میں اسکا حسن انسانی دارے سے گناہ ہوا ہے۔ قدرت کی صنایع کا سب سے بڑا نمونہ اگر ڈھونڈھا جائے اسی صورت پر سب کا اتفاق پورا ہوا جیسا کہ اسوقت ملک شام کے پہاڑوں پر اپنا جلوہ دکھا رہی ہے۔۔۔

نیچر کے ہاتھ کا اول درجے کا کام دیکھ رہی ہو۔ خدا نے یورپ اور ایشیا کے دونوں مذاق ملا کر کچھ ایسی صباحت اور ملاحت بچا کر دی ہے کہ دربار حسن سے انحراف کرنے والے جیسوں کے سن پرست بنانے کو صرف یہی کافی ہے۔ گول اور محرابداریشیانی جو نازک لہریم کے ایسے چھوٹے بالوں کے پاس سے شروع ہوئی ہو اور اسوقت ایک دلچاش ادا سے نیچے کی طرف جھکی نظر آتی ہو دیکھنے والے کو بڑی مشکل سے موقع دیتی ہو کہ نگاہ کسی اور طرف بھی لیجائے وہ نگاہ کو ٹھہرا لیتی ہو اور ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اس حور دوش کی ولاد کو بھی دیکھیں جنھوں نے کبھی سرے کی صورت بھی نہیں دیکھی ہو آنکھیں نہ ایشیا کے آہو چشم دلبون کی طرح گہری گہری سیاہی مارتی ہیں اور نہ عام نازنینان یورپ کی طرح زرد ہیں انکارنگ نہایت صاف اور شگفتہ آسانی ہے صبح کا سامان جسے شبنم دھو چکی ہے اور جس پر آفتاب کی کچھ کچھ کرنیں پڑنے لگی ہوتی ہیں اُن بڑی بڑی آنکھوں کی سچی تصویر۔ ایسا نہیں ہو کہ یہ آنکھیں شوخ نہوں کو ہوقت یکس اور مصیبت اور شرم نے ایک قسم کی متانت اور سنجیدگی پیدا کر دی ہو مگر اصل میں اُن آنکھوں کو دلچائی ہوئی نظر سے دیکھنے والوں کے ساتھ شوخیان کرنا خوب آتا ہو جو اپنے قدروان ہی کے ساتھ شوخی کرتی ہیں۔

گورے اور یونانی نقشے کی ناک جو بلند ہے اور پھیلنے نہیں پائی ہی اون نازک و پتلے ہونٹوں پر جھک پڑی جو چین ایشیائی مذاق میں آب حیوان کا خوشنما اور پیارا لکھاٹ کہنا چاہیے ملائم گورے اور پکے رخسارے جتنے گورے رنگ کے نیچے سے اس شرم اور حشمت عالم میں خون نے اپنی سرخی کھینچ لی ہو اس فسر دکی کی اداسی میں بھی ایسے ہیں کہ نظر پھسلی پڑتی ہے نازک چھوٹی سی ٹھڈی جو زائد فریب چہرے کی آخری حد پر ہر وقت ندامت کے باعث گورے سینے میں ملی ہوئی ہو اس ٹھڈی کے درمیانی نشیب کو اگر ہمارے شعراء دیکھ لیتے تو انہیں یقین آ جاتا کہ چاہ کنعان وہی ہو۔ کیونکہ اور حور و شون کے خلاف یہ چاہ غلبہ اس کنعان ہی میں دیکھا گیا ہے۔

اصل تو یہ ہو کہ یہ چہرہ خدا کے فرشتے کی طرح کروٹید کی سبے انتہا لڑائیوں کا فیصلہ کرانے کے لیے بھیجا گیا تھا۔

ان سب باتوں کے ساتھ ساوگی اور عصمت کچھ ایسی کیفیت پیدا کر دی تھی کہ اس نازنین کو کسی زائد سالہ کے دل پر فتح پانے میں اتنی بھی دیر نہ لگتی جتنی مسلمانوں کو شوق عام پر قبضہ کرنے لگی۔

بیضاوی بھولا چہرہ۔ رسیلی تلی جھکرا اور عصمت کی دلفریب جھلکیاں دکھائی دیاں۔ آنکھیں اور بھاگنے کے جھٹکوں میں بھر جانے والے بھورے بالوں کا آنکھوں اور رخساروں پر کچھ جانا۔ ایسی باتیں تھیں کہ مسلمان ترک باوجود سخت متحلی ہونے کے اپنے دل پر بالکل قابو نہ رکھ سکا اس نازنین کی وضع بھی عجیب و غریب تھی جسے مسلمان فوجی آدمی کو حیرت میں ڈال دیا۔ سربایک نئی قسم کی ٹوٹی تھی جو اپنی وضع کے اعتبار سے بالکل ایسی تھی کہ اگر کٹھوپ تشبیہ دیجائے تو ہمارے ملک لوگ بخوبی سمجھ جائیں گے۔ نازک اور گولے

لہ کر وید یورپ میں ان لڑائیوں کو کہتے ہیں جو پانچویں صدی ہجری چھٹی صدی تک بیت المقدس کے لیے مسلمانوں اور عیسائیوں میں رہیں۔ ان لڑائیوں میں سائے یورپ نے سنبھل سنبھلا کر اور اپنی تمام قوت کجا کر کے لاکھوں کے گروہ ارض شام میں بھیجے مگر نتیجہ یہی ہوا کہ مسلمان کامیاب ہو کر یورپ اس مدت میں شام پر توجہ کیے تھے ہمیں ہمارا قصہ شروع ہوا وہ دوسرا حصہ تھا اور اس میں انگلستان کا بادشاہ رچرڈ شیردل اور فرانس کا بادشاہ فلسپ دونوں شریک تھے۔

بدن پر زرد رنگ کی قیمتی اور عمدہ اطلس کا کھنپا ہوا چست یوری آستین کا کرتا تھا جس میں نگے سے ناف تک چاندی کے نقش بوتام لگے تھے۔ آستینیں کلائی کے پاس تو خوب کسی تھیں مگر آگے بڑھ کر بہت ڈھیلی ہو گئی تھیں اور ان سب کپڑوں پر کوئی سُرخ ریشمی لباس عبا کی قسم کا تھا۔ نگے کے نیچے ایک نہایت ہی قیمتی ہیرے کا بوتام عبا کے دونوں کناروں کو اٹکائے ہوئے تھا۔

یہ عبا بہت لمبی چوڑی تھی۔ دامن لکھنؤ کی نازک خیال اور وضع اور خورتوں کے پانچوں کی طرح زمین پر لوٹ رہے تھے مگر یہ خوش سلیقہ نازنین ان دامنوں کو جس طرح ہمارے شہر کی نازک مزاج پری رخصت پانچوں کو اٹھائے رہتی ہیں ایک دایک ساتھ اپنے دونوں اٹھوں میں لیے ہوئے تھی۔ پانچوں میں اس وضع کی ڈھیلی جوتیاں تھیں جیسے کہ اندون مشرقی مالک میں مروج تھیں۔

یہ مقبرہ جس کے دروازہ پر مسلمان سپاہی یہ نازنین اور وہ خوبصورت یہودیہ تینوں آدمی کھڑے تھے یہاں پر واقع تھا۔ دروازہ چونکہ مشرق کی طرف تھا اس وجہ سے چاندنی کی روشنی اس مقام پر نہیں پہنچ سکتی تھی جہاں یہ لوگ تھے۔ مگر یہ بھی نہ تھا کہ کچھ دیکھائی نہ دیتا ہو رات اندھیری نہ تھی۔

سوار کو اس نازنین کے ادب سے کھڑے رہنے کی ادانہایت پسند آئی۔ یہ نوعمر لڑکی اس وقت خوف اور ہشت سے کانپ رہی تھی۔ مگر ہمارا ہمارا در سپاہی بالکل نہ جان سکا کہ وہ ڈر رہی ہے اسنے فرخ زبان میں پوچھا۔

تمہارا واقعہ بالکل ایک راز ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ معاملہ کیا تھا۔ آخر یہودی کیونکر یہاں تک لایا۔ اور تمہاری سی عیروش لڑکی کو کون قتل کیا جاتا تھا۔ نازنین۔ میرا حال نہ پوچھیے۔ کیا بتاؤں کہ قسمت نے کیونکر اس ظالم کے چننے میں بھنسا دیا۔ تم نہ تو تھے تو اب تک میں اولی مبارک لوگوں میں جا ملی ہوتی جنہوں نے اس سرزمین پر اپنی جان دی۔ مسیح اسے تو یہ خدا تم کو اس کا اجر دے گا کہ میری جان بچائی۔

سپاہی۔ یہ تو بتاؤ تم یہاں کیونکر آئیں؟ اور کب آئیں؟
نازنین۔ ہاں اب تم سے کیا کون! ہمارے لوگوں نے جب شوق و امر پر

قبضہ کر لیا تو صرف اس خیال سے کہ یہ محفوظ مقام ہے میں بہ اطمینان رہنے کے لیے یہاں بھیج دی گئی۔

آج مسلمانوں نے پھر شوف عام کو لے لیا۔ عیسائی سپاہی ہمدردی سے بدحواس نہ ہوئے کہ میرا خیال بھی نہ کیا۔ میں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں پٹر جاؤں گی اس یودی کو کہ میرا خادم تھا سا تھا لیا۔ (یودیہ کی طرف اشارہ کر کے) یہ اُس کی حقیقی اور میری خادمہ ہے عین جس وقت عیسائیوں کو شکست ہوئی ہم تینوں آدمی ٹوٹ کر سے باہر نکلے یہ ظالم یودی مجھے دم دے کے یہاں لے آیا اور چاہتا تھا کہ مجھے قتل کر ڈالے اتنے میں آپ آگئے۔

سپاہی۔ یہ تمہارا نوکر تھا بڑا نکیر ام نکلا خدا کے وعدے سچے ہیں یودیو پر اللہ کا غضب نازل ہے۔ یہ ایک اُسی کا نمونہ ہو گا اُس سے اور تم سے کیا عداوت تھی۔ وہ نازنین کچھ کہنے کو تھی کہ یودیہ جیسے اب بروناٹینا شروع کر دیا تھا مسلمان سوار کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

صاحب مجھ سے سنئے۔ میرے بھائی نے اگر ایسا قصد کیا تو کیا بُرائی کی ہے آپ کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کے ہاتھ سے اُسپر کیا کیا ظلم ہو گئے تو سنیں کہ اُسکے قتل کرنے پر آپ نادم ہوں۔ اگرچہ میرا بھائی مار ڈالا گیا مگر میں خوش ہوں کہ آپ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اگر کسی کینحت عیسائی کے ہاتھ سے مارا جاتا تو عمر بھر رولی اور نہ روچکتی۔ آپ ذرا کان لگا کر دیکھیں حال سن لین میں یورپ کے ایک مغربی جزیرے انگلینڈ کی رہنے والی ہوں۔ وہ جزیرہ جہاں کا بادشاہ رچرڈ سلطان صلاح الدین سے لڑ رہا ہے بہت سے یودی اُس جزیرہ میں آباد تھے اُنھیں بدلہ نصیب ہو گا میں ایک میں بھی ہوں فی الحال بیت المقدس پر حملہ کرنے کے لیے جب ہاں سے فوج آنے لگی ہو تو تمام رعایا سے مکس طلب کیا۔ غریب یودی چونکہ اس کام میں دل سے مدد نہیں دے سکتے تھے سو مجھ سے اوپر بڑا ظلم کیا گیا۔ تیس چالیس ہزار یودی اس بے بسی سے قتل ہو گئے کہ انکی آہ و زاری بھی سننے والا کوئی نہ تھا۔ اے صاحب ہمارے قوم کی بڑی بے عزتی ہو گئی ہمارے مرد و تیف ہو گئے ہمارے عورتیں لونڈیاں بنائی گئیں۔ میں بھی اُن یودیہ عورتوں میں سے ہوں جو اس طرح جبر کر کے لونڈیاں بنائی گئی ہیں۔

میرے بھائی نے جان کے خوف سے دین مسیحی اختیار کیا اور ذلت ایک غلام کی طرح یہاں لایا گیا آپ نے تو اب قتل کیا مگر وہ اس سے پیشتر ہی اپنی زندگی سے عاجز آچکا تھا وہ اپنا بدلہ لینے کے لیے اس لڑکی کو یہاں قتل کرنا چاہتا تھا افسوس انا کام رہا مگر صد شکر کہ ایک مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور میں بھی بہت خوش ہوں کہ آئندہ سے ظالم انگریزوں کی لونڈی نہ رہوں گی بلکہ کسی شریف مسلمان کی خدمت کو اپنی عورت سمجھو گئی۔

سوار نے حقیقت میں تم لوگوں پر بڑا ظلم کیا گیا۔ مگر ایک کمسن اور دو شیرہ لڑکی کو قتل کر کے اُس سے عوض لے لیا۔

یہودی یہ صاحب جس کا دل جلا ہوتا ہے وہ کسی طرح اپنا کلیجہ ٹھنڈا ہی کر لیتا ہے۔

نازمین نے اے صاحب یہ یہودی بڑا ظالم تھا اس مقبرے میں ابھی ابھی اس نے ایک مسلمان کو قتل کر ڈالا۔ اُس نے اس طرح چیخ چیخ کے جان دی ہے کہ میرا دل اب تک قابو میں نہیں ہے۔

سوار نے مسلمان کہا کوئی مسلمان یہاں بھی آیا تھا؟
نازمین نے جی ہاں اُس نے بھی میرے بچانے کی کوشش کی تھی مگر غریب جان مارا گیا۔

مسلمان سپاہی یہ حال سن کر مقبرے کے اندر گیا۔ دیکھا تو دروازے تک تمام زمین خون میں رنگی ہوئی تھی۔ اندھیرے میں کچھ معلوم نہ ہوتا مگر خوب غور سے دیکھا تو ایک لاش نظر آئی دلمین کہنے لگا معلوم نہیں یہ کون شخص تھا خراب صبح کو آدمی بھیجا اور یافت کر لونا گاتا کہہ کے واپس آئے تو تھا کہ خیال آیا یہ ایک مسلمان کی لاش ہو اور یہ اسلام کی شان سے بعید ہے کہ من دینی اخوت کو توڑ دوں اور بے دریافت کیے پلٹ جاؤں لاش کو کھینچ کر مقبرے کے باہر نکالا۔ ہر طرح سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھا مگر بچائی نہ سکا کہ کس مسلمان کی لاش ہو۔ لاش کو پھر مقبرے کے اندر ڈال دیا اور باہر نکلتے دو نو نو عورتوں سے کہنے لگا۔

چلو اب رات زیادہ آتی جاتی ہو۔ ابھی تک چاند کی روشنی باقی ہو آسانی سے

ہم لوگ شیوہ عام میں پونج جائینگے معلوم نہیں کس قدر فاصلے پر ہو۔ میں عیسائیوں کے تعاقب میں یہاں تک نکل آیا۔ یہ بھی خوش قسمتی تھی۔ یہ کہا اور اُس نازنین کا ہاتھ پکڑ کے لے چلا اسوقت چاند پر ایک چھوٹا سا ابر کا ٹکڑا آگیا تھا۔ اگرچہ چاندنی نہ تھی مگر راستہ بخوبی معلوم ہوتا تھا۔

یہ مسلمان سوار جو خود بھی بہت کم عمر تھا اس موضع پر جا رہا تھا کہ اسکے دو اپنے پہلو پر وہ حسین اور دوشیزہ لڑکی تھی اور بائیں طرف یہودیہ عورت تھی۔ راہ میں اکثر بڑی بڑی چٹانیں پڑتی تھیں اور یہ تینوں مجبوراً ایک دوسرے سے کس قدر فاصلے پر ہو جاتے تھے اور یہ تو بہت دفعہ ہوا کہ راستے کی تنگی کی وجہ سے نوجوان نے دونوں عورتوں کو اگے کیا اور خود پیچھے ہو لیا۔ اتنے میں چاند نمودار ہوا اور اُسکی روشنی تمام کو ہستان پر پھیل گئی۔ دور کی لکھاٹیاں اور فاصلے پر واقع ہونیوالے جنگلی درخت نظر کبھی پیچھے جھکانے لگے اور بھی بلندی پر لیجاتے تھے جو ان کے اسوقت کو غنیمت سمجھا اور وہ اپنی طرف جھک کے خوب غور سے اُس نازنین لڑکی کی صورت دیکھنے لگا۔

اسین کوئی شک نہیں کہ جو ان کی نظر میں اُس گورے اور پیارے چہرے کے جسیر چاند کی روشنی بڑھی تھی خود چاند کو شرمادیا۔ یہ تو ہلال تھا۔ یہ چہرہ اس بلا کا تھا کہ بدر کا مل ہو تا تو بھی شرماتا۔ جسوقت وہ صورت چاند کے مقابل تھی تو جو ان کی شکل تمیز کر سکا کہ آیا چاند کی شعاعیں اُسپر پڑتی ہیں یا اُسکی شعاعیں چاند کو روشن کیے ہوئے ہیں نوجوان کو دیکھتے ہی نازنین نے شرم سے گردن جھکا لی اور اُسکی شرکیں ادا سے پیچھ ایسی محنت اور بھونان میں معلوم ہوا کہ مسلمان نوجوان کو باوجود اتنا درجے کی مستقل مزاجی کے کیلچہ ہاتھوں سے تھام لیتے ہی بن پڑا۔ جب اُسپر بھی کسی طرح صبر نہ ہو سکا تو اُس نازنین کی طرف خطاب کر کے کہا ”اے پیاری نازنین۔ تیرا نام کیا ہے؟“

نازنین ”میں اپنا نام نہیں بتا سکتی۔ جو عورت کسی کی کوٹھی ہو نیوالی ہو اُسے ہرگز نہیں مناسب ہے کہ اپنا نام بتا کے اور اپنا حال کھول کے اپنے خاندان کی بے عزتی اور بے آبروئی کرے۔“

مسلمانان نے اچھا اگر تم کسی کی اور نہ اسکا اسکے دلکی مالک بنکے رہو تب تو بتاؤ گی کہ نازنین نے (شرما کر) نہیں نہیں میں کسی کی مالک نہیں ہو سکتی۔

مسلمان ” آخر کسی طرح تو مجھے معلوم ہونا چاہیے مجھے یقین ہو کہ تم کسی عام خاندان کی لڑکی نہیں ہو تمہارے بشرے سے معلوم ہوتا ہو کہ تم شاہی خاندانی سے ہو۔
 نازنین ” نہیں شاہی خاندان سے کیا علاقہ میں ایک غریب عیسائی کی لڑکی ہوں۔
 مسلمان ” آخر تمہیں اپنا نام اور حسب و نسب بتانے میں کیا عذر ہے۔
 نازنین ” میں اس شرط پر بتا سکتی ہوں کہ مجھے یورپین کمپ میں پہنچا دینے کا وعدہ کرو۔

مسلمان ” ہاے دل پر جبر کرنا پڑے گا۔
 یہودیہ ” نہیں یہ آپ وعدہ نہ کیجیے میں آپکو بتا دوں گی انکا سارا حال مجھے معلوم ہے۔
 مسلمان ” میں انھیں کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔
 اسقدر باتیں ہوئی تھیں کہ نوجوان اپنے گھوڑے کے پاس پہنچ گیا پیار سے انکی گردن پر تھکیاں دین اور سوچنے لگا کہ خود تو گھوڑے پر سوار ہو سکتا ہے مگر ان عورتوں کو کس طرح اپنے خیمہ تک لیجائے اسی فکر میں تھا کہ کسی طرف نزدیک ہی ایک آہٹ معلوم ہوئی چونکہ کہ بولا کیا یہاں کوئی اور بھی ہے۔

اب گھوڑوں کے ٹاپوں کی بھی آواز سنائی گئی ”نوجوان“ اچھا تو اب پہلے ہی طرف اطمینان کر لینا چاہیے۔ اس نازنین سے (ملے پیار سی دلربا) تم دم بھر اس یہودیہ عورت کے ساتھ جان بچھرو میں وہ رادیکھ آؤں کہ یہاں درون میں اسوقت کن لوگوں کی آہٹ معلوم ہوتی ہے۔ تم خبردار یہیں رہنا اور کسی طرف کا قصد نہ کرنا۔ یہ مقام ایک تو یونہی خوفناک ہو رہا ہو خیمہ آج کے روز تو بہت ہی خوفناک ہو لے اب میں جاتا ہوں۔
 ہو شیاری سے کام لینا۔ شاید میرے ہاتھ سے نکل جانے کے لیے تم بھاگنے کی کوشش کرو مگر خوب سمجھ لو کہ اسوقت تمہارا کسی طرف کا قصد کرنا اپنی جان سے ہاتھ دھونا ہے۔

نازنین ” نہیں نہیں میں کہیں بھاؤنگی مگر مجھے تندر او معلوم ہوتا تھا کہ اسے یہ جلد آنا۔
 بہادر مسلمان گھوڑے پر سوار ہو کر اس طرف روانہ ہوا جدھر آہٹ معلوم ہوتی تھی۔
 تھوڑی ہی دیر گیارا ہو گا کہ چاندنی میں چار سوار نظر آئے مگر قبل اسکے کہ ہمارا مسلمان سیاہی ان لوگوں کو دیکھے وہ لوگ اسے دیکھ چکے تھے۔ نوجوان کے زیادہ شائق جنگ ہونیکا اندازہ اس سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ اس سے پیشتر وہ لوگ اوجوان کی طرف بڑھتے

نوجوان نے زور سے گھوڑے کو ایڑ تپائی اور بچھے کو قدیم عرب جنگی ہول پرنخل میں دبا کے آگے بھکا دیا کہ چارین سے ایک کا فیصلہ تو اسی طرح ہو جائے۔ مگر قرب پہونچ کر خدا جانے کیا خیال آیا کہ برچھا بلند کر کے لنگوڑ نیک زبان میں زور سے ڈپٹ کر کہا: جلدی بتاؤ تم لوگ کون ہو تمہارے قتل کرنے میں بس اسی قدر نامل ہو کہ ایسا سو تم خدا وحہ لائیک کے سچے عبادت گذار مسلمان ہو۔

اتنا سنتے ہی اُن چاروں میں سے ایک نے چلا کر کہا۔ کہ اس کے دوست قبل اسکے کہ اس ظالم اور بیدین مسلمان کی زبان سے کوئی اور لفظ نکلے اُس کا کام تمام کر دین یہ لکھ چاروں سوار ہمارے جرمی سپاہی پر ٹوٹ پڑے۔

مسلمان نوجوان نے بڑی جرأت سے چاروں کا مقابلہ کیا اُن میں سے ایک تو نیزہ سے کندہ ہو گیا۔ دوسرے نے دو چاروں اور خالی دگر سپہ گری کے کچھ جو ہر دکھائے تھے مگر آخر اُس سپہ گری تلوار پڑی۔ اور بچان کر کرپٹاڑی کے نشیب میں دو رنگ لڑا ہکتا چلا گیا باقی دو سواروں نے ایک ساتھ حملہ کیا۔ جنہیں سے ایک کا نیزہ جوان کے گھوڑے کے بائیں پہلو پر پڑا گھوڑا زور سے بھڑکا اور چونکہ سنگستانی مقام اور پیٹری کا پہلو تھا ہوجہ سے گھوڑے نے بھڑکتے ہی سخت ٹھوکر لی۔ گھوڑا اس قدر زیادہ آگے گوجھا کا تھا کہ جوان بھی جھک گیا عیسائی سواروں کو یہ موقع غنیمت معلوم ہوا انھوں نے جوان کی پیٹھ پر تلوار کا وار کیا۔ یہ زخم ایسا کاری پڑا کہ زہرہ ٹٹگی اور جوان بہت لگا ساتھ ہی دوسرا وار داہنے شانہ پر پڑا جس سے شانہ سست ہو گیا زخمی ہوتے ہی نوجوان کی رگوں میں اسلامی خون نے ایک جوش مارا اُس میں بالکل تاب نہ رہی کہ اپنے بچانیکا ذرا بھی خیال کرے اس زخمی اور سست شانہ کی طیش میں آکر اُٹھایا اور اُس عیسائی سوار پر چھینہ مارے دوست کے گھوڑے کو زخمی کیا تھا ایسا وار کیا کہ اُسکے ساتھی کو حیرت ہو گئی اور معلوم ہی نہوا کہ کیونکر اُسکے دوست کا سر یک بیک غائب ہو گیا۔

نوجوان نے اپنے دشمن کو قتل کر کے زور سے نعرۃ اللہ اکبر بلند کیا یہ پر جوش نعرہ بورا زبان سے نکلنے بھی نہ پایا تھا کہ باقی ماندہ عیسائی سوار نے اُسکے شانہ پر جو زخمی ہو چکا تھا ایک بھر پور ہاتھ مارا۔ یہ زخم ایسا کاری پڑا کہ تھوڑے ٹٹک پڑا اور نوجوان بالکل اسی قابل نہ رہا کہ اس سے پہچلے بچلے کا بدلہ لے۔ عیسائی نے منوا اندر گرتا شروع کئے

مسلمان نوجوان اگرچہ حملہ کرنے کے قابل نہ رہا تھا مگر بائین ہاتھ میں ڈھال لے کر بڑی پھرتی کے ساتھ دشمن کے حملوں سے بچتا رہا عیسائی زور سے کلمات ریزہ اور اپنے دینی جوش کے الفاظ کہتا جاتا تھا اور درکار کرتا جاتا تھا۔ اور نوجوان اُن واروں کو ڈھال پر سے رہا تھا عیسائی سوار کی آواز نہ ہوا میں گونج گونج کر ادھر ادھر کی پہاڑیوں سے ٹکراتی اور اس سنسنی کے کوہستانی سین سے پناہ جواب پاتی تھی ان دونوں سپاہیوں کی لڑائی دیر تک اسی طریقہ پر رہی کہ مسلمان نوجوان کو اپنی نظر کے سامنے کچھ لوگ آئے نظر پڑے۔ ان لوگوں کو دیکھ کے اسکے دل میں مختلف قسم کے خیالات پیدا ہوئے کبھی اُمید خوش کر دیتی تھی کہ یہ مسلمان سپاہی ہیں جنکو خدا نے اُسکی مدد کے لیے بھیج دیا ہو اور کبھی اس ڈرا دیتی تھی کہ نہیں یہ دشمن ہیں۔

آخر وہ لوگ قریب پہنچ گئے اور چاندنی میں اُنکی وضع دیکھنے سے یقین ہو گیا کہ ہاں یہ بھی جان کے دشمن ہیں یہ عیسائی سوار تھے اور اپنے ساتھی کی آواز سن کر چھپٹ پڑے تھے اور شمار میں یہ لوگ سات آٹھ سے زیادہ ہو گئے مسلمان نوجوان اگرچہ ہزار و ہزار کی جماعت کو خیال میں بھی نہ لاتا مگر اس موقع پر بالکل بیدست دیا تھا سمجھون نے آتے ہی اُسے گھیر لیا اور آخر کار ہمارے بہادر اور عالی ہمت نوجوان کو قید ہونا پڑا۔ سمجھون نے ملکر اُسکے ہتھیا ر لے لیے اور باندھ کے ارادہ کیا کہ جس طرح بن پڑے اسی وقت ملک میں پہنچا دیں جسکے گرد پولا انگریزی کیمپ ہے

دونوں عورتیں ایک تو وہ نازنین دوشیزہ پر یوش لڑکی اور دوسری یہودیہ عورت نوجوان کا انتظار کر رہی تھیں کہ دور سے بہت سے سوار آئے نظر پڑے دونوں نے گھبرا کے بھاگنے یا کسی طرف چھپ جانے کا ارادہ کیا کچھ ایسی بدحواسی طاری ہو گئی کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں۔ یہودیہ تو البتہ نظر پڑی کہ سامنے بھاگتی چلی جاتی تھی مگر وہ ملائک فریب نازنین خدا جانے کس طرف چلی گئی کہ اُسکا کہیں پتہ نہ لگا سواروں نے گھوڑے دوڑا کر یہودیہ عورت کو گرفتار کر لیا اور دھمکا دھمکا کے بوجھنے لگے جلد بتاؤ کون ہے۔

یہودیہ۔ (رُک رُک کر) صاحب میں ایک یہودی خاتمان کی بد نصیب عورت ہوں۔ ایک سوار۔ یہودن۔ اسکو قتل کر ڈالتا چاہیے یہ کجست مسلمانوں سے زیادہ ہمارے

دین کے دشمن ہیں۔

یہودیہ دین بڑی احسانمند ہوں اگر تم مجھے مار ڈالو خدا کر کے مجھے ظالم عیسائیوں کے پنجے سے نجات ملی تھی۔ ہاے اب پھر وہی سامنا ہو نہیں تم مجھے مار ہی ڈالو۔ سو ارمئے ہان مین خوشی سے تیری یہ آرزو پوری کر دو لگا دو تجھ ہی پر کیا منحصر ہو اگر تیری قوم کے سب لوگ ایسی تمنا کریں تو ان سب کو بڑے ذوق شوق سے اور بڑے فخر کے ساتھ باہر ادھر کر سکتا ہوں۔
یہ لکھ کر تلوار کھینچ لی اور یہودیہ پر وار کرنے ہی کو تھا کہ نوجوان قیدی مسلمان نے زور سے چلا کے کہا۔

اے نا خدا ترس عیسائی پہلے میری ایک بات سن لے پھر سب سواروں کی طرف خطاب کر کے کہا۔ تم لوگوں کو کچھ میرا پاس دلچاظ بھی ہے۔
دو چار سوار ارمئے تمہاری جرات کی وجہ سے بیشک ہمارے دلیں تمہاری قدر ہوا اور معلوم ہوتا ہو کہ تم اپنی قوم کے سردار بھی ہو۔ کیونکہ تمہاری کلفتی عین تمہاری عزت اور وقعت سے بخوبی مطلع کر رہی ہو۔ تم جو کچھ کہو گے اُسے ہم ضرور تسلیم کر لیں گے۔
نوجوان نے تو اس یہودیہ کو زندہ گرفتار کر لیا اسے جان سے نہ مارا مین اسکا احسانمند ہوں۔
سب سوار ارمئے اس بات پر ہم تمہارے کہنے پر ضرور عمل کر چکے۔
یہ کہہ کے سمھون نے یہودیہ کو باندھ لیا اور ان دونوں قیدیوں کو لے کر پہاڑی سے اترے اور سامنے بالو کے میدان میں ہوتے ہوئے حکم کو روانہ ہوئے۔

تیسرا باب

ہزار بار جو یوسف کے غلام نہیں

صبح کا وقت ہو۔ نمازِ صبح سے مسلمانوں کو فراغت مل چکی ہو مگر بطور ابھی تک اپنے معمولی وظیفے میں مشغول ہیں خوب صاف اور شگفتہ نیلگوئی خاہر کینوالے آسمان پر ابر کے جھٹے چھٹکے لڑکھانے لگا جال پڑا ہوا ہے۔ خدا کی آزاد مخلوق یعنی چڑیاں چار پہر کی جھوٹی ہوئی عشق کے تازہ کرنے کے لیے عجیب جوش و خروش کے ساتھ۔ اسے سنسان دین میں ایک دلغریب حرکت پیدا کر رہی ہو انکے پھیلے ہوئے پر اور پھر ان کی تیز روی عرصہ جنگ کے

اُس پر جوشِ منظر کو یاد دل رہی ہو جبکہ کڑی کمائوں اور مضبوط چٹکیوں کے تیر نہیں ڈالتے
 بھرتے ہوا سین اڑتے چلے جاتے ہیں۔ پہاڑیوں کی چوٹیاں پیچ در پیچ گھاٹیاں جہان
 جاڑوں کی رات جابجا تھوڑی تھوڑی برف جمادی ہو۔ رنگ کے بے استقلال پہلے جو مزاج
 یہ کی طرح ہمیشہ پہلو بدلتے رہتے ہیں۔ ان سب کو صبح کی سہاؤنی روشنی نے ان لوگوں کے سامنے
 پیش کیا ہو جو نچرل فائنما (جلوہ گاہ قدرت) سے لطف اٹھانا چاہتے ہیں مشرقی گوشہ
 آسمان سے جدھر کو ہستانی سلسلہ دور تک چلا گیا ہو عرب کے لوگوں کے لیے جگہ ہوسے
 برجھوں کی طرح آفتاب کی سنہری کرنیں نمودار ہوئی ہیں اور انکا عکس جہانِ شرف عامر کی
 مسجد کے میناروں اور اونچی اونچی عمارتوں پر پڑتا ہے وہاں پہاڑی کے اس پہلو پر بھی
 پڑا ہے جہاں ہزاروں بچان لوگ مختلف وضعوں اور پہلوؤں پر خون میں نہلے ہوئے
 اس اطمینان سے بڑے ہیں کہ گویا جو کچھ کرنا تھا کر چکے۔

چند مسلمان سپاہی ان لاشوں پر پاؤں رکھ کر رکھ کے اس طرح سر کرتے پھرتے ہیں کہ گویا
 کسی خاص شخص کی لاش کو تلاش کر رہے ہیں۔ ایک لاش پر غور کر کے اور اُس سے اٹھا اٹھانے
 دیکھتے ہیں مگر اُس چیز کو نہیں پاتے جسے ڈھونڈ رہے ہیں چونکہ سب کے چہرے سے
 ایک صدمہ اور غم نمایاں ہو اسی لیے یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہو کہ جس کسی لاش کی تلاش
 ہے وہ ان لوگوں کا بڑا دوست ہو اور اس سے انھیں خاص قسم کی ہمدردی ہو آخر
 یہ لوگ لاشیں اُٹھاتے اور مردوں کو روندتے روندتے تھک گئے۔

ایک ”کیسین پتہ نہیں لگتا ان لاشوں میں تو نہیں ہیں۔“
 دوسرا ”آخر شہید ہوتے تو یہیں ہوتے اسکے سوا اور کوئی مقام تو نہیں ہے۔“
 تیسرا ”یہی تو تعجب ہے کہ آخر کہاں چلے گئے۔“
 پہلا ”اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ قید ہو گئے۔“ افریقیوں کو ہم نے پوری شکست دی
 انہیں اتنے خاص کہاں کہ ہم میں سے کسی کو قید کرتے۔
 دوسرا ”یہ نہیں صاحب بھلا قید کیا کرتے وہ لوگ بڑی بے سرو سامانی سے بھاگے ہیں۔“

دوسرا ”واللہ اعلم کیا اسرار ہے۔“
 چوتھا ”مگر یہ ہمارے لیے بڑی ذلت کی بات ہوئی ایسے بہادر اور جری آخر کہا تھا
 سے جاتا رہنا کوئی اونٹن بات نہیں۔“

پہلا ”ہم تو ہم سلطان کو خبر ہوگی تو کتنا بڑا صدمہ ہوگا“
 چوتھا ”اصل تو یون ہے کہ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے“
 پہلا ”چلو اپنے خیمہ میں چل کے اس امر پر غور کریں کہ سلطان صلاح الدین کو اس
 امر کی اطلاع کی جائے یا نہ کی جائے“
 دوسرا ”نہ کی جائے گی تو نہ کیا ہوگی۔ یہ حال بھلا چھپنے والا ہے۔ اتنے بڑے عالی ہمت
 بادشاہ کے ایسے بہادر بیٹے کا غائب ہونا پوشیدہ نہیں رہ سکتا“
 پہلا ”اچھا چلو تو سی۔ اسی امر پر غور کرنا ہو جیسی رائے قرار پائیگی کیا جائیگا“
 چوتھا ”بہتر“

اسکے بعد سب سب ملول و حزن میں صورتیں بنائے چپ چپ اور آہستہ آہستہ
 قدم اٹھاتے چلے اور شرف عامر کے اس حصہ میں پہنچے جہاں مسلمانوں کا کیمپ تھا۔
 اعلیٰ افسر کا خیمہ دیکھ کر سب کے آنسو بھر آئے اور بیٹابی کے خوش میں ایک کی زبان سے
 نکلیا۔ ہاے ہم زندہ موجود ہوں اور یہ خیمہ خالی نظر آئے۔
 دوسرا ”اسکی طرف آنکھ سے اشارہ کر کے (نہیں ہماری زندگی میں بھی ایسا ہوگا
 خدا شاہزادے کی عمر میں برکت دے۔ کل کی لڑائی اکیلے اُنھیں کے ہاتھ سے
 فتح ہوئی“

راپنے ساتھی کی طرف اشارہ کر کے ابھی یہ حال کھلتے نہ پائے ایک تو ہم اس
 قابل نہیں گئے کہ سلطان صلاح الدین کو منہ دکھائیں۔ دوسرے یہ بات عیسائیوں
 تک پہنچی تو اُنھیں تجسس ہوگا اور خدا نخواستہ ہمارا بہادر شاہزادہ اُنکے ہاتھ میں
 گرفتار ہو گیا تو بڑی مشکل ہو جائے گی سمجھے نہ“
 پہلا ”سب کچھ سمجھے مگر جب صبر بھی ہو سکے“

یہ لوگ شاہزادے کے خیمہ میں داخل ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ اس بار میں
 کیا کارروائی کی جائے آخر رائے قرار پائی کہ یہ امر بالکل مخفی رکھا جائے۔

”ایک شخص نے سب کی طرف خطاب کر کے کہا کہ خود سلطان کو خبر ہو جانا چاہیے۔
 اور کسی کو نہ معلوم ہو۔ مجمع میں کسی نے ہنس کر جواب دیا سلطان کو کس منہ سے ہم خبر کریں گے“
 پہلا ”سین بڑی اہمیت ہو ایک تو جس قدر زمانہ گزرے گا بقدر ہماری ندامت زیادہ ہوتی

جائیگی۔ دوسرے سلطان بڑے عقلمند اور مدبر ہیں وہ اپنے بیٹے کے لیے کوئی نہ کوئی تدبیر کرینگے اور ہماری قسمت میں تو یہ بدنامی لکھی ہی تھی۔ ایک شخص تلوار کھینچ کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا سب سے بہتر یہ ہے کہ اپنے تمام امور کا فیصلہ ہم اسی وقت کر لیں۔ تلواریں ہمارے ہاتھوں میں ہوں اور بے ایمان کافر مشرک افرنجیوں کی فوج میں گھسکر اپنی بہادر می کھاتے جنت میں پہنچ جائیں اور حیران کو گو دین اٹھالیں ہمارا کام مارنا مر جانا ہے۔ ہم گھر میں بیٹھ کے منصوبے کرنے کے لیے نہیں پیدا ہوئے ہیں بزدلوں کی طرح ہی تقریر نے سب افسروں میں ایک خوف پیدا کر دیا۔ سب اسی راستے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر ایک سن رسیدہ تجربہ کار خرب نے کہا۔

جان بوجھ کے ہلاکت میں پڑنا عقل کے بھی خلاف ہے اور خدا کے بھی خلاف ہو لڑو۔ مگر اس طرح کہ اپنے دین اپنے بادشاہ اپنے ملک کے کام آؤ۔ یہ نہیں کہ مر اور دین کو نقصان پہنچاؤ۔ مناسب یہی ہو کہ سلطان کو اطلاع کی جائے اور ہماری تلواریں وقت اور موقع پر میان سے نکلین اور اس مقدس زمین کو کافروں سے پاک و صاف کر دیں۔

ایک افسر نے اب زیادہ گفتگو کی اور ہمیں جوش دلانے کی ضرورت نہیں ہم میں پورا جوش اور پوری غیرت ہو۔ اور انشاء اللہ ہماری تلواریں شاہزادہ عزیز کو ڈھونڈ نکالیں گی میں اس وقت جاتا ہوں اور سلطان صلاح الدین کو اس معرکہ کی خبر دینگا اور سارا حال مفصل بیان کروں گا پھر جیسا وہ حکم دینگے کیا جائیگا۔

سب لوگ اسی جھم میں بیٹھے رہے اور یہ شخص گھوڑے پر سوار ہو کر علم کے جنوبی جانب کوہ کارمل کی طرف روانہ ہوا۔ کیونکہ سلطان صلاح الدین کی فوج اسی جانب اتر رہی ہوئی تھی۔

اس سوار کے جانے کے بعد سب لوگ دیر تک خاموش رہے۔ ان صورتوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ دیر کوئی صدمہ ہوا اور جو کھڑیاں گذرتی ہیں بڑھتا جاتا ہے جیمین بالکل سناٹا ہو گیا۔ اگرچہ خالی نہ تھا مگر سب پر فکر اور غم اور یاس کا اثر دکھانے والی غفلت طاری تھی۔ آخر چہ ایک شخص نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور رد کے لہجے میں کہا۔ اگر شاہزادہ عزیز کا پتہ نہ لگتا تو سلطان صلاح الدین کا جو ہلہ پست

ہو جاوے گا۔ جوان بیٹے کا غم تھوڑا نہیں ہوتا ہے۔

دوسرے نے حجاب دیا بیشک یہ بہت بدشگونی ہوئی ہو کہین ایسا سو کہ افرنجیوں کو اپنے اسادے میں کامیابی ہو جائے۔ مجھے تو اسی بات کا ڈر ہے۔ خدا خواستہ اس لڑائی کا یہ نتیجہ ہو تو ہمارے عزت و ابر و عرب کی بہادری کو اپنے ساتھ لے ڈوبے گی۔ ایک ترکی افسر جو اس خیمہ میں موجود تھا برا فروختہ ہو کر بول اٹھا کیا کہتے ہو اسطرح صلاح الدین ان لوگوں میں نہیں ہی حوالہ الی سے منہ چراتے ہیں۔ یا اور کھو۔ مانا کہ یہ مقدمہ بہت نازک اور جانگز اسے۔ مگر اس سے اسکی بہادری اور ترقی کر جائے گی وہ سارے فرنگستان کے دھوین اڑا دیگا۔ وہ عورتوں کی طرح بات سے بد فالی اور بدشگونی نہیں لیا کرتا ہو وہ اسلام کا دوست ہو دو بھائی اور بیٹوں کے لیے خدا کو نہیں بھولتا۔ یہ سلاطین نہیں تم غلطی پر ہو شاید سلطان کا مزاج ابھی تک تم نہیں پہچان سکے وہ جہاں بڑے بہادر بڑے جری اور بڑے جان فروش ہیں وہ ان کے مزاج میں رحم اور نرمی بھی بہت ہو تم اس روز موجود تھے کیا دیکھا ہو گا کہ اس افرنجی عورت کے رونے پر وہ کس قدر بیتاب ہو گئے تھے۔ جنگ اسکا بچہ منگوانہ دیا آگے نہ بڑھے۔

دوسرا افرنجیہ کون؟ اور بچہ کیسا؟

یہ سلاطین ایک دن سلطان کی سواری جاری تھی۔ ناگمان ایک افرنجیہ جوان عورت ان کے سامنے آئی اور آتے ہی زمین پر لوٹنے لگی۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کے بچے کو کوئی بدوی افرنجی کیمپ سے چرائے گیا ہو۔ یہ حال سننے ہی سلطان کی نگہوں میں آنسو بھرائے اور حکم دیا کہ جس طرح ہو سکے بچہ اسی وقت لائے حاضر کیا جائے خوش نصیبی سے تھوڑی ہی دیر میں پتہ لگ گیا جس شخص نے اس بچے کو بول لیا تھا لاکے حاضر کیا عورت نے نہ دیکھتے ہی اپنے بچہ کو سینہ سے لپٹا لیا۔ یہ بڑی رقیق القلبی کی بات ہے۔ اور جس شخص کا دل نرم ہوتا ہے اُس پر ایسے امر بڑا اثر

اس واقعہ کو جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ فی اخبار المصرو القاهرہ اور مورخوں نے اور کتابوں میں بیان کیا ہو سلطان صلاح الدین کی رحمہ لی اور انصاف پسندی و سادی دنیا میں مشہور ہے جسکو یہ قصہ بھی ثابت کرتا ہے۔

کر جاتے ہیں وہ اپنے پس من نہیں رہتا اور مجبور ہو جاتا ہے۔
 ترک کی افسر نے یہ خاص بہادری کی پہچان ہو پس اسی مزاج کا آدمی خدا کی راہ میں
 جان فروشی کر سکتا ہو ہمارا دین اُس بہادری کو ہرگز نہیں پسند کرتا جو رحم کو بالکل مٹا
 دے۔ سلطان کو مظلوم پر بیشک رحم آتا ہے مگر وہ بودا اور بزدل نہیں۔

یہ بات تمام نمونے پانی تھی کہ باہر شہر کی آواز آئی اور کئی آدمی گھبرا گئے کہ
 اٹھ یہ شور کیسا ہے چلو دیکھیں؟ سپاہیوں کو خصوصاً جنگ کے زمانہ میں ہر وقت لڑائی
 کا احتمال ہوا کرتا ہے اس شور پر بھی ان لوگوں کو کچھ اسی قسم کا خیال ہوا تلواروں کو
 خوب غور سے دیکھ لیا کہ کھینچتے وقت رگین کی توڑ پھوٹ لے لے رہے تھے جسے عرب کی بہادری
 بڑی آن بان کے ساتھ ظاہر ہوتی تھی ہاتھوں میں لیے اور اپنے نزدیک مستعد جنگ
 ہو کر نیچے سے باہر نکل پڑے باہر نکل کے دیکھا تو کچھ فاصلے پر فوجی سپاہیوں کا غول
 نظر پڑا بجلافت ایسے کہ قتل و خون کا بازار گرم ہوا ایک بازدار سا لگا ہوا ہو۔ اور ترکی
 اور عربی سپاہی کھڑے آپس میں ہنس بول رہے ہیں۔

ان سبھوں کو حیرت ہوئی کہ کیا ماجرا ہے۔ ترک کی افسر نے ایک سپاہی کو
 اشارے سے بلایا اور پوچھا۔
 ”یہ بھیڑ کیسی لگی ہے۔“

سپاہی۔ صاحب ایک بدوی کو ایک افرنجیہ لونڈی لایا ہے۔ بڑی خوبصورت
 لونڈی ہے ایسا حسن شاید بہت کم کسی کی نظر سے گذرا ہو گا۔
 ترک کی افسر نے پھر اسے کہنے مول لیا۔

سپاہی۔ حضور نے کون؟ وہ دام اس قدر کمنا ہے کہ کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔
 سب لوگ کھڑے فقط صورت دیکھ رہے ہیں۔

ترک کی افسر۔ اچھا اس بدوی کو یہاں لایا اور دیکھو کسی لونڈی لایا ہے۔
 وہ سوار و سوار ہوا گیا اور بدوی کو خیمہ کی طرف آئینکا اشارہ کیا بھیڑ بیک
 پھٹ گئی اور ایک سیاہ قام دہقان کسی دو شیزہ اور نازک اندام لڑکی کو لیے ہوئے آگے
 بڑھا اس دہقانی نے خیمے کے پاس آگے سب کو کو سلام کیا اور عربی زبان میں کہنے لگا۔
 میں اس جاریہ کو نہ صرف امیر تونج کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لایا ہوں۔

مجھے اُمید ہے کہ مجھ ذلیل شخص کے ہدیہ کو حضور شاہزادہ عزیز قبول فرمائیں گے۔
یہ جملہ سنتے ہی ان لوگوں نے جو مجھے کے دروازے پر کھڑے تھے ایک دوسرے کا
منہ دیکھا اور سناٹے میں آ گئے۔

ترکی افسر۔ واقعی یہ لونڈی ہمارے شاہزادہ کے قابل تھی مگر!۔
دوسرے افسر نے بات کاٹ کر کہا۔

افسوس کس بات کا۔ غالباً جلد ہی موقع ملے گا کہ انکے جھنڈے کے نیچے آئین گرہ وقت
وہ نہیں ہیں تو کل آجائیں گے سلطان کے پاس کسی ضرورت ہی سے گئے ہیں۔
ایک سیاہی۔ کیا ہمارے شاہزادے صاحب نہیں ہیں کسی کو خبر بھی ہوئی!
سلطان کے ہاں کب گئے۔

افسر۔ رات کو سلطان کا بھیجا ہوا ایک سوار آیا اُسی وقت چلے گئے کوئی ضروری
کام تھا۔

سیاہی۔ تو کب آئیں گے۔

افسر۔ اب جب آئیں۔ مگر جلدی آئیں گے۔

بدوی۔ تو کیا میں نا کام پھر جاؤں۔

افسر۔ تم اس لونڈی کو اگر شاہزادہ عزیز کے لیے لائے ہو تو یہاں چھوڑ جا سکتے ہو۔
جب وہ آجائیں خود ہی آ کے انعام لیجا نا۔ مگر دس بارہ روز بھر کے آنا۔

بدوی۔ تو یہ کام آپ کا ہے یہ لونڈی حفاظت سے رہے۔

افسر۔ اس امر میں تم مطمئن رہو۔ شاہزادہ عزیز کی خدمت کو ہم سب تہل سے
حاضر ہیں۔

بدوی نے لونڈی کا تازک اور پیارا پیارا ہاتھ افسر کے ہاتھ میں دیا اور سلام کر کے
چلا گیا۔

اس لونڈی نے اگرچہ اپنی قسمت کا یہ بہت بڑا تغیر دیکھا مگر آنکھیں نیچی کیے ایک
دلفریب ادا سے کھڑی رہی۔ ہاں اُسکے پُر حسرت سکوت سے ظاہر ہوتا تھا۔
کہ صرف شرم ہی سے وہ چپ چاپ تھیں ہے بلکہ غم بھی بہت کچھ اُسکے دل پر قبضہ
کیے ہوئے ہر پوری کسی ہونی آئینوں کا ایک ریشمی زرد کرتا زیب تن تھا۔ اور اُسپر

بھورے بالوں کی لیٹیں بکھری ہوئی تھیں۔ نازک اور چکنے رخساروں کو شرم اور خجستہ نے گویا ہلدی کے ہلکے رنگ میں رنگ دیا تھا۔ اور ملک شام کے ریگستان کی پریشانی ہوائے گرد آلود کر کے اور بھی سروپ کر دیا تھا۔

مگر نظر فریب بھولا پن جو اُسکے بگڑے ہوئے حسن کو ایک خاص قسم کی رونق دیرہا تھا اور خصوصاً اس وقت جبکہ ندامت کے باعث وہ چہرہ کسی قدیر سیما ہوا نظر آتا تھا حسن پرستوں کو ہرگز موقع نہیں دیتا تھا کہ اُسکی طرف مائل ہونے سے دل کو ذرا بھی روک سکیں۔

ترکی افسر دیر تک اُسکے حسن عالم فریب کو حیرت کی نظر سے دیکھتا رہا اُس پر ایک محویت طاری ہو گئی۔ بمشکل اُسنے اپنے حواس بجا کیے اور اُس حور و شادابی کو شاہزادے عزیز کے خیمہ میں لے گیا۔ خیمہ میں لیجا کے پوچھنے لگا اے نازنین تم کون ہو اور اس بدوی کا ہاتھ تم تک کیونکر پہنچ سکا۔

نازنین نے فریج زبان میں کہا۔ مگر ترکی افسر ذرا نہ سمجھ سکا۔ بیک کے خیمہ کے دروازے کے پاس گیا اور کسی افسر کو بلایا یہ دوسرا افسر یورپ کی اکثر زبانیں جانتا تھا اُسنے آتے ہی اُس نازنین سے سوال کیا۔ کیا تم فرانس کی رہنے والی ہو۔

نازنین ۛۛ (حرم کی آواز سے) نہیں صاحب فرانس سے اُس طرف ایک جزیرہ ہے انگلستان۔ وہاں کی رہنے والی ہوں۔

افسر ۛۛ تو شاید تم شاہ رچرڈ کے ساتھ یہاں آئی ہو کیوں؟ اور تم کو خاص اُس کے خاندان سے تعلق ہو تو کچھ عجیب نہیں۔

نازنین ۛۛ میں آئی تو شاہ رچرڈ کے ساتھ ہوں۔ مگر اُنکے خاندان سے کچھ علاوہ نہیں اُنکی میں ایک غریب خادمہ ہوں۔

افسر ۛۛ تو شاید تمہارا ساتھ رہنا ملکہ کو ناگوار گذرتا ہوگا۔

نازنین ۛۛ کیوں۔

افسر ۛۛ اسلیے کہ تمہارے سامنے اُنھیں اپنی صورت بڑی معلوم ہوتی ہوگی اور واقعی تمہاری سہمی حسین لڑکی شاید یورپ بھر میں نہوگی۔

نازنین ۛۛ (شرما کر) میں کیا ہوں سیکڑوں مجھ سے اچھی لونڈیاں اُنکی خدمت میں رہتی ہیں۔

پہلے افسر کو اس شرمندگی کی اداسے جواب دینا کچھ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ اپنے ساتھی کی طرف
مخاطب ہو کر بیچ میں بول اٹھا۔ کیونکہ کیا کہتی ہے۔ کچھ حال معلوم ہوا۔
دوسرا افسر سدیکھو پوچھتا ہوں۔ پھر اس لڑکی کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ اگر
خاندان کا پتہ دینے میں تمہیں عذر ہے تو کیا پتا نام بھی نہ بتاؤ گی۔

نازنین۔ (آہ سرد کھینچ کر) اب میں اپنا بھلا نام بتا کے کیا کرو گی؟ ہنسی زاد زندگی کے
ساتھ وہ نام بھی گیا۔ لونڈی کے لیے ہر جگہ اور نام تجویز کیا جاتا ہو یا میرے کچھ نام میں
اتنا کہنے پائی تھی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

ترکی افسر ولد ہی کرنے لگا اُس نے کہا۔ تم گھر آؤ نہیں تمہارے ساتھ ہرگز وہ سلوک
نہ کیا جائیگا جو دنیا میں معمولاً لونڈیوں کے ساتھ کیا جاتا ہو اور تم کو معلوم ہو گا کہ اہل عرب
لونڈیوں کو بالکل بیبیوں کی طرح رکھتے ہیں۔ ہم مسلمان لوگ کسی پر ظلم نہیں کرتے
بہت سے مسلمان افریقیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے۔ اور اُنکے ساتھ وہ برائسلوکیان
اور سختیاں کی گئیں کہ بیچارے تربیب تربیب کے مر گئے۔ مگر مسلمانوں سے کسی کو ہرگز ایسی
امید نہیں ہو سکتی ہمارے مرد غلاموں کو بھائی اور عورتیں لونڈیوں کو بہن سمجھتی ہیں۔

اسلام دنیا میں برا مضبوط اتفاق پیدا کرنے آیا ہے وہ سب قوموں اور سب
ملک والوں کو ایک کر دیتا ہے اور تمہیں تو ناز کرنا چاہیے کہ تم سلطان صلاح الدین
کی بہو اور اُسکے ولیعہد شاہزادہ عزیز کی پیاری بی بی بنے کہ ہو گی بیشک عورت
کے لیے یہ بڑی فخر کی بات ہے۔

اسلام یہ عریک عام دستور تھا کہ دہشتدہی کا اظہار صرف غلاموں کی وضع اور لباس سے کیا کرتے ہیں جسے
عرب قدیم کی سوسائٹی پر غائر نظر ڈالی ہو وہ اس پر کو بخوبی جانتا ہو گا کہ کتب حلوت سے بھی اسکا
پتہ لگتا ہو ایک صحابی کے ساتھ اُنکا غلام بھی تھا مگر لوگوں کو حیرت ہوئی جب دیکھا کہ اُنکے لباس میں ان و ظلم کے
لباس میں نہ فرق نہیں ہو پوچھا تو کہا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کو اپنا ہمیشہ
رکھنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اس لیے جو میں پہنتا ہوں وہی اُسے پہننا تا ہوں اور جو کھاتا ہوں وہی
اُسے کھلاتا ہوں یہ ہمارا رواج کی احتیاط تھی اور اسوجہ سے لوگوں کو حیرت ہوئی۔ ورنہ عرب کا
عام دستور تھا کہ غلاموں اور لونڈیوں کو بالکل اپنے مثل عورت و آبرو کے ساتھ رکھتے تھے۔

نازنین۔ مگر میں ان باتوں کو اپنی بیعتی سمجھتی ہوں۔
 ترک کی افسر۔ تم سمجھا کر دو۔ مگر یہ وہ امر ہے جسکی تمھارے بادشاہ رجز کو نہا ہے۔
 نازنین۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ہمارا شیر دل بادشاہ اس قسم کی ذلت کو ہرگز نہ گوارا کرے گا۔
 ترک کی افسر۔ تمھیں تو معلوم ہی نہیں خود اسکی درخواست ہے کہ اسکی بہن کی شادی
 سلطان کے بھائی کے ساتھ ہو جائے۔

نازنین۔ شاید ایسا ہی ہو مگر میں اس گیزی کو ہرگز پسند نہ کروں گی۔
 ترک کی افسر۔ تمھاری یہ بڑی غلطی ہے اسکو گیزی نہ سمجھو کسی اور شخص کے لیے بھلا
 اس سے زیادہ کیا کامیابی ہو سکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کی ایک عالیشان ملکہ ہو۔
 اب اس نازنین نے ایک شرمندگی کی اداسے گردن جھکالی اور نہایت سادہ
 دلی اور بھولے پن سے بچے دیکھنے لگی افسر اپنے دوست دوسرے افسر کی طرف متوجہ
 ہوا اور کہنے لگا۔

یہ لڑکی کسی بڑے معزز خاندان کی معلوم ہوتی ہے مگر کسی طرح نہیں بتائی کہ کون
 ہو اور کیونکر۔ ہاں دیکھو میں پوچھتا ہوں کہ کیا نکر بیان آئی شاید کچھ حال معلوم ہو جائے
 یہ کمکر پھر اس حور و روش کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم بیان کیونکر
 آئیں۔

نازنین۔ بس یہی کہ دنیا کافی ہے کہ قسمت لے آئی۔
 افسر۔ یہ تو معلوم ہے مگر کو قسمت کہیں ذریعہ سے اور کیونکر لائی۔

۱۷۔ اس امر کو تمام مورخین تسلیم کرتے ہیں کہ انگریزی مشہور مؤرخ گین نے اپنی ہسٹری آف راجن ایمپائر
 میں اسکا اعتراف کیا ہے اور عربی مورخ بھی اس واقعہ کو تفصیل کیساتھ بیان کرتے ہیں ابن اثیر ابو الفدا
 اور مورخوں کو مباحثہ کیا ہے یہ عجیب بات ہے کہ چونکہ جریشاہ بادشاہ شہنشاہ تھے کہ جتنا زور آیا تو
 لڑنے کو اور شام میں پہنچ کر مسلمانوں کے ہاتھ میں آئی خدای شہر لنگا ہے اس حال معلوم ہوتا ہے کہ چرچ
 کی نظر میں سلطان صلاح الدین کی کشتی و قعت تھی۔ اور کشتی و قعت اسکا لہجہ مان گیا تھا۔ یہ نکاح
 اسوجہ سے نہ ہوا کہ رجز کی بہن صلاح الدین کے بھائی سے یہ اقرا لیتا چاہتی تھی کہ وہ دوسری
 شادی نہ کرے اور نہ کوئی حرم رکھے مگر اس زمانہ میں کسی مسلمان کو بھلا یہ کب منظور ہو سکتا تھا۔

نازنین۔ وہی بدوسی عرب گرفتار کر لایا۔ میں تو پہلے اپنے انگریزی کیمپ سے چھٹکر
دل میں خوش ہوئی تھی۔ مگر ہاے۔ بے اختیار روئے لگی اور اس روئے کے ساتھ
کسی قدر شرمندگی بھی اسکے چہرے سے ظاہر ہوتی تھی۔ ہاے میں بڑی قسمت ہوں
کیا کہوں کہ میرے دل میں کیسی آرزو پیدا ہوئی تھی اور کیا ہو گیا۔ افسوس! میں
کچھ زبان سے بھی نہیں نکال سکتی۔

افسر۔ آخر بیان تو کرو کیا ہوا۔

نازنین۔ نہیں کچھ نہیں ہوا۔ اب آپ مجھے زیادہ نہ ستائیے۔ مجھ میں اب بات
کرنے کی بھی طاقت نہیں۔

پہلے افسر نے جب اتنی دیر تک دونوں کو فرانسیسی زبان میں باتیں کرتے دیکھا
تو خاموش رہا گیا اپنے ساتھی ترکی افسر سے کہنے لگا۔ خیر نہیں بتاتی ہے تو جانے دو
اس وقت زیادہ دل دکھانے سے فائدہ۔

دوسرا افسر۔ میں نے ہزار کوشش کی مگر نہیں بتاتی خیر۔ اب کو یہ کہاں رکھی
جائیگی شاہزادہ عزیز کی حرم سرا میں بھیجنا تو نامناسب ہو۔ کیونکہ وہاں تو اس غریب
لڑکی کو تکلیف ہوگی۔

پہلا افسر۔ حرم سرا میں نہ بھیجیں تو کہاں رکھیں۔

دوسرا افسر۔ اسکو اسی خیمہ میں رکھنا چاہیے خدمت وغیرہ کے لیے میں دو لوٹریاں
بھیج دوں گا ظاہر یہ ایک بڑے خاندان کی لڑکی ہے۔ اسکو اسکی قدر کرنا چاہیے۔

پہلا افسر۔ بیشک شان و شوکت سے رکھنا چاہیے۔ یہ تو ہمارا مذہبی آئینہ دین ہے
آپ حضرت فرماتے ہیں اکو مرعز بنو قوم ذلیل (کسی قوم کا معزز آدمی ذلیل ہو گیا ہو
اسکی عزت کرو) مگر میں سمجھتا ہوں یہاں رہنے میں اسے تکلیف ہوگی۔

دوسرا افسر۔ نہیں کچھ تکلیف نہوگی۔ اس افرنجیہ دلگیر لڑکی کے لیے اس خیمہ سے
زیادہ آرام کی جگہ کہیں نہیں ہے۔ بس اب دیر نہ لگاؤ میں جاتا ہوں اپنے خیمہ سے
دو لوٹریاں کو بھیجے دیتا ہوں۔

پہلا افسر۔ مگر ذرا اسکی دلہنہی تو کرتے جاؤ۔ میں فرانسیسی زبان نہیں جانتا ورنہ
میں بھی تسلی دیتا۔

دوسرا۔ نہیں اب کچھ ضرورت نہیں۔ میں نے بخوبی سمجھا دیا ہے۔
یہ کہہ کے وہ افسر چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد دو حسین لونڈیاں آئیں جنہیں سے ایک
فرانس کی تھی اور دوسری اٹلی کے مشہور اسلطنت روما کی رہنے والی تھی۔ جو افسر
رہبان اس کم عمر لڑکی پاس کھڑا تھا اُسے اون دونوں لونڈیوں کو خد شکنہ ارمی کی
تائید کی اور غیہ سے نکل کے چلا گیا۔

چوتھا باب

قید

صحراے زابلون کی ریگ میں ہر طرف چھوٹے چھوٹے دریا بندائی دھوپ میں چمک
رہے ہیں۔ مغرب کی طرف خلیج عکہ کی طرف تاپید کنار پانی تیز ہوا کے سبب سے
ساحل شام کو پھیرے دے رہا ہے۔ حسین جا بجا جہازوں کے بادبان اور مستولون
جھنڈے اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

جنوب کی جانب سے نہر المقطع کوہ کارمل کے سلسلے کو قطع کرتی ہوئی آئی ہوا اور
خلیج عکہ میں گر رہی ہے۔ اُسی طرف نہر المقطع کے اُس پار شہر کیفہ ساحل پر آباد ہے
اور اُسکی شہر تباہ اور مسجدوں کے اونچے اونچے مینار اور بلند عمارتیں سنہری دھوپ
میں رنگی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔

کوہ کارمل کا سلسلہ رفتار نظر کی حد میں قائم کرتا ہوا دور تک مشرق اور شمال
کی جانب چلا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ مقام جہاں سے نہر المقطع آئی ہے
کھل گیا ہے اور نظر کو صحراے زابلون سے نکال کر صحراے سدرائیلون کے سین میں
پہنچا دیتا ہے جہاں بالو کے ٹیلے ایک دلچسپ کیفیت دکھاتے ہیں نہر المقطع کے
میں نکاس پر بلند شیخ کی کہنہ اور کم حیثیت عمارتیں دکھائی دیتی ہیں۔

صحراے زابلون اُس ریگستانی میدان کو کہتے ہیں جو عکہ اور کیفہ کے درمیان میں
واقع ہے یہ میدان عرضاً نو میل اور طولاً دس میل کے پھیلاؤ میں ہے۔

عکہ یہ صحرا کوہ کارمل کے جنوبی دامن سے شروع ہوا ہے اور بہت دور تک واقع ہوا ہے۔
سہ یہ گاؤں کیفہ سے ایک گھنٹہ کی لہ پر ہوا زمین کوہ کارمل کے سلسلے میں ایک گھائی کے اندر واقع ہے۔

شمال کی طرف دیر سے ایسے اس کشادہ صحرائی حد بندی کر رہا ہو جس کے کنارے شہر عکہ آباد ہو
عکہ کی عمارتیں بعد کی وجہ سے مچھروں کے جھنڈوں میں چھپی اور کچھ کچھ مٹی مٹی اور ایک
قسم کے دھوین میں ڈوبی جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ شہر المقطع کے اُس پار جنوب کی طرف
مصری جیسے قطار و قطار دور تک چلے گئے ہیں۔ صحرائے عرب میں بالو کے ٹیلے کو سون
تک یا دہنی سلسلہ وار نظر آتے ہیں جس طرح اس وقت یہ حمیہ نہرا المقطع کے کنارے کنارے
دکھائی دیر ہے ہیں۔

عربی فوج اپنے جنگی اسلحہ سے آراستہ خامہ بندھے نہرا المقطع کے اُس پار اتری ہے
اور صحرائے زابلوٹن کی جنوبی حد پر صفین باندھے کھڑی ہو۔ شمال کی جانب جدھر
عکہ کی مسجدوں کے مینار نظر آتے ہیں اور جہان بلند اسلامی جھنڈے کا پھر سرا ہوا میں
لہرا رہا ہے اُس طرف عکہ کی شہر پناہ کے باہر نہرا خیمے نصب ہیں اور انگریزی فوج
اُس میں سے نکل نکلتا مرتب ہو رہی ہے۔ اور گویا فوجی نفاذہ کی آواز پر کان لگائے
کھڑی ہے کہ آواز آتے ہی غنیم کی فوج پر حملہ کرے۔

آسمان صاف ہے۔ اور اسکی نیلگی نے مغرب کی جانب بیکرہ روم کے متلاطم موجوں کو
بھی اپنے بگڑے رنگ دیا ہو آفتاب کا عکس دونوں طرف کی ساکت فوجوں کی آنکھ
پر بغیر کسی قسم کی حرکت کے ترپا رہا ہو عجیب و غریب سین موت دیکھنے سے تعلق رکھتا
ہے کہ کس طرح بر طبیعت میں ایک قسم کی جرات پیدا کر رہا ہے۔ یہی اور صاف آسمان
نیچے کشادہ میدان کے دونوں کناروں پر خیموں کی سفید سفید قطاریں اور ان کے آگے
دونوں جانب مسلح اور جان فروش سپاہیوں کی طوفا فی صفیں جمی ہو رہا جابجا جھنڈے بلند
ہیں۔ اسوقت کی تیز ہوا میں ان کے پھر بیرون کا بڑی آبی بان سے اوڑھا اور
پھر ان دونوں فوجوں کے درمیان چھوٹا ہوا مسلح سفید میدان میں سب باتوں کے

عہ اس رٹائی کا مختصر حال یہ ہو کہ اہل یورپ شہر عکہ کا محاصرہ کیا تھا اسلحہ والے محصور تھے
مگر اطاعت نہیں قبول کرتے تھے اور سلطان صلاح الدین باہر سے آئی مدد کرنا چاہی مگر مسیون
موقعہ تنہا اسی وجہ سے سلطان صلاح الدین کی فوج باہر اہل یورپ کے لئے ہی تھی اور عکہ کے
اندر واسے ملک اپنی حیثیت کے موافق مقابلہ کر رہے تھے۔

علاوہ ادھر شہر ملک کی بلند عمارتوں پر اسلامی نشانوں کا اڑنا اور یورپین فوج کے ایک خاص حصے کا ادھر رخ کر کے صفت باندھنا ان سبے ملکر کچھ ایسی موثر کیفیت پیدا کر دی ہے کہ جو جو گھڑیاں گزرتی ہیں سپاہیوں کا جوش اور ترقی کرتا ہے۔ دونوں طرف کے سپاہی سامنے غنیم کی فوج کو غضب آلود نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ادھر سے نظر اٹھاتے وقت اُس میدان کو بھی حسرت اور غور کی نظر سے دیکھ لیتے ہیں کہ تھوڑی دیر میں خدا جانے کس کس کا بستر خواب ہوگا اور خدا جانے کون کون جان فروش اُس خدا کے بچائے ہوئے فرش پر لیٹ کر صبح عشاء کا انتظار کرنے لگے گا۔

جیسائیوں کے خیموں کی قطاروں کے نیچے ایک بلند مقام ہے۔ یہ مقام یورپین فوج کے اُن دونوں حصوں کے درمیان میں واقع ہے جن میں سے ایک تو عکہ کا محاصرہ کیے ہوئے ہے اور ایک اُس اسلامی فوج کے مقابلے کو تیار ہے جسے نہر المقطع کے اُس پار اتر کے صف بندی کی ہے۔

میدان جنگ کا سطح تختہ یہاں سے نظر کے سامنے ہے۔ اور اُس قوم کی صفیں حد نظر کو روک رہی ہیں جو وطن۔ مذہب۔ بولی۔ وضع۔ چال چلن۔ ہر حیثیت سے مخالف ہے۔ قسمت کے پردے پر ہر شخص نظر لگائے ہوئے ہے کہ اُس کے اُٹنے ہی دیکھے کیا دکھائی دیتا ہے۔

میدان جنگ کی موثر سنسیری دیکھنے کے لیے اس مقام سے عمدہ جگہ نہیں ہو سکتی کیونکہ عکہ کی مسجدوں کے مینار اور اسکی عمارتیں جیز مصری جھنڈے اُڑ رہے ہیں وہ بھی یہاں سے نزدیک ہی نظر آتے ہیں اور مصری زابلوں کا کشادہ دامن بھی بالکل نگاہ کے سامنے ہے اس بلند مقام پر کچھ قیے نصب ہیں جن میں سے ایک خیمہ نہایت بد تکلف ہے اُسکی خوشنوائی اُسکی شائق و شوکت اور اُسکے آس پاس معتزراہل یورپ کا ٹنگی ٹلواریں لیے گھڑا ہونا بتا رہا ہے کہ بادشاہ یا سپہ سالار فوج اُسیں پیچھے لڑائی کی کیفیت دیکھتا ہوا ہر گے خیموں میں بھی افسران فوج ہیں۔ اسوقت سواشا ہی خیمہ کے سبب خالی پڑے ہیں کیونکہ کل افسران فوج اپنی آہنی زہرین پون پہنکر چلے ہوئے فولادی خود سروں پر رکھ رکھ کے اور پورے اسلحہ سے درست و آراستہ ہو کر میدان جنگ میں پہنچے اور صفوں کے آگے گھومتے دوڑاتے پھرتے ہیں اور ایک ایک سپاہی کے دل میں لڑائی اور دین کا جوش

پیدا کر رہے ہیں بقیہ بادشاہی خیمے میں ہیں اور بادشاہ کے ہمراہ غنیم کے مقابلے کو نکلیں گے مگر ان سب کے خلاف ایک چھوٹا خیمہ جو خالی نہیں معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ایک پورا گارڈ اسکا محاصرہ کیے ہوئے ہے اور سپاہی بڑی ہوشیاری اور سرگرمی سے اسکی نگہداشت میں مصروف ہیں۔ برہنہ تلواریں ہاتھوں میں ہیں اور گویا غفلت کو اپنے پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے۔

خیمے کے اندر ایک طرف نوجوان ترک بیٹھا ہے اور اسکے برابر ہی ایک عورت جسکا سن غالباً تیس سال سے زیادہ ہو گا گردن جھکائے کچھ سوچ رہی ہو دوسری طرف ایک مسلح سپاہی جسکی وردی سے افسری کے بھی کچھ علامات ظاہر ہوتے ہیں۔ کرسی پر تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ اور اس نوجوان ترک اور اس عورت کو گھور گھور کے دیکھ رہا ہے۔

ترکی شخص کی صورت سے ایک عجیب قسم کا اطمینان پایا جاتا ہو نہ تو کوئی باتیں کرنے والا ہو جسکی گفتگو سے دل بیلے نہ کوئی غم کا خیال دل میں ہے کہ حسرتناک اور ایو سی کے ساتھ سکوت اختیار کر لے۔ ہاں یہ خیمہ ہی کچھ دلچسپی کا ذریعہ ہو۔ کہ اسکے ہر جھمکے کو وہ بار بار نظر دوڑا کر دیکھتا ہے۔ اور اپنا دل خوش کرتا ہے۔ اسکی ہر ہنسی کے زمانہ میں خدا جانے کون حیرت کی بات ہو کہ یورپین افسر تیز نظر سے دیکھتے دیکھتے تعجب بھی ہو جاتا ہے۔ آخر یہ ضبط ہو سکا اسنے فرانسیسی زبان میں ذرا بلند آواز سے پوچھا۔

اے نوجوان ترک کیا تجھے اپنی قسمتی پر افسوس بھی نہیں ہوتا۔

نوجوان۔ دین اسلام کے پابند مسلمان ڈرنے کے لیے نہیں پیدا ہوئے ہیں بچپنا اور افسوس کرنا عورتوں کا کام ہے۔ ہاں شاید تمہارے ہاں مرد بھی ایسا کیا کرتے ہوں مگر مسلمان ہرگز ایسے بودے نہیں ہیں۔

افسر۔ (برہم ہو کر) چاہے بہادری ہو مگر حقیقت میں مسلمانوں کو باتیں بنانا خوب آتی ہیں۔ کوئی ایسا بھی ہے جو موت سے نہ ڈرتا ہو۔ موت کا خیال ہر یونین ڈرایا کرتا ہے۔

نوجوان۔ نہیں! نہیں! مسلمان نہیں ڈرتے ہیں۔ بلکہ آرزو مند رہتے ہیں۔

افسرؔ خیر یہ اُس گھڑی معلوم ہو جائیگا۔ جب وہ وقت آئیگا جو قسمت تمہارے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ اگر نہ دیکھا ہوگا تو سنا ضرور ہوگا کہ ہمارے بہادر شیر دل شاہ رچڑنے اُس روز ہزاروں ترکوں کے سر کاٹ کے پھینک دیے تھے تم تو کیا تپے بڑے بہادر شاہ رچڑ کی وہ کارروائی دیکھ کے کانپ اُٹھے۔

نوجوانؔ ہاں تمہاری قوم کے بہادر کانپ اُٹھے ہونگے۔ مگر مسلمان شہادت کے ہر وقت شایق رہتے ہیں۔ اہل اسلام سے بڑھ کر موت کا مشتاق کوئی نہ ہوگا۔ اُنکو وہ عالم جاودان ہر وقت دنیا سے اچھا معلوم ہوتا ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْیٰ نَابِجِ الْمَوْتِیْنِ وَجَنّتِ الْکَافِرِیْنِ (یعنی دنیا مسلمانوں کا قید خانہ اور کافروں کی جنت) فرمایا ہے مجھے اسپر ہر مسلمان ایمان لایا ہے۔

عورتؔ (نوجوان کی طرف مخاطب ہو کر) تم اُلجھتے کیوں ہو۔ جیسا ہوگا دیکھا جائیگا۔

نوجوانؔ ”نہین مین سچ سچ۔“
”ناگمان ایک اور یورپین خیمہ مین آیا جسکی طرف سب کی نظر اٹھ گئی اُس نے آتے ہی افسرؔ کہا۔“

”دراپ کو بادشاہ یاد کرتے ہیں۔“
افسرؔ ہمارے شیر دل اور بہادر بادشاہ۔ چلو۔ یہ کہہ کے اُٹھا اور نہ آنے والے کو ساتھ لے ہوئے چلا گیا۔

نوجوانؔ (عورت سے) اسکی کوئی وجہ نہیں کہ ایک ادنیٰ عیسائی سے دو جاؤں۔ اسلام دینے والا نہیں ہے۔ مین تو مین اگر ہماری طرف کے سب سپاہی مار ڈالے جائیں تو پچھلے شخص کی زبان سے بھی وہی نکلے گا جو مین نے کہا۔

عورتؔ ”تو کیا فائدہ۔ جب انسان پر اسے پس مین ہو تو اسکا کون اختیار۔“
نوجوانؔ ”موس مین بیان بٹھا ہوں خدا جا باری موع نے شوق عامرے کہہ کر قہقہہ کیا۔“
عورتؔ ”ان خیالوں کو بھلا دو۔“

نوجوانؔ ”بھلا یہ خیال بھونے والے ہیں اچھے بیان کسی قسم کی تشویش نہیں۔ ہاں بعض اوقات اس سے دل ٹھہرانے لگتا ہے۔ کہ کوئی بات کریو ابھی نہیں تم بھی

عربی زبان سے نابلد ہو۔ ورنہ تم ہی سے اپنے دل کے راز کتنا۔
 عورت: ”اتو تمہیں میرا اعتبار ہو گیا۔ میں چھوٹ سکتی تھی۔ صرف تمہارے لیے
 بیٹے اپنے اوپر یہ قید گوارا کی؟“

نوجوان: ”میں شک تھے میرا ساتھ دیا اور اپنے شوق سے تھے اپنے تئیں میرا تھی
 بتا کر خود بھنسا لیا۔ مگر میں اسے پسند نہیں کرتا۔“

عورت: ”مجھے تم سے محبت ہو۔ میں ظالم عیسائیوں کا ساتھ دینا ہرگز نہیں پسند کرتی۔
 نوجوان: ”کسی یہودیہ عورت سے مجھ کو اس قدر امید نہ ہو سکتی تھی۔ میں زندگی بھر
 تمہارا احسان ندر ہوں گا وہ لڑکی جو تمہارے ساتھ تھی وہ کون تھی اور کیا ہوئی؟“

عورت: ”افسوس وہ تمہارے ہاتھ سے نکلی۔ اب نہ یلگی بڑے خاندان کی لڑکی
 تھی ایسا خاندان جس پر سارے فرنگستان کو ناز ہے۔ وہ شاہ رچرڈ کی بیٹی تھی جو بچپن سے
 اُسے بڑی پیاری صورت دی ہے پڑھنے لکھنے میں بہت ہوشیار ہے۔ ہول جنگ
 سے بھی خوب واقف ہو۔ اُس کا نشانہ بہت کم خطر کرتا ہے۔ دونوں نشانے جو ہاتھ
 سے لگاتی ہے اور جو نظر سے لگاتی ہے۔ اُس کے احسن کا نام یورپ میں شہرہ ہے۔
 بڑے بڑے شاہزادے اُس کے آرزو مند ہیں تم بڑے خوش قسمت تھے کہ وہ تمہیں
 مانگی۔ مگر ہاے قسمت نے دھوکا دیا۔“

نوجوان: ”اے وفادار یہودیہ تو نے بڑا احسان کیا کہ نازنین کا حال بتایا۔ ہاے
 ہاے وہ میرے ہاتھ سے گئی۔ پورا اب بھی نہ یلگی۔ تقدیر نے کیا بڑے وقت بھنسا یا
 ہے کاش آراوی سے (دسکتا) کہ کسی نہ کسی طرح اُسے ڈھونڈھ نکالنا (جو تک کر)
 تم یہ نہ سمجھنا کہ میں اس قید سے ڈرتا ہوں مجھے جان کا بالکل خوف نہیں۔ مگر افسوس
 یہ جان تو میں اُس دلربا کی صورت کی نذر کر چکا تھا۔ ہاے زیر دستی کر کے ظالم
 نصرانی لیے جاتے ہیں۔ ہاں اتنا اور بتا دو کہ اُس حور و ش کا نام کیا ہے شاید تم کا نام
 دلو کچھ تسکین دے سکے۔“

عورت: ”ورجنا“

نوجوان: ”کتنا پیارا نام ہے اور جتنا اُسے دل تو یاد کر لے مگر ہاے اس نام
 سے تو بیکرا رہی اور۔“

یورپین افسر بھرا گیا تھے کا دروازہ جنوب کی جانب تھا۔ اور چونکہ بلندی پر واقع تھا۔ اسوجہ سے صحراے زابلون اندر بیٹھے دیکھا جاسکتا تھا۔ اس افسر نے آتے وقت نیچے کا دروازہ باندھ دیا اور سامنے کرسی پر بیٹھ کر کہنے لگا: ”آج بڑی بڑائی ہوگی“

نوجوان نے آج۔ (پیر مردگی کے ساتھ) افسوس میں کچھ نہیں کر سکتا۔ افسر نے اب تھوڑی دیر میں سب باتون کا فیصلہ ہو جائیگا (میدان کی طرف اشارہ کر کے) دیکھو مصری فوج پر اجائے کھڑی ہے۔
نوجوان نے اور افرنجی فوج۔

افسر نے وہ ذرا ادھر ہٹ کے ہے۔ اس ٹیلے کے دامن میں جبیر بیچہ نصب ہے جب آگ بڑھے گی تب نظر آئے گی۔
نوجوان نے تو ہم یہاں سے لڑائی کی سیر دیکھ سکیں گے۔
افسر نے بخوبی۔

”نوجوان غور کر کے عربی فوج کو دیکھنے لگا۔ ایک ایک مصری جھنڈے کو حرکت ہوئی نوجوان جوش کے لہجہ میں کہہ اٹھا۔
”اب حملہ ہوا چاہتا ہے۔“

افسر نے نہیں جب ہمارے فوج بڑھے گی تب وہ لوگ بھی لڑنے کا قصد کریں گے۔
نوجوان نے ترکون کی پر جوش طبیعتوں سے تو مجھے اس قسم کی امید نہیں۔
”ناگمان مصری فوج کی طرف سے تقارے کی آواز آئی۔“
نوجوان نے دیکھا نہ۔

”یورپین افسر بھی غور سے ادھر دیکھنے لگا۔“

”اب عرب کی صفوں سے ایک حرکت محسوس ہوتی تھی اور ان کے لیے بڑھپون پر آفتاب کی شعاعیں بھی ارارہ کہ چلتی تھیں۔ اُنکی صفیں عجب شاندار تھیں اور سکوت کے ساتھ ہی بلندی کے دامن سے فوجی تقارے کی آواز گویا قریب ہوتی جاتی تھی اسکے ساتھ ہی بلندی کے دامن سے یورپین فوج نکلی جس میں ہر طرف مرمع اور طلائی صلیبیں بلند تھیں۔“

میلیون کے جواہرات جا بجا تارون کی طرح دھوپ میں جگمگا رہے تھے اور ان کی حرکت سے میدان جنگ کے سینے میں ایک اور لطف پیدا ہو رہا تھا۔ یہ فوج بھی جوش و ہوش بڑی متانت سے دشمن کے استقبال کے شوق میں آگے بڑھتی چلی جاتی تھی۔

”دونوں فوجوں کی حرکت نے دیکھنے والوں کے دلوں پر خوف کا اثر ڈالا۔ اور گویا زمین و آسمان میں جو کوئی چیز تھی وہ زبان حال سے ڈر ڈر کے کہہ رہی تھی۔“
 ”دیکھتے تھوڑی دیر میں کیا ہوتا ہے“

”یہ بہت بڑی فوجیں تھیں اور اصل میں اس سرزمین کی قیمت کا اور اس کے ساتھ ہی دین اسلام و دین مسیحی کی فستوں کا فیصلہ کرنے چلی تھیں۔ اب عزت و آبرو خدا کے ہاتھ ہے۔ دیکھیے میدان کس کے ہاتھ رہتا ہے۔ یورپین فوج تعداد میں ایک لاکھ پچھتر ہزار اور ترکی فوج میں صرف انسی ہزار عربی و ترکی و مصری جوان ہیں۔ مصری فوج کے سوار زیادہ آگے بڑھ آئے اور وہ قیامت کی گھڑی بالکل قریب آگئی۔ جبکہ دونوں فوجوں کا لشکر لجا نہیں گے۔“

”یہ حالت دیکھتے ہی اس افسر کے چہرے پر ایک عجیب قسم کی دہشتناکی برسنے لگی۔ یکایک دلی مختلف جذبات کے ہجوم سے پریشان ہو کے اٹھ کھڑا ہوا خیمے کے دروازے پر جا کے خیمے کے محافظت کرنے والے سپاہیوں کو تاکید کی کہ خوب ہوشیاری سے اپنے کام میں مشغول رہیں۔ خبردار کسی قسم کی غفلت نہ ہو۔ لڑائی شروع ہوا چاہتی ہے ایسے وقت میں اپنے قیدیوں کی طرف ذرا بھی بے پروائی کرنا ستم ڈھا دیگا۔ یہ کہہ کے آگے بڑھا اور حیرت کے ساتھ ہی ودق صحرا سے زابون کو دیکھنے لگا۔ کہ اس کے اُبلے فرش پر تھوڑی دیر میں سیکڑ دن خون کے دھبے پڑ جائیں گے۔“
 ”نوجوان ترک نے یہودیہ کی طرف خطاب کر کے کہا۔“

”ہاں کیا بے بسی ہر میں اپنے ہموطنوں کے لڑنے اور کٹنے کا تماشہ دیکھ رہا ہوں مجھے تو خود اس تماشہ میں شریک ہونا چاہیے تھا۔ لے خدا کا ش مجھے اجازت مل جائے کہ ہر وقت اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ ہمدردی کروں اور شام کو پھر اسی خیمہ میں قیدیوں کی طرح باندھ کے بٹھا دیا جاؤں کیا ان کو نہ میرا جوش مجھے کس قدر بیتاب کیے ڈالتا ہے۔“
 ”یہودیہ نے ہر کو مہر۔ خدا تمہاری مدد کرے گا۔“

نوجوان ” کیونکر ممبر کروں۔ ہاے میں قید کر کے اس جگہ نہ رکھا گیا ہوتا کیا اور کوئی جگہ نہ تھی۔“

یہودیہ ” اگر ممبر نہیں ہو سکتا تو ادھر نہ دیکھو۔“

نوجوان ” کیونکر نہ دیکھوں یہ بھی تو۔“

مدیجے کی حراست کرنیوالے مسیحی نوجوانوں میں سے ایک جو اپنے افسر کے برابر کھڑا میدان جنگ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ یک بیک چیخ کے گر پڑا۔ اور تڑپنے لگا۔ (ابن یہ کیا ہوا) لوگوں نے دوڑ کر دیکھا تو اُس شخص کی پیٹھ پر ایک تیر پڑا تھا۔ جسکی نوک دل کو چھید کر سینے سے نکل گئی تھی۔ وہ شخص دو تین دفعہ تڑپا اور لوگ گھبرا گھبرا کے چاروں طرف دیکھنے لگے کہ یہ تیر کدھر سے آیا۔“

”یہ یورپین افسر نے مد کے دیکھا اور دیکھتے ہی جھلا کے کہہ اٹھا اہا ہا اور تھوڑی دیر میں شروع ہو گئی۔ ادیکھو ترکی فوج عک کے شہر بنیہ سے تیر باری کر رہی ہے یہاں سے ہسٹ کے کھڑا ہونا چاہیے۔ اتنا کہا اور خیمہ کے قریب آ گیا۔ تاکہ خیمہ کی آڑ میں رہے اور پشت کی طرف سے کسی تیر وغیرہ کا اندیشہ نہ رہے اطمینان سے کھڑے ہو کر سامنے دیکھا تو وہ بھلائی ساعت نظر کے سامنے ہو گئی۔ جبکہ ترکی اور انگریزی فوجیں مل گئیں اور میدان قیامت گرم ہو گیا۔“

”یہ عجیب مؤثر وقت تھا۔ خود لڑنے والوں پر اسقدر اثر نہ ہوتا ہو گا۔ جسقدر دیکھنے والوں پر ہو رہا تھا۔“

عربی فوج والے اپنی زبان میں رجز کے اشعار پڑھ پڑھ کے اللہ اکبر کی صدا بلند کرتے تھے میدان دونوں طرف کے سپاہیوں کی پر جوش آوازوں سے گونج رہا تھا اور ہر قسم کے مختلف اسلحہ بڑی بے ترتیبی کے ساتھ اپنے اپنے موقع پر کام میں لائے جاتے تھے۔ تلواریں بلند ہوتی تھیں۔ اور کسی کی جان کا قصد کرتی ہوئی جھک پڑتی تھیں خون کی چھینٹیں جا بجا اُڑتی تھیں۔ اور چاروں طرف لوگوں کو کست و خون کے منج رنگ میں رنگ دیتی تھیں۔

دو لوگ اسلحہ کے عمدے اٹھا اٹھا کے اور کاری زخم کھا کھا کے گرتے تھے۔ اور جانفروش سپاہیوں کے قدموں کے نیچے روندے جاتے تھے۔

یورپین رسالے پیام مرگ ہو گئے تھے مگر شیروں سلطان صلاح الدین اپنے بہادر سپاہیوں کا قدردان ہی نہیں بلکہ عاشق تھا۔ مسلمان سواروں پر نصرا بیوں کا یہ ہجوم دیکھتے ہی بیتاب ہو گیا چلا کے اپنے گرد کے سواروں سے کہا۔ اے خداے وحدہ لا شریک کے نام پر بے نفسی سے اپنا جان و مال حرج کرنے والو۔ بڑھو دیکھو تمہارے بھائی کون؟ جنگو خدا ہی نے تمہارا بھائی کہا ہے۔ مشرکوں اور کافروں کے ہاتھوں سے کٹ جاتے ہیں۔ وہ ایماندار ہیں مگر بے ایمانوں میں گھر ہوئے ہیں چلو۔ اور انھیں بچاؤ۔ کھنڈا کی خدمت گزار ہی میں ہمیشہ تمہارے کام آئیں گے۔ اتنا کہا اور لڑائی کے غلدار جنگل میں گھوڑا ڈال دیا۔

سلطان کو صفت اعدا پر حملہ کرتے دیکھ کر کون رک سکتا ہے۔ بہادران اسلام نے زور سے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا اور شکاری جانوروں کی طرح دشمنوں پر جھک پڑے یہ جوش اور ولولے کا وقت تھا کہ میدان جنگ کا پتہ لگا۔ ہر شخص کو ہر طرف سے موت کی صورت نظر آنے لگی۔ سچے عقیدت مند مسلمان غور کر کے آسمان کی طرف دیکھنے لگے کہ خدا کی رحمت تو نازل نہیں ہوتی۔ یا کسی طرف سے کوئی حور تو نہیں نظر آتی مسیحیوں نے واقعی بڑا کمال کیا کہ اس جوش و خروش کے موقع پر اپنے سینے میں ہتھیار لیا اُنکے قدم جیسے رہے اور بڑے دلیرانہ استقلال سے اہل اسلام کی تلواروں کو اپنی شلٹ ڈھانچا اور روکتے رہے اس وقت اگر عیسائی ذرا بھی خامی کرتے تو انکی رحمت پلٹ جاتی مگر نہیں اُنھوں نے بڑی صبر آزمائی اور جانفروشی سے کام لیا۔

گوجیسائی فوج کی عظمت اور کثرت کے آگے مسلمانوں کی کوئی ہستی نہ تھی لیکن مسلمانوں کے ایسے مردانہ اور پر جوش تلوں کا روک لینا نہایت دشوار کام ہوا ایسے موقعوں پر قبل اسکے کہ مسلمانوں کی تلواریں اپنا کام شروع کریں انکی تکبیر کی لڑائی نہ والی آواز ہی ٹھونک قدم اُٹھا کر دیا کرتی ہے۔ دونوں طرف سے بڑی بہادری صرف کی جانے لگی اور قہا کے فتنے بہت تیزی اور خفیت کے ساتھ اپنے کاموں میں سرگرمی دکھانے لگے۔ لوگوں کا کٹ گمنا سپاہیوں کے ہجوم میں جا بجا رہنے والا دیتا تھا اور آگاہانہ لوگوں کی یورش سے وہ رختے غائب ہو جاتے تھے۔ جھنڈوں کے پھر پھر سے ہر طرف اُڑ رہے تھے اور لوہے کی تلواروں کی پڑنے سے ہر جگہ سے جھنکار کی آوازیں بلند تھیں ڈھانچے گویا ہو گئی نہیں مگر تلواروں

اور نیروں سے لڑ رہے تھے۔

خود سلطان صلاح الدین کا دشمنوں کی فوج میں گھس بڑھائی ایسی بات نہ تھی کہ ہر مسلمان سپاہی کے دل میں ایک دلولہ نہ پیدا کر دیتی۔ کوئی مسلمان نہ تھا جو بے خوف دہراں میں بیچوں کے پرجوش دریا میں کود نہ پڑا ہو۔

ادھر یہ حالت دیکھ کر شہر حکمہ والوں کی جرأت بڑھ گئی۔ جنھوں نے فوراً شہر کے دروازے کھول دیے اور بڑی مردانگی کے ساتھ مدد کے بغیر بلند کرتے ہوئے نکل پڑے اُنکے تیر انداز شہر بنابہ کی دیوار پر صف جمائے کھڑے تھے۔ اور عیسائیوں پر تیر و تکانیغہ برسا رہے تھے اور اُنکے سوار اور پائے شہر کے پھاٹکوں سے نکل نکلکے عیسائیوں پر پورے کر رہے تھے۔ شاہ چرچنے پر جوش دیکھا تو اپنے پورے اسلحہ اور لباس جنگ سے آراستہ ہو کر خیمے سے نکلا۔ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اپنے ساتھیوں کو جوش دلاتا ہوا پہاڑی سے اتر اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔

لڑائی کی تیزی اور سپاہیوں کی سرگرمی ایک درجہ اور ترقی کر گئی اب وہ وقت تھا کہ بالکل جنگ مغلوبہ ہو رہی تھی نہ تو مسلمان اور مسیحیوں میں کسی کی صفیں باقی تھیں نہ سوار اپنے اپنے گروہ اور رسالے میں تھے بلکہ عیسائی مسلمانوں میں اور مسلمان عیسائیوں میں داخل ہو گئے تھے۔

ہر شخص اپنے ہی دشمن سے لڑ رہا تھا۔ سوادشمن کے کسی کو کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ قریب تھا کہ سلطان صلاح الدین بیچوں کو منتشر کر کے نکلے والوں سے ملکر شہر میں داخل ہو جائے مگر چرچہ کے غم نے عیسائیوں میں ایسا جوش پیدا کر دیا کہ اُنھوں نے سلطان کو کسی طرح سبائے کا موقع نہ دیا سلطان اور اُسکے ساتھ والے صف میں مسلمان رو رہے کہ کوشش کرتے تھے کہ اس فوج کو مار کے ہٹا دیں۔ جو اُنکے اور شہر حکمہ والوں کے درمیان میں حائل ہو۔ مگر کچھ زیادہ زور نہ جلاتا تھا۔

لڑائی کی تیزی کے ساتھ گرمی کی حدت بھی بڑھتی جاتی تھی آفتاب سربراہ گیا اور گویا آسمان سے عرصہ زود پہاڑ پر کشا نہی کر رہا تھا۔ اپنے لوہے کی سخت اور پائش کی ہوئی شعاعیں پہاڑوں کی چٹانوں اور لوہے سے لڑے ہوئے سپاہیوں کے سینوں میں بالکل پیوست کیے دیتا تھا۔ اور گھوڑوں کے سموں سے بلند ہونے والی

گردین زمین - خود - ملو اور نوزوں کے پھل اندھیری کے تاروں کی طرح چمک رہے تھے - اور لوگوں کے سروں پر اڑتے ہوئے تیروان کی نوکین شہاب ثاقب کی طرح ادا مرد دڑتی اور ایک نورانی خط ڈالتی نظر آتی تھیں -

یہ سین پو تو ہر ایک پر ایک ولولہ انگیز اثر ڈال رہا تھا مگر شاہزادہ عزیز نور الدین یہ عالم دیکھ کر بے چین اور بیتاب ہوا جاتا تھا وہ عجب بے قراری کے ساتھ میدان جنگ کو دیکھ رہا تھا - اسکے ہناق کا کوئی بہادر سپاہی بھی اُسکے پاس نہ تھا - جس سے اپنے جوش کی دہلیز - جو شخص اُسکے پاس تھا - وہ ایک یہودیہ عورت بھی جو اس قتل عام اور یورش کو دیکھ کر سہمی جاتی تھی - اسکے نازک بدن میں لرزہ پڑ گیا تھا اور جو زمانہ گزرتا تھا اس کا خوف ترقی کرتا جاتا تھا - اور زیادہ کانپتی جاتی تھی شاہزادہ عزیز لڑائی کی حالت دیکھنے میں محو ہو رہا تھا اتفاقاً اسکی نظر یہودیہ پر پڑی تو اُسکو خوف زدہ پا کر کہنے لگا کیا تم ڈرتی ہو ڈرنے کا کوئی مقام ہے -

یہودیہ - میں نے آج تک کبھی لڑائی کی صورت نہیں دیکھی تھی اور ایسی لڑائی تو شاید کبھی آپ نے بھی نہ دیکھی ہوگی -
شاہزادہ عزیز - ایسی لڑائی دیکھی ہو یا نہ دیکھی ہو مگر لڑائی کوئی خوف کی چیز نہیں ہے -

یہودیہ - برابر لوگ کٹ کٹ کے گر رہے ہیں اور لڑائی کوئی خوف کی چیز نہیں ہے -

شاہزادہ عزیز - ایس اسلام میں ہی برکت ہو اُس شخص کو کیا خوف ہو سکتا ہے جسے یقین ہو کہ زندہ رہے تو بہادری میں نیک نام ہونگے اور غازی کہلائیں گے مار گئے بہشت میں جائیں گے اور عورون سے بھگنا ہونگے -

یہودیہ - چاہے جو کچھ ہو مگر جان کا خوف تھوڑا بہت ہر شخص کو ہوتا ہے -
شاہزادہ عزیز - ان مسلمانوں کو نہیں ہوتا ہے وہ بڑی جانفروشی سے لڑتے ہیں -
یہودیہ - اب اسوقت تو عیسائی بھی بہادری سے لڑ رہے ہیں -

شاہزادہ عزیز - میں اُنکا قدم جو اب تک جما ہوا ہے صرت اپنی کثرت فوج کی زیادتی سے جما ہوا ہے - پونے دو لاکھ فوج ہونے پر بھی اطمینان نہوگا -

مسلمانوں کی تعریف کرو کہ شمار میں آدھے بھی نہیں ہیں اور محض خدا کی خوشی کیلئے جانیں پیھلیوں پر بے لی ہیں۔

یہودیہ۔ بیشک مسلمان کم ہیں اور بڑی جرات سے مقابلہ کر رہے ہیں مگر میں نہ مانو گی تمھارے سپاہیوں میں بھی جان کا خوف ضرور ہوگا۔ لڑائی اور ایسی عظیم الشان لڑائی کھیل نہیں ہے۔

شاہزادہ مسلمان تو کھیل ہی سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں سے زیادہ اس کھیل کا کھیلنے والا کوئی نہ ملے گا۔ یہودیہ۔ مگر مجھ سے تو یہ قتل و خون نہیں دیکھا جاتا۔

شاہزادہ۔ اور مجھے اپنی بے بسی اور بیدست و پائی کی حسرت مارے ڈالتی ہے کیا کہوں کہ دل پر کیا گزر رہی ہو۔ خدا کی خدمت سے محروم ہوں مسلمان بھائیوں کی مدد نہیں کر سکتا۔ اور ستم یہ کہ اپنی آنکھوں سے انھیں قتل ہوتے دیکھتا ہوں ہائے میرے والد صفت جنگ میں اپنی بہادری دکھا رہے ہیں اور میں یہاں گرفتار ہوں۔

یہودیہ۔ آپ کے والد کون؟ (غور سے شاہزادے کی صورت دیکھی)۔

شاہزادہ۔ وہ بھی انھیں جانا بہ مسلمانوں میں ہیں۔

یہودیہ۔ آخر آپ اپنا حال کیوں چھپاتے ہیں۔

شاہزادہ۔ یہ بھی کسی وقت معلوم ہو جائیگا۔

اباد ن آخر ہو چلا۔ آفتاب زرد بڑا گیا اور آبدار خودوں اور چمکتے ہوئے آسمان پر آخر روز کی سنہری دھوپ طلانی رنگ پھرنے لگی۔ لڑائی جوش و خروش سے ہو رہی تھی دونوں طرف کے سپاہی اگرچہ تھک گئے تھے اور وار کرتے تھے اُنکے ہاتھ پاؤں ٹپٹپٹ ہو گئے تھے مگر اس زخمی کی گھڑی میں جوش ترقی کرتا نظر آتا تھا۔ اور گویا دونوں جانب سے کوششیں ہو رہی تھیں کہ معرکہ کو کل پر نہ اٹھا رکھیں۔ جو کچھ ہونا ہوا آج ہی ہو جائے۔ کوشش تو ہر شخص کر رہا تھا۔ لیکن یہ بات کسی کے اختیار میں نہ تھی۔

بہادار و جانا بہ سلطان صلاح الدین نے ایک طرف اور اُسکے جنگجو بھائی نے دوسری طرف سے ایک سخت حملہ کیا۔ نقیبوں نے کڑک کر فریاد "اللہ اکبر" کیا۔

کیا اس آواز کا سننا تھا کہ اسی ہزار مسلمان سب کے سب چونک پڑے اور ہر ایک کی زبان سے بیساختہ صدا سے تکبیر بلند ہوئی اور اس بیساختہ کلمے کی تکبیر نے جوش دلا کر ہر ایک سے خود بخود ایک ہر جوش حملہ کر دیا۔
 ایک ایک مسلمان سمجھ گئے۔ اور گو یا ایک قسم کے تازہ اطمینان کے ساتھ دشمنوں کو قتل کرنے لگے۔

مسلمانوں کے اس حملہ کا روکنا نہایت مشکل تھا وہ اس دفعہ جان لینے اور جان دینے ہی پر عمل گئے تھے۔ مگر ہوشیار اور تجربہ کار شاہ رچرڈ نے حکم دیا کہ عیسائیوں میں بھی زور زور سے طبل جنگ بجا یا جاوے اب ادھر سے لگا مار دے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہو رہے ہیں اور ادھر شاہانہ رعب و داب طبل جنگ بج رہا ہے۔
 مسلمان عیسائیوں پر پلے پڑتے ہیں اور عیسائی مسلمانوں میں گھسے جاتے ہیں لڑائی اس بے ہراسی اور سکوت سے ہو رہی ہے کہ گویا دونوں طرف کے سپاہی بھاگنا بالکل بھول گئے ہیں۔

الغرض اس سکوت کو آخر وقت یا شام کی پر جوش چڑیوں نے توڑا۔ آفتاب غروب ہو گیا اور شام نمودار ہوئی۔ اوائل ماہ کی روشنی نے تھوڑی بہت بددی اور یہ قتل و خون کا بازار اسی طرح لگا رہا۔ بلکہ جانے کی جلدی میں ہر شخص کو دھن بندھ گئی کہ جو کچھ کرنا ہے کر لو اب آخر پلٹنا ہی ہے۔

چاند بھی غروب ہونے کو تھا کہ مسلمانوں نے آخری کوشش کی۔ سلطان صلاح الدین اور اسکے بھائی نے مسلمانوں کو لٹکارا زور سے تکبیر کی۔ اور اس مرتبہ اہل اسلام اپنے حملہ کو پر زور اور قوی بنانے کے لیے کیسے پھیلے پھیلے اور ایک ساتھ مسیحیوں پر ٹوٹ پڑے تلواریں اپنا کاری اور پورا تصفیہ کرنے والا کام دکھانے لگیں۔ گزرا ایک بڑی رکت آواز دیتے ہوئے پڑتے تھے اور خودوں کو چپکا چپکا دیتے تھے۔

مسیحی اس حملہ کی تاب نہ لا سکے گو اس اضطراب کے عالم میں رچرڈ نے بڑی کوشش کے ساتھ انھیں سنبھالنا چاہا مگر آخر بائون اوکھڑا ہی گئے رات کی تاریکی و دونوں فوجوں کو خواہ مخواہ جدا کرتی۔ مگر ترکوں نے ایک کوہ شکن حملہ کر کے عیسائیوں کو پہلے ہی پسپا کر دیا تھا۔ اس وقت تک کہ مسلمان صلاح الدین مع اپنی فوج کے

شہر مکہ میں داخل ہو جاتا۔ مگر یہ اٹھ گھنٹے سے صبح پر اٹھا رکھا گیا۔ عیسائیوں نے اگرچہ شکست کھائی تھی مگر صرف اسوجہ سے کہ ترکوں نے انکا تعاقب نہیں کیا اپنے خیموں میں جا کے بیٹھ رہے۔

گوا بھی پورا فیصلہ نہیں ہوا تھا اور دونوں جانب کل صبح لڑائی کا کھٹکا تھا لیکن اہل اسلام کے دل بڑھ گئے تھے اپنے نزدیک ہی نہیں حقیقت میں انھوں نے عیسائیوں کو سامنے ہٹا کے پسپا کر دیا تھا۔ وہ یقینی امید رکھتے تھے کہ کل صبح کو پورے طور پر میدان ہمارے ہاتھ رہے گا۔

بخلاف اسکے عیسائیوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بٹھ گیا وہ ڈرتے ہوئے اپنے خیموں میں داخل ہوئے تھے اور متروک تھے کہ کل صبح کو کیونکر دشمن کے مقابلے کو نکلیں گے۔

خوفزدہ ہونے کی بات ہی تھی۔۔ ساٹھ ہزار تین سو پینتالیس لاشیں صرف اپنے ساتھیوں کی عرصہ رزم میں چھوڑ گئے تھے۔ پندرہ سو مسلمانوں نے بھی انکا ساتھ دیا اور فنا کی چادر اوڑھ کے لیٹ رہے۔

سلطان صلاح الدین خوش خوش اپنے خیمہ میں آیا۔ تمام افسران فوج سلطان کے خیمے میں جمع ہوئے اور ایک دوسرے کو فوجندی کی مبارکباد دینے لگے۔ ہر شخص وہ حالات ایک جوش سے ظاہر کر رہا تھا جو دن کو اسکی نظر سے گزرے تھے۔

سلطان۔ الحمد للہ کہ خدا نے آجکل پر خطر لڑائی میں میدان ہمارے ہاتھ رکھا ہے اُنکے لوگ بھی بہت جھٹل گئے۔ اُنکو پسپا بھی کر دیا۔ سب زیادہ یہ ہے کہ ہمارا رعب اُنکے دلوں میں بٹھ گیا۔ اب کل تھوڑی دیر میں ہم انھیں مار کے بھگا دینگے۔ مکن تھا کہ میں آج ہی مکہ والوں سے مل جاتا اور اُنکے بازو مضبوط کر دیتا۔ مگر صرف مسلمانوں کے خیال نے مجھے اس ارادے سے روک دیا۔ وہ دن بھر کے تھکے ماندے تھے اتنے بڑے بھاری دشمن کا مقابلہ بڑی جانفروشی سے کرتے تھے۔ خیر کچھ یہ دوا نہیں۔ کل انشاء اللہ ہم مکہ کی شہر شاہ میں ہونگے اور کوئی کافر عیسائی اس میدان میں نہ نظر آتا ہوگا۔ خط ہزار شکریہ کہ تو نے اپنے سچے خادموں کی کوشش قبول کی مگر افسوس مجھے بالکل خبر نہیں کہ عزیز کمان سے یہ بھی اُسوقت کی بات ہے۔ یکا یک خوف و ہراس

خدا جانے کہاں فائب ہو گیا۔ اگر عہد کی جان کو کوئی صدمہ پہنچا تو میری زندگی دشوار ہو جائے گی۔

سلطان کا بھائی "آج عرصہ جنگ میں پہنچے بڑی کوشش کی کہ کچھ حال معلوم ہو مگر ذرا پتہ نہ چلا۔"

سلطان - میں نے شاہزادہ عزیز کی تحسین میں آج بار بار حملے کر کے عیسائیوں کی فوج کے ہر ہر کوئے کو ڈھونڈ ڈالا۔ مگر سب کوششیں بیکار ہوئیں۔ اے خدا میرے دل کو میرے عزیز کو صدمہ سے بچاؤ!

ایک افسر "حضور آپ زیادہ لمول خون شاہزادہ عزیز کے لیے ہم اپنی اور کافر نصرانیوں کی جان ایک کر دیں گے۔"

دوسرا افسر "بیشک شاہزادہ عزیز کی جستجو بہت جلد وہ دن لائے گی کہ ہماری تلواریں سر زمین شام پر نصرانیوں کے خون کا سیلاب بہا دیں گی۔"

سلطان "آج دیدہ ہو کر" کیا میرا عزیز اس مدد پر سے بھاگے گا؟

ایک افسر "یہ ضرور ہے کہ شاہزادہ عزیز ہمیں بچائیں۔ اور ہمارے بہادر بادشاہ کی دلچسپی ہو۔ ورنہ ہمارے اس شاہزادے کا خو۔"

دوسرا افسر "کیا کہتے ہو۔ ایسا کلمہ زبان سے نہ نکلا جاوے۔ نصرانیوں کو اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ ہمارے شاہزادے کو آنکھ اٹھا کے بڑی نظر سے دیکھیں اگر ذرا بھی اندیشہ ہو تو میں ابھی جا کے شاہ رچرڈ کو تمام شاہانِ یورپ سے اور ہنگے خاندانوں سے دنیا بھر کو خالی کرادوں۔"

سلطان "جو کچھ ہو مگر میرا یہ عالم ہے کہ عزیز کا جب خیال آتا ہو کلیجہ پاش پاش ہو جاتا ہے۔"

"سلطان کے خیمہ میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دربار میں نے عرض کیا حضور شوق مامر کے سوار و نکاسر وار حاضر ہوا ہے۔ اور حضور میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔"

"سلطان نے اجازت دی۔ ایک بن رسیدہ اور تجربہ کار ترک افسر جی میں داخل ہوا اور کہنے لگا۔ خداوند۔ ہمارے سواروں کی نسبت اگر حکم ہو تو سب ہمیں آجائیں اور حضور کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو کر۔ نور الدین شاہزادہ عزیز کی

ایک حرم جسکو ابھی انھوں نے ملاحظہ بھی نہیں فرمایا۔ اصرار کر کے ہمارے ساتھ آئی ہے اور چاہتی ہے کہ جب تک شاہزادے تشریف لائیں آپ کے ہمراہ زندگی بسر کرے۔ سلطانؑ: ”وہ کہاں ہے اُسے میرے سامنے لا کر حاضر کرو۔“ افسرؑ: ”خداوند وہ بڑی باعفت عورت ہے۔ دربار عام میں کیونکر حاضر ہو سکتی ہے۔“ ”حکم سلطان سے کل فوج خیمہ سے نکل گئی صرف سلطان کا بھائی بیٹھارہا۔“ ”ایک حسین و نازنین عورت خیمہ میں داخل ہوئی اور ادب سے سر جھکا کے کھردی ہو گئی۔“

”سلطان اور اُسکا بھائی دونوں نے اُسکے حسن و جمال کو حیرت و استعجاب کی نظرت دیکھا۔ کچھ دیر تک متحیر رہنے کے بعد سلطان نے پوچھا۔“ ”اے پریمی چہرہ لڑکی سچ بتاؤ کون ہے۔“ لڑکیؑ: ”(ننگو فرنیکا زبان میں) صاحب میں عربی زبان نہیں سمجھتی ہوں۔“ سلطانؑ: ”اُسی زبان میں کیا تم فرنگستان کی رہنے والی ہو۔ میں نہیں جانتا تھا۔ اچھا بتاؤ تم کون ہو۔“

لڑکیؑ: ”یہ سب باتیں تو عرض کرنے کی نہیں ہیں۔ مگر بیان حاضر ہونے سے صرف میری غرض یہ تھی کہ ایک مرتبہ آپ کے دربار میں حاضر ہونے کی عورت حاصل ہو تو جو کچھ مجھے عرض کرنا ہے عرض کروں۔“

سلطانؑ: ”(متعجب ہو کر) جلد بیان کرو کہ تمہیں کیا کہنا ہے۔“ لڑکیؑ: ”اپنا ہی حال کوئی مگر آپ توجہ سے سنیں۔ میں انگلستان کے ایک شریف خاندان کی لڑکی ہوں۔“

سلطانؑ: ”انگلستان! وہی جہان کا بادشاہ رچرڈ ہے لڑ رہا ہے۔“ لڑکیؑ: ”جی ہاں وہی میں بہ اطمینان رہنے کے لیے شوق عامر پر بھیج دی گئی تھی جب مسلمانوں نے اُسپر قبضہ کر لیا تو میں اپنے ایک یہودی غلام اور یہودیہ کنیز کے ساتھ بھاگی۔ میرا غلام مجھے ایک سقرے میں لے گیا اور انگلستان والوں نے یہاں آتے وقت یہودیوں پر جو کچھ ظلم کیا تھا اُسکے انتقام میں چاہتا تھا کہ مجھے قتل کر ڈالے ایک مسلمان سپاہی اتفاقاً وہاں پہونچ گیا۔ میرے غلام نے

اس مسلمان کو مار ڈالا۔ میں نے دیر تک اُسکی خوشامد کی مگر اُس نے نہ ماننا تھا نہ مانا لگے موت کا یقین ہو چکا تھا مگر میں نے جان بچانے کی ایک بار اور کوشش کی بے مقصدی سے نکل بھاگی دروازے پر ایک نوجوان معزز اور بہادر مسلمان ملا جس نے مجھے اپنی آڑ میں کر لیا میرا غلام مجھے ڈھونڈتا ہوا باہر نکلا۔ اُس نوجوان مسلمان نے ایک ہی وار میں اُسکا سر اوڑا دیا۔

میں نہیں جانتی کہ وہ مسلمان کون تھا۔ مگر اس قدر ضرور عرض کر دوں گی کہ نہایت حسین اور خوش رو جوان تھا۔ سر پر کٹنی لگی تھی۔ وہ مجھے اور میری یہودی لونڈی کو لے کے روانہ ہوا۔

راستہ میں وہ مجھ پر اپنی محبت و اُلفت ظاہر کرتا گیا۔ اور میں بھی ایک سکوت کے ساتھ اُسکی درخواستوں کو منظور کرتی گئی۔ کیونکہ میرے دل پر اُسکی نظر کا کارسی نشان پڑ چکا تھا میں صاف صاف اپنے دل کا حال بیان کیے دیتی ہوں کہ میں اپنی قوم میں جانے کی بالکل آرزو مند نہیں رہی تھی۔ کیونکہ دنیا میں سوا اسکے کوئی نہیں ہو چکے پاس میں دم بھر بھی خوش رہ سکوں۔ افسوس میری قسمت تھوڑے ہی عرصہ میں وہاں اُمیدین خاک میں ملا دین وہ نوجوان مجھے اور یہودیہ کو لیے ہوئے وہاں پہنچا جہاں اپنا گھوڑا چھوڑ آیا تھا۔ یہ تردد تھا کہ ہم تینوں صرف ایک گھوڑے کی مدد سے کیونکر شوق عامر تک پہنچ سکیں گے۔ اتنے میں ایک طرف کچھ آہٹ معلوم ہوئی وہ نوجوان گھوڑے پر سوار ہوا اور ہم دونوں کو چھوڑ کے آہٹ کی طرف روانہ ہوا کچھ دیر کے بعد شور و غل اور تکبیر کی آوازیں سے معلوم ہوا کہ نوجوان عیسائیوں سے لڑ رہا ہے۔ میں نہیں جانتی کیا نتیجہ ہوا مگر ہاں اس قدر جانتی ہوں کہ اُس نوجوان کے خوش ہمنے اپنے چھتہ سوار اپنی طرف آتے دیکھے ہم دونوں بھاگے۔ میں ایک چٹان کی آڑ میں چھپ رہی مگر یہودیہ بکری لٹکی۔ میں نے اُس چٹائی پر رات گزاری صبح کو کھڑی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ ایک اعرابی نے آکر مجھے پکڑ لیا اور لونڈی بنا کے لپیلا کر شوق عامر کے مسلمانوں کے ہاتھ مجھے بیچ ڈالے۔ مگر وہاں فوج شاہی کو دیکھ کر شاہزادہ کے نیمہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نذر کے طور پر یہ لونڈی شاہزادہ عزیز کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ فوجی افسروں نے مجھے اس سے لے لیا اور اُسکو مہینہ عشرہ کے بعد بلایا۔ اُسوقت صرف مجھے اس قدر معلوم ہوا تھا کہ شاہزادہ عزیز

آپ کی خدمت میں تشریف لائے ہیں۔ مگر جب یہ معلوم ہوا کہ شاہزادہ عزیز کا کینہ بہتہ نہیں اسوقت خیال گذر کہ غالباً شاہزادہ عزیز وہی نوجوان تھا جس نے میری جان بچائی؟

سلطان: ”(ذرا غور کر کے) میرا دل بھی کہتا ہے کہ بیشک میرا بیٹا عزیز وہی تھا جس نے تمہیں تمہارے یہودی غلام کے ہاتھ سے نجات دلوائی۔ اچھا تم مجھ سے بتا سکتی ہو کہ اس نوجوان کی صورت کیسی تھی؟“

لڑکی: ”حضرت میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی بس اسقدر کہہ سکتی ہوں کہ اسکا چہرہ اس درجہ خوبصورت تھا کہ میری نظر اچھی طرح غور سے دیکھ بھی نہیں سکی۔ اسکے روشن چہرے کے اثر سے میری نظر میں چکا چوندی ہو گئی۔ میری آنکھیں بالکل جھپ ہو گئیں یہ باتیں کچھ کچھ خواب سی یاد ہیں۔ کہ بیس یا بیس برس سے زیادہ عمر نہو گی سر پر عامہ اور عامہ پر کلفتی تھی۔ دھاری دار کفتان پہنے تھا۔“

سلطان: ”بیشک میرا بیٹا عزیز نور الدین ہی ہوگا۔ یقیناً وہ نصرانیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ تم مجھے بڑا احسان کیا۔“

لڑکی: ”نہیں میں نے کچھ نہیں کیا۔ مگر میری خوش قسمتی ہے کہ آپ اسے احسان مانتے ہیں۔ اگر حقیقت میں یہ احسان ہی ہے تو اسکے عوض میں بھی ایک بات کی آرزو مند ہوں۔“

سلطان: ”وہ کیا؟“

لڑکی: ”میری آرزو بس اسقدر ہے کہ آپ مجھے آزادی دین میں شاہزادہ عزیز کو ڈھونڈھو گئی۔“

سلطان: ”(تعجب سے) تم کیا کر سکتی ہو؟ میرا سین کچھ ہرج نہیں مگر تمہاری جان کا اندیشہ ہے۔“

لڑکی: ”نہیں آپ اسکا خیال نہ کیجیے۔ میں ضرور اپنے ارادے میں کامیاب ہو گئی۔“

سلطان: ”اچھا تمہیں اختیار ہے۔ مگر میں اپنی طرف سے تمہیں کوئی حکم نہیں دے سکتا۔“

سلطان کا بھائی: ”(عربی میں) یہ مصلحت کے خلاف ہو کہ اس لڑکی کو قتل

میں ایک نصرانیہ عورت کا اعتبار کر لیا جائے اور نصرانیہ بھی کون جو ترکستان کی رہنے والی ہو!

سلطان نے یہ لڑکی ہمارا کیا کرے گی؟ اگر ایک عورت ہمارے ساتھ سے نکلی گئی اور ہمارا اسپر قابو نہ رہا۔ تو ہمارا کیا بگڑ جائے گا؟ آئے جانے کی اجازت دینا چاہیے۔

سلطان کا بھائی نے آپ کو اختیار ہے مگر مجھے حیرت ہے کہ یہ نصرانیہ عورتیں کس قدر بیشرم ہوتی ہیں۔ عزت و آبرو کا ذرا بھی پاس نہیں۔ مسلمان عورت کی زبان سے تو کبھی نہ نکلے گا کہ میں فلاں شخص پر عاصی ہوں۔

سلطان نے اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ یہ اُنکے ملک کی رسم ہے۔ اُنکی عورتیں ایسی ہی آزاد ہوتی ہیں۔ لڑکی کی طرف دیکھ کر تمہارا کیا نام ہے؟

لڑکی نے میرا نام ورجنا پڑھا تھا اور عرض کرتی ہوں کہ میں کسی کے سپرد کر دی جاؤں تاکہ اُس سے جو کچھ مانگوں مل جائے۔

سلطان نے بھائی کی طرف اشارہ کر کے کہہ دیا تھیں ہر بات میں مدد دیجئے۔ ان کے ساتھ جاؤ۔

اس تقریر کے بعد ورجنا سلطان صلاح الدین کے بھائی کے ساتھ روانہ ہوئی۔

پانچواں باب

یوں دین کیسب

رات کا وقت ہے اور اب گیارہ بج چاہتے ہی ہونگے۔ ایک عالی شان اور پُر تکلف خیمہ میں ایک غمگین بچہ بٹھا ہے۔ شاہ چرڈنکیہ لگائے آرام سے بیٹھا ہو کر دگرسیاں پڑھی ہیں۔ شاہی خاندان کی عورتیں اور تمام اہالیان دولت افسران فوج گھیرے ہوئے ہیں۔ ملک شام کی گرم آب و ہوائ نے سب ہی لوگوں کو مضمحل کر دیا ہے۔ گویا دریا اور شیر دل رچرڈ کے حق میں یہاں کی آب و ہوا زیادہ ناموافق ہے۔ کچھ تو بیماری اور کچھ گدشتہ لڑائی کے چند زخموں نے

شکست کر دیا ہے اور ان سب باتوں پر طرہ یہ کہ مکہ کے محاصرہ میں اس روز مسیحیوں کو مسلمانوں سے شکست ہو گئی۔

اسوقت اُسکی صورت سے غصہ کہ انار نمایاں ہیں جو ناتوانی کی وجہ سے مرض کو اور بڑھائے دیتے ہیں وہ ناتوانی کی شکست آواز سے سب لوگوں کی طرف خطاب کر کے کہہ رہا ہے۔

دکھاش تم لوگوں میں اُسکا آدھا بھی مذہبی جوش ہوتا جسقدر مسلمانوں میں ہے تمہارا مذہب پہلا ہے۔ گردنیا و دین دونوں امور میں تم اُسے پیچھے ہو۔ افسوس تمہارا دین برحق ہے۔ مگر تم اُسے جھوٹا ثابت کیے دیتے ہو۔ کیا اس سستی پر بھی تم یقین کرتے ہو کہ مسیح کی قربانی تمہاری نجات کے لیے کافی ہوگی۔ مسیح کا وطن تمہارے مذہب کا سرچشمہ تمہاری عزت و عظمت کا گھر مسلمانوں کے قبضہ میں ہو۔ کیا تم کو نہیں خبر ہے کہ مسلمانوں نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ دین و دنیا دونوں حیثیتوں سے تمہاری بیعتی کی۔ اُنھوں نے تمہاری قربانیاں کو خاکسین ملا دیا تمہاری شہزادیوں۔ شریف زادیوں۔ لارڈ اور ڈیوک کی بیٹیوں کو دولت کے ساتھ لوٹ دی بنایا۔ تمہاری سچا اصول بھی وہ مٹائے دیتے ہیں کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ ایک افسر ہم سب کو معلوم ہے۔ اسے حضور ہیں آپ اتنا جوش نہ دلائیں کہ بے لڑے ہمارا مر جانے کو جی چاہے۔ آپ کا اسقدر فرمانا کافی ہے۔ صبح کو ہم اپنی بہادری دکھا دیں گے۔

شاہ رچرڈ ڈیوہ کچھ بہادری آف دکھائی ہے۔ اور کچھ کل دکھاؤ گے۔ یکا یک ایک خوشرو جوان آیا اور آتے ہی شاہ رچرڈ سے پٹ گیا لوگ متحیر ہو گئے کہ کون شخص ہے بعضوں نے بدگمان ہو کر تلواریں کھینچ لیں۔ نوجوان دیر تک بادشاہ سے بغلیں رہا۔ آخر بادشاہ رچرڈ نے خود اسے جفا کیا۔ اُسکا سر جھکا ہوا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

انگلستان کے بہادر بادشاہ نے غور سے اُس نوجوان کو دیکھنا شروع کیا دیکھتے ہی دیکھتے یک بیک اُسکے چہرے سے جوش کے آثار نمایاں ہوئے اور جوش میں آکر چلا اٹھا۔

”ایسا ہیامیری بیاری ورجنا“ اتنا کہا اور بڑھکے شرم سے سیمی ہوئی گوری پیشانی کا

بوسہ لے لیا ورجنا تو کہاں تھی ؟ اور شوف عامر سے کہاں غائب ہو گئی ؟ یہاں تو ہم لوگوں میں تشویش پیدا ہو گئی تھی۔ خوف تھا کہ وحشی اور کسی کی ناموس کا خیال نہ کرنے والے عربوں کے ہاتھ میں نہ پڑ گئی ہو۔

ورجنا۔ اے مامون شوف عامر سے میں اپنے یہودی غلام اور اس کی بہن کے ساتھ بھاگی اور ایک مقبرے میں جا کے چھپ رہی۔ میرے غلام نے یوفانی کی اُس نے میری جان لینے کا قصد کیا۔ وہ اپنے ہم مذہب یہودیوں کا انتقام مجھے لینے پر آمادہ ہو گیا ماری والا ہوتا مگر ایک نوجوان ترک آگیا۔ اُس مسلمان نے یہودی کو قتل کر ڈالا اور بڑی تسلی اور دلہی کے ساتھ اپنے ہمراہ لے کے شوف عامر کو روانہ ہوا۔ راستے میں کچھ عیسائی سواروں سے اُسے لڑنا پڑا۔ لڑتے ہی لڑتے خدا جانے کہاں غائب ہو گیا اور وہ عیسائی سوار بھی کسی طرف بھاگے چلے گئے۔ میں رات بھر بہاڑی پر رہی صبح کو میں نے ایک مقتول مسلمان کے کپڑے اوتار کے بہن لیے تاکہ مجھے مسلمان پہچان نہ سکیں۔ عربوں سے بچتی اور اپنے تئیں چھپاتی آج یہاں تک پہنچی ہوں۔ شاہ رچرڈ ورجنا تو نے بڑی مصیبت اٹھائی۔ مسیح کا غضب جو عیسائیوں پر نازل ہوا ہے اُس سے تو بچی نہ بچ سکی۔ مگر اُس مسلمان نے مجھ بڑا احسان کیا۔

ورجنا اے مامون اُسے بڑا احسان کیا اگر مل جائے تو مجھ بھر اُس کی لونڈی رہوں۔
شاہ رچرڈ (کیسقد صین بحین ہو کر) یہ کیا کہتی ہے۔ ایک عیسائی کی لڑکی کی زبان یہ لفظ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

ورجنا تو کیا عیسائی لڑکی کو احسان فراموش ہونا چاہیے۔
شاہ رچرڈ یہ نہیں یہ نہیں۔ مگر وہ بے دین مسلمانوں کی لونڈی ہونا ہرگز نہ پسند کرے گی۔

ورجنا بدخیر۔ یہ نہیں تو اگر موقع ملے میں بھی ویسی ہی مدد کروں جیسی اُس نے میری مدد کی۔

شاہ رچرڈ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ تیری سفارش سے میں بہت سے ترکوں اور مسلمانوں کو قید کر کے چھوڑ دوں گا۔

مجھے اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ تو مسلمانوں کے پنجے میں نہ پڑی اور با عزت و با عظمت انگوٹھی کیسپا میں آگئی۔ درجنانے عداوت سے سر جھکا لیا۔

شاہ رچرڈ پھر افسران فوج کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: آج تو ہم لوگوں نے انگلستان اور اس کے ساتھ سارے یورپ کے نام کو دھتہ لگا دیا۔ اکی دیکھو تمھارے ہاتھوں میری قسمت میں آیا بدنامی کبھی ہو۔ افسوس! انا کہا اور بخار کی شدت میں غافل سا ہو گیا۔ غصہ میں بڑھ گئی تھی۔ اور جو وہ باتیں کرتا تھا بخار تیز ہوتا جاتا تھا۔ چند منٹ کے بعد ہوش میں آیا اور کہنے لگا: اگر تم لوگوں نے ایسی ہی کارروائی کی جیسی کہ کرتے آئے ہو تو یقین جالو کہ میں انگلستان کو زندہ مچھ نہ دکھاؤں گا۔ پھر بیہوش ہو گیا۔

شاہ رچرڈ نے پھر آنکھ کھولی اور نادانی کی آواز میں کہا: تمھاری باہمی مخالفتوں نے اور تم ڈھایا۔ میں سچ کہتا ہوں تمھارے بنائے کچھ نہ بنے گا۔

اس وقت ایک افسر دوڑتا ہوا آیا اور وہاں کے ادب کے موافق گھٹے نیک کر عرض کرنے لگا۔

سبح آپ کا اقبال بلند کرے اور دشمن پامال ہو میں ایک خوشخبری لایا ہوں اور انعام کا خواستگار ہوں۔

شاہ رچرڈ: (خوشی سے متوجہ ہو کر) جلدی کو کیا خوشخبری ہے؟
افسر: خداوند ہمارے دو سو جہاز سسٹلی سے آگئے۔ ابھی ابھی انھوں نے علیحدہ شمالی طرف ننگر ڈالا۔

شاہ رچرڈ ایک بیک خوشی کے جوش میں اٹھ بیٹھا۔ چہرہ مسرت سے چمکنے لگا۔ اور نہایت اطمینان کے لہجہ میں پوچھنے لگا: بھلا ان جہازوں پر کتنی فوج ہوگی؟

اس سسٹلی بحیرہ روم میں ایک مشہور جزیرہ پر ہے جو جزیرہ قنا سے (اطالیہ) سے صرف ایک چھوٹے آبنائے کی وجہ سے جدا ہو گیا ہے مسلمانوں نے ماسون رشید کے وقت میں اس جزیرہ پر قبضہ کر لیا اور مدت تک مسلمانوں نے اس جزیرہ پر حکومت کی۔ مگر جس عہد کا ہم حال بیان کر رہے ہیں اس سے پہلے ہی سسٹلی پر رومیوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔

افسر حضور میں نے دریافت کیا تھا معلوم ہوا کہ دولاکھ سے کچھ کم ہے۔
شاہ رچرڈ ہمارے خوشی کے اوجھل پڑا اور ایک دعویٰ کی وضع اور طرز سے
کہنے لگا۔

مکمل البتہ عربوں کی بہادری کا امتحان لوں گا۔ اب تو شاید عکہ والے بے لطف
شہر ہمارے حوالہ کر دیں گے۔ دو برس کے محاصرہ کا کل ہی خاتمہ ہے۔“

ایک دوسرا افسر حضور ہمارے جاسوسوں نے یہ خبر پہنچائی ہے کہ عکہ والوں نے
سلطان صلاح الدین کو اطلاع دی تھی کہ اب انہیں لڑنے کی تاب نہیں نہ کچھ کھانے
پینے کو رہا ہے کل یا پرسوں شہر ہم اون لوگوں کے سپرد کر دیں گے۔ مگر سلطان نے بہت برہم
ہوئے اور انہی بندوں اور پیغمبر کی مذمت کر کے اس خیال سے باز رکھا ہے۔“

شاہ رچرڈ نے اب کل خواہ مخواہ انہیں شہر خالی کرنا پڑیگا۔ خدا نے بڑے عمدہ موقع پر
ہماری مدد کی۔ ورجنا کی طرف متوجہ ہو کر۔ بیٹی اب تم اپنے خیمہ میں جا کر آرام کرو میرے
برابر یہ دوسرا خیمہ تمہارے لیے خالی کر دیا جائیگا۔“

ورجنا بہان جاتی ہوں۔“

شاہ رچرڈ دھتکم بہت تھکی ہوئی ہو۔“

ورجنا آپ کی خدمت میں سے سب کسل و ماندگی دفع ہو گئی۔“

جدید فوج کے اعلیٰ افسر شاہی خیمہ میں بادشاہ کی سلامی اور اسکی مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوئے۔

اس محاصرہ کا حال ہم تاریخی طور پر بیان کر دیتا ہوں۔ اسکی نسبت بعض انگریزوں کا
خیال ہو کر یورپ اور ایشیا دونوں نے اپنی قوت صرف کر دی۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ یورپ نے
یورپی قوت سے محاصرہ کیا مگر ایشیا کی طرف سے تھا سلطان صلاح الدین تھا کوئی اور سلطان یا شاہ
بھی اسکا شریک نہ تھا دو برس تک عکہ کا محاصرہ رہا عظیم الشان لڑائیاں ہوئیں اور اس جوش
کی کہ ایک دفعہ سلطان صلاح الدین لڑتے لڑتے عکہ میں داخل ہوا۔ اور کیا عیسائی لڑتے
لڑتے سلطان کے خیمہ میں گھس آئے۔ دوسرے سال فرانس اور انگلستان کے
جہاز پہنچ گئے اور محاصرہ میں اور سختی ہو گئی۔ سلطان صلاح الدین میں یہ اعتبار فوج کے
ہرگز مقابلے کی قوت نہ تھی مگر اسلامی جوش نے بڑا اچھے کامیاب کر دیا۔

سبھون نے شاہ رچرڈ کا سامنا ہوتے ہی فوجی قاعدے سے سلام کیا اور اقبال شاہ کی دعا کی۔

شاہ رچرڈ خوب آئے اور بہت اچھے وقت تھے اپنے مسیحی بھائیوں کی مدد کی ٹھہری سسٹنی سے یہاں تک پہنچنے میں کوئی مسلمان کا جہاز تو نہیں ملا۔

افسر مدد تو بہت را۔ مگر مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔ ہاں کل رات ہوا ہمارے جہازوں کو تیزی سے بہا کی لیے چلی آئی تھی۔ ہم لوگ کچھ ایسے اطمینان سے آرہے تھے کہ دشمنوں سے بالکل بے خبر ہو گئے۔ یکایک کچھ عربی جہاز ہمارے پچھلے جہازوں پر آڑے ایک جہاز تو وہ گرفتار کر لے گئے اور کوئی تین جہاز انھوں نے ڈبو دیے۔ قبل اسکے کہ ہم اچھی طرح ہوشیار ہوں وہ اپنا کام کر کے سوا حل اذیقہ کی طرف چلے گئے۔ ہمارے ساتھ پوری دولاکھ فوج تھی اس غفلت میں چھ سات ہزار آدمی ہمارے ہاتھ سے کھو گئے۔

شاہ رچرڈ نے تمھاری غفلت روز بروز موقع دیتی جاتی ہے کہ عرب اور مسلمان تیر شیر ہو جائیں اگر یہاں کا ارادہ کیا ہے ارض مقدس کی حمایت پر کمر باندھی ہو تو ہوشیاری سے کام لو۔

افسر نے کہنے اتنی بڑی غلطی اٹھائی ہے کہ اب کبھی غافل نہ ہوں گے۔ بادشاہ ہماری یہ خطا معاف کرے۔ آئندہ ہم سے کبھی ایسی بے پروائی ظاہر نہ ہوگی۔

رات زیادہ آچکی تھی۔ سب افسر اپنی اپنی خود گاہ کو روانہ ہوئے۔ درجنا بھی اپنے مامون شاہ رچرڈ سے رخصت ہوئی۔ اور شاہی خیمہ کے برابر والے خیمہ میں آئی آئے وقت وہ سوچتی آتی تھی کہ شاہزادہ عزیز کا وہ کیونکر پتہ لگائے اور نہ اس خیال کو وہ ظاہر کر سکتی تھی۔ اور نہ بے ظاہر کیے بنتا تھا۔ اپنے خیمہ میں دیر تک کوچ پر کروٹیں بدلتی رہی نازک جوت کھایا ہوا دل کسی پہلو چین ہی نہیں لینے دیتا۔ چہرہ متغیر ہوا جاتا تھا۔ اور عشق کے قہری آثار اور معشوق صفت عاشقوں کے پرائے چنگیز لینے زردی رخ۔ بیتابی و بیقراری اس درجہ غلبہ کرتی جاتی تھی کہ اپنے دل میں کہنے لگی صبح کو کیا ہوگا؟

میری فکر۔ میرے چہرہ کی زردی تو اس درجہ ترقی کرتی جاتی ہو کہ غالباً صبح کو میں اس قابل بھی نہ ہوں گی کہ اپنے مامون شاہزادہ رچرڈ کو منہ دکھاؤں آخر نہ اگیا ایک یہودی غلام کو جو اس خیمہ کا خادم تھا آواز دی (غلام فوراً آیا)۔

ورجنا: ”اُسکی طرف کروٹ لیکر اس خیمہ میں پہرہ کسکا ہے۔“
 غلام: ”اے غمخوار دی۔ چاروں طرف فوجی پہرہ ہے۔ خاص شاہی گارڈ کے
 جوان چاروں طرف رات بھر چکر لگاتے رہتے ہیں۔“
 ورجنا: یہاں سے قریب کوئی اور خیمہ بھی ہے۔“
 غلام: ”شاہی خیمہ کے علاوہ کچھ فاصلہ پر آدرا بھی خیمہ ہیں۔“
 ورجنا: ”انہیں کون رہتا ہے۔“
 غلام: ”فوجی افسر ہیں۔ ایک فرانسیسی افسر یہاں سے قریب ہی رہتا ہے جو ایک
 ترک قیدی کی حراست کرتا ہے۔“
 ورجنا: ”دلیں۔ اس سے مطلب حاصل ہو تو تعجب نہیں اور کیا تعجب کہ شاہزادہ وہی
 ہی ہو۔ غلام سے تم اُسے بلالاسکتے ہو۔“
 ورجنا: ”ابھی۔“

غلام گیا اور تھوڑی کے بعد افسر کو بلالایا۔
 افسر: شاہزادی آپ نے مجھے اسوقت کیوں یاد فرمایا۔“
 ورجنا: ”کرسی کی طرف اشارہ کر کے۔ بیٹھو۔ (غلام سے) تم باہر جاؤ۔ جب ہم
 بلا میں تب آنا۔“
 غلام چلا گیا۔

ورجنا: میں نے سنا ہے تم یہاں قریب ہی رہتے ہو۔ ایک خاص بارہن مجھے
 تم سے کچھ مشورہ کرنا ہے۔ گرتاؤ کہ تم یہاں کس خدمت پر مامور ہو۔“
 افسر: ”ایک ترک نوجوان میری حراست میں ہے۔“
 ورجنا: ”افسر کی طرف غور سے دیکھا۔ پھر پوچھنے لگی۔“ نوجوان یہاں خاص
 شاہی خیمہ کے پاس کیوں رکھا گیا ہے۔“
 افسر: ”اے شہزادی ایک تو وہ بڑا بہادر شخص ہے اور کسی جگہ ہوا تو نکل جانے کا
 اندیشہ ہے۔ دوسرے کوئی بڑا معزز ترک معلوم ہوتا ہے اُسکے ساتھ ایک یہودی
 عورت بھی ہے وہ عورت اپنے آپ کو انگلستان کا بتاتی ہے۔“
 ورجنا: ”اس دفعہ شوق عامر کے قریب ایک نوجوان نے میری جان بچائی تھی۔“

مجھے یقین ہو کہ وہ ہمارے میمون کے ہاتھ میں قید بھی ہو گیا۔ تم اسکا نام بتا سکتے ہو۔
 افسر نے اسکا نام تو معلوم ہی نہیں۔ پوچھا گیا مگر نہیں بتایا۔
 ورجنا نے میں صورت دیکھ کے پہچان سکتی ہوں۔
 افسر نے میں کل صبح کو آپ کو لے چل کے دکھلاؤں گا۔ مگر اے شہزادی وہ بڑا بے ادب
 ہے آپ کا چلنا میرے نزدیک نامناسب ہو۔
 ورجنا نے میں ضرور چلوں گی جا ہے وہ کیسا ہی بے ادب ہو۔
 افسر نے اب فرمائیے کہ آپ کو مجھ سے کس بارہ میں مشورہ کرنا ہے۔
 ورجنا نے کل میں تمھارے وہاں آؤں گی۔ تمھارے قیدی کو دیکھوں گی اُس کے بعد وہ
 خیال ظاہر کر دوں گی جسکے لیے میں نے تمھیں بلایا ہو۔
 افسر نے یہ کہا اور خوب ادب سے سلام کر کے ورجنا سے رخصت ہوا اور
 خیمے سے نکل کے چلا گیا۔

عروش اور ملائک فریب ورجنا کو کسی طرح چین نہیں پڑتا تھا اس کے نازک ولیہ
 وہ صدمہ تھا جسکو بڑے مستقل مزاج لوگ بھی برداشت نہیں کر سکتے بلکہ جھپکنا
 دشوار ہو گیا۔ کردٹوں پر کروٹیں بدلتی تھی۔ اور گھبرا گھبرا کے خیمے کے چاروں
 طرف دیکھنے لگتی تھی۔ وہ حقیقت میں فرشتہ یابری تھی۔ کیونکہ ان دونوں کی نسبت
 سُنا گیا ہو کہ رات بھر جاگا کرتے ہیں۔ تنہائی نے بیتاب اور ہاتھ سے فلکے جاتے ہو
 دکھوا اور آراؤی کا موقع دیدیا۔ جسکا خیال سنا تھا۔ اُسکی یاد میں آنسو نکل آئے
 دلیں کہنے لگی۔

ند آہ! بتو دل بالکل اختیار سے باہر ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ رات میری
 جان لے کے جائے گی۔ اس سے تو مسلمانوں کی قید ہی میں اچھی تھی یہاں ایک قسم
 کی اُمید کیا بندھی ہو ش ٹھکانے نہیں رہے۔ کیا اکل تک میں سڑن ہو جاؤں گی؟
 کیا صبح کو لوگ مجھے مردہ پائیں گے؟ مگر خدا نہ کرے۔ صبح تو شاہزادے کی
 زیارت کی اُمید ہے اور جو شاہزادہ عزیز وہ نوجوان نہوا۔ جس نے میری
 جان بچائی تھی۔ خدا خواستہ کہیں ایسا ہوا تو میں تڑپ کے مر جاؤں گی۔ اب
 صبح پر کون اُٹھا رکھے۔ اسے دل چل تجھے اسی وقت کیون نہ زیارت کراؤں

اتنا کہہ کے اودھلی۔ خیمہ سے نکلنے ہی کو تھی کہ تنگ و ناموس اور شاہ رچرڈ کی برہمی کا خیال آگیا مایوسی کے ساتھ لیٹ کے کر وٹین بدلتے لگی۔
اب وہ دلیں کہہ رہی ہے یہ فرانسیسی افسر خوب ملا۔ اس سے مطلب برآری
بمہولت ہو جا لیگی کہیں دھوکا نہ دے لیکن جو زندگی سے بیزار ہو اُسکو کیا دھوکا دے گا
میں تو جان پر پھیلنے والی ہوں سہاے محبت نے بڑا پچانسا۔ بہت بُرا۔ یہ بھی ایک
شدنی امر ہے دل پر کسکا اختیار ہوا ہے۔ پیاری دلداد ورجنا اس رات خواب
ناز کی جگہ انہیں خیالات میں ڈوبی رہی۔

پچھٹا باب

میدان جنگ

آفتاب اُفق مشرق سے نکل رہا ہے اور اُسکے ساتھ ہی ساتھ انگریزی پیشار
فوج خیموں سے نکل نکلا صفین باندھتی جاتی ہے۔ کل کی شکست اس بات کی مقتضی
تھی کہ مسیحیوں کے سپاہی آج افسردہ دل ہوتے اور اُنکی صورتیں ایک اودھلی چھائی
ہوتی۔ مگر نہیں وہ نہایت تازہ دم معلوم ہوتے ہیں۔ بڑے جوش و خروش و رفوق
و شوق سے میدان جنگ کی طرف دوڑے ہوئے جاتے ہیں۔ رات نے اُنکی سستی
اور ماندگی بالکل رفع کر دی۔ نہیں رات نہیں۔ اُس پیشار فوج نے اُنکی افسردگی۔
نا اُمیدی مٹا دی جو ملک کو آگئی ہے۔ اسوقت مسیحیوں کی وضع اور حرکات و سکنات
سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے حوصلہ بڑھ گئے ہیں اور بڑے دعوے اور دلولے کے
ساتھ عرصہ کارزار میں آئے ہیں۔ گویا اُنکے ہر سپاہی کو جلدی بڑی ہو۔ کہ کسی طرح
مسلمان بھی میدان جنگ میں آ کے صفت بندی کر لیں کہ لڑائی شروع ہو۔

مسلمانوں کے لیے یہ بہت نازک موقع تھا۔ شاید اُنکی جگہ کوئی اور ہوتا تو رات ہی کو
صبح ظاہر ہونے سے پہلے عکہ کی قسمت دشمنوں کے سپرد کر کے چلا جاتا مگر وہ اپنی
معمولی شجاعت اور استقلال کے ساتھ خیموں سے نکل کے صفت بندی کرنے لگے
انکی صورت سے کسی قسم کا خوف بھی نہ ظاہر ہوتا تھا۔ اپنی مشہور شیرانہ اولوالعزمی

اور بسالت سے نکلے اور قطار باندھ کے عیسائیوں کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ انکے
عاموں اور عیسائیوں کے خودوں پر آفتاب صبح کی روشنی چک رہی تھی۔ خزاں کی ہوا
جو اس وقت کسب قدر اعتدال کے ساتھ چل رہی تھی۔ اُسکے جھونکے آتے تھے اور دونوں
طرف کے پھریروں اور مسلمانوں کی لمبی لمبی دائریوں اور کالی عباؤن کے لٹکے ہوئے
دامنوں کو مغرب کی طرف اُڑا لے جاتے تھے۔ جھین تھوڑی دور بڑھ کر خلیج عکہ کا پانی
مٹا تھا اور اُسے ہلکے دیتے اور این تلاطم پیدا کرتے ہوئے جلتے۔ اور انگریزی
جہازوں کے جھنڈے کو لہرانے لگتے تھے۔

چڑیاں خشکی سے اُڑا اُڑ کر جاتی تھیں اور جب کے سمندر کی کیفیت دیکھنے کی
غرض سے مستولون بڑبڑھتی تھیں۔ لڑائی کا ہنگامہ شروع ہونے سے پہلے آزاد
صحرائی طیور کا شور و غل ریگستانی سین کے سکوت اور ستائے کو دفع کر
رہا تھا۔

آفتاب ذرا بلند ہوا اور اُچلی کرنوں نے آسمان سے اتر کر جنگ آزماؤن کے
استقبال کے لیے دھوپ کا اُجلا فرش بچھا دیا۔ کل کا خون بالوین بخوبی جذب ہو گیا
ہو اب آفتاب کی گرمی اور اُسکی نمی اور رطوبت بزدلوں کے ہوش و حواس کی طرح
بھاپ بننا کے اُڑا لے دیتی ہے۔ جگمگاتے ہوئے نیزے اور چھلکتی ہوئی تلواریں شمال
و جنوب کی طرف میدان جنگ کی حد بندی کر رہی ہیں۔ قدرت اپنا دلچسپ اور
آزادی پسند طبیعتوں کو بکا لینے والا سین بہت تشنگی کے ساتھ آشکارا کر دیا جو کہ
جسے دیکھنا ہو دل کھول کے دیکھ لے۔ پھر خدا جانے یہ سامان دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔

مسیحیوں میں شوق جنگ آج بڑھا ہوا تھا۔ قبل اسکے کہ اہل اسلام مستعدی ظاہر
کرین انکی طرف طبل جنگ بجا دیا گیا۔ عیسائیوں کی طبل جنگ کی آواز سنتے ہی
ترکوں میں صبر کی تاب نہ رہی۔ ادھر طبل بجا اور ادھر فوج عرب کی تباہی کی آواز آئی
اور یہ آواز تمام دشت و جبل میں گونج گئی اور تھوڑی دیر کے لیے فوجی باجے کی دوا
مسلمانوں کی آواز میں غائب ہو گئی۔

اس پرجوش آواز کا خاتمہ اس وقت ہوا جب ایک مسلمان افسر اپنی فوج کے
آگے کھڑا ہوا۔ یہ خود سلطان صلاح الدین تھا۔ اسکا ہمارا بھائی گھوڑا بڑھا کے

آگے آیا اور اہل اسلام کی صف کے برابر ہی برابر مشرق کی طرف تیزی سے گھوڑا سرٹ دوڑاتا چلا گیا۔ جب ادھر صف کی آخری حد تک پہنچ گیا تو باگ موڑی۔ اور اسی طرح صف مسلمان سے ملا ہوا مغرب کی طرف چلا گیا اور صف بھی یونہی صف کے مغربی آخری حصہ تک دوڑتا چلا گیا۔ آخر ادھر کا بھی دورہ پورا کر آیا اور سلطان صلاح الدین کے برابر کھڑا ہو گیا اس گرد آدرسی سے بہادران اسلام کی صفیں بالکل سیدھی ہوئیں سلطان صلاح الدین نے ذرا میدان کی طرف ہٹ کے اپنی صفوں کو دیکھا اور انھیں بہت متوازی خطوط مستقیم ہر ایک کے نہایت خوش ہوا پھر پلٹ کے اپنے سواروں کے قریب گیا اور پر جوش آواز میں کہنے لگا۔

”اے بہادران اسلام! اور اے اُمت خیر! انام اتم اس سے پریشان نہ ہونا کہ دشمن تعداد میں تم سے زیادہ ہیں“ آواز آئی ”یہ نہیں نہیں“ ہم ہمیشہ اپنے سے دگنی اور چوگنی فوج سے لڑتے اور فتح پاتے رہے ہیں“ انھیں فخر کرنا چاہیے کہ اُمت محمدی میں ہو۔ کون محمد صلعم؟ جنگی خدا نے بارہا فرشتوں سے مدد کی۔ کیا انھیں واقعہ بدر نہیں یاد ہے؟ ضرور یاد ہوگا۔ تم بخوبی جانتے ہو گے کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ اکثر ملائکہ لڑا کیے۔ خدا نے کیوں آنحضرت کی مدد کو فرشتے بھیجے؟ اس لیے کہ وہ دین کے لیے لڑتے تھے۔ اور کافروں سے لڑتے تھے۔ تم اپنی طرف دیکھو۔ کیا تم کسی اور غرض سے لڑتے ہو؟ آواز آئی ”ہرگز نہیں“

”بیشک تم بھی اسی لیے لڑتے ہو۔ دین ہی کے لیے لڑتے ہو اور کافروں سے لڑتے ہو۔ پھر جب وہی کام اور وہی غرض ہے تو کیا خدا تمھاری مدد نہ کرے گا؟“ آواز آئی ”بیشک کرے گا“ مدد جب ہمارے دلیں اتنی بڑی امید موجود ہو تو ہر کوئی کیا پرواہ؟ یہ تو صرف چار ہی لاکھ ہیں اگر چار کروڑ ہوتے تو یمن پر واہ نہ تھی عیسائی بھی کوئی ڈرنے کی چیز ہیں؟ یہ وہی عیسائی ہیں جنگی دس بارہ لاکھ فوج کو میدان۔ ہر موک میں تمھارے تیس ہزار بھائیوں نے شکست دیدی تھی اب یہ وہی عیسائی ہیں کہ جنگ کے ساتھ ہزار سوار تمھارے ساتھ آدمیوں سے بھاگ گئے تھے۔ کیلانی عیسوی اب اس سے زیادہ فوجیں تمھارے مقابلہ میں لاسکے گا جس قدر ہر قل صحابہ کبار کے وقت میں لایا تھا“

ادھر سلطان صلاح الدین نے یہ کلمات کہہ کے اہل اسلام کے دل ہلا دیے اور انکو مرنے پر تیار کر دیا۔

ادھر شاہ رچرڈ میدان بن نکلا اُسے فوج کے چار حصے کیے ہر حصہ بیس بیس صفوں کا تھا۔ چار حصے آگے پیچھے کھڑے کیے۔ سب آگے جو فوج تھی اُسپر انگلستان کے ایک نامی سپہ گرو برے کو سردار مقرر کیا۔ اسکے پیچھے دوسری فوج تھی اور اُسپر مینڈول نامی ایک تجربہ کار افسر کو حکم ان کیا۔ تیسری فوج سب کے پیچھے تھی وہ ایک آزمودہ کار یورپین اسکرپ نامی کی ملان مین وی اور جو فوج سب کے پیچھے تھی قابلوٹ نامی ایک معتد اور توغر سردار کے ماتحت کی یورپین فوج مین انٹی ہزار کے قریب سوار تھے انکو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ نصف پیدل فوج کے داہنی طرف اور نصف بائیں طرف معین کیے گئے۔ دونوں طرف دو فرانسیسی افسر سواروں کی کمان کرتے تھے۔ شاہ رچرڈ نے حکم دیا نصف فوج یعنی پیا دون کی دو فوجیں صلاح الدین پر مامور ہوئیں یہ بھی حکم دیا کہ ہر طرف پہلے ایک فوج حملہ کرے۔ دو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جب دوسرا مطلب بجے دوسری فوج بھی حملہ کر دے۔

فوج کو اس طرح ترتیب دے کے شاہ رچرڈ نے اپنی فوج کی صفوں میں ایک جگہ لگایا اور اس سے فراغت کر کے آگے جا کھڑا ہوا۔ شاہی نشان اُسکے برابر لگا ڈیا گیا۔ اور اُسے تلوار نکال کے اوس سے اشارے کر کے یہ تقریر شروع کی۔

اے غریب الوطن اور پیارے بادشاہ کے خاندان پر باد بھائیو! اپنے نجات دہندہ مسیح کے جان نثار عاشقو! خدا کے بیٹے ہوئی ورجن کی پاک اور معصوم گود کے کھائے ہوئے مسیح کا خون اسی زمین پر گر گیا تھا۔ جس پر تم اپنا خون بہانے آئے ہو۔ سو وہ

عہ یہ سب افسر انگلستان کے نامی لوگوں میں تھے اور اسی مقام پر اسی لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔

عہ ہولی ورجن کے بیٹے ہیں۔ ”مقدس کنواری“ عیسائیوں میں حضرت مریم کا مبارک اور پیارا لقب ہے ۱۲

خدا کے بیٹے کے خون کا دھوا ہوا مبارک تختہ زمین یہاں سے تھوڑی ہی دور ہے اب تم وہاں تک پہنچنا ہی چاہتے ہو۔ مسیح کا پاک خون بڑی برکت کا خون تھا اس خون کی برکت نے اس کر اس (صلیب) کو یہ بزرگی دی کہ خدا کے سچے فرمانبردار مسیحی اپنے گناہین لٹکاتے آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ اور اس سے مدد لگتے ہیں۔ کون کر اس؟ یہی جو میرے ہاتھ میں ہو تمہاری جانفروشیان آج اسکو عید کے مناروں پر نصب کر چکی اور کل تیرا تھو (نامہ) کے گنبدوں پر چڑھا بیٹگی۔ اب تمہیں کوئی فکر نہیں۔ اُمید دن کا میدان تمہارے سامنے کھلا ہوا ہے۔ یہ تھوڑے سے لوگ جو تمہارے سامنے دینی جوش روکنے کو آتے ہیں۔ انہیں اپنی تلواروں سے کاٹ کے ڈال دو۔ تمہاری ذاتی بہادری اور جرأت کو زمانہ کبھی نہ بھولے گا۔ تمہاری اولوالعزمیوں کو دنیا مانے ہوئے ہے کیا یونان سے زیادہ بہادری کبھی ایشیا والوں کو بھی نصیب ہوئی تھی؟ کیا کوئی سکندر مشرقی حصہ دنیا میں بھی پیدا ہوا تھا۔ کیا مسلمانوں کو نہ معلوم ہوگا کہ رومی کیسے بہادر لوگ تھے؟ نہیں ضرور معلوم ہوگا۔ تمہارا دین بھی سب دینوں سے سچا اور اچھا ہے وہ خاص خدا کے بیٹے کا دین اور روح القدس کا پھیلا ہوا آئین ہے۔ وہ خاص خدا رسی اور حق شناسی کے لیے ہے۔

وہ دنیاوی بادشاہت کو ذلیل سمجھتا ہوا اپنے اثر کرنے والی نصیحتوں سے دلوں کو فتح کیا۔ کچھ وہ تلوار سے نہیں پھیلا یا گیا ہے۔ اُسے زبردستی ان کر کے اور عورتن کا لالچ دلا کے اور تلواریں بلند کر کے دنیا کو اپنا مطیع نہیں کیا مسلمان ظالم ہیں۔ ظلم و ستم پر اُنکی اُمیدیں منحصر ہیں۔ بودی تو تین روزہ ورنہ ان کی طرح بڑھائی گئیں اور وہ زبردست ہوتے گئے۔ اب وہ زمانہ آگیا کہ خدا اپنے سچے دین کو غالب کرے۔ ظالموں کی طمع خاک میں ملا دے۔ اب تم بڑھو اور تلواروں سے دکھا دو کہ سچ کو وہ زبردستی کبھی نہ اسیر کر سکیں گے۔

یہ کہہ کے شیر دل رچہ ڈٹے صلیب کو حرکت دی۔ قومی تقارہ بجھنے لگا۔ عیسائی نشان کو حرکت کرتے ہوئے آگے بڑھے اور انکی فوج جوش اور ولولے کے ساتھ مسلمانوں کی طرف سیدہ باند کے چلی۔ مسیحی پیادے اپنی رفتار کا اعتدال دکھاتے ہوئے آگے بڑھے۔

مسلمانوں کو کس بات کی دیر تھی ادھر طبل جنگ بجا اور جانپر کھیلنے والے اہل ترک و عرب نے حملہ کر دیا۔

انکے نشان زیادہ بلند تھے۔ اور انکی تکیروں کی آواز پہاڑوں میں گونج رہی تھی کھینچی ہوئی آبدار تلواروں پر انکے عاموں کے پاس آفتاب کا عکس بڑپ رہا ہے انکے نیزے جو ان کے سروں سے اوپنچے تھے اب حملہ کرتے وقت جھک کر آڑے ہو گئے۔

چشم زون میں دونوں فوجیں لگئیں اور وہ صفیں جو بڑی کوششوں سے برابر کی گئیں تھیں انکا سلسلہ باہمی جنگ و جدال اور سپاہیوں کے کٹ کٹ کے گرنے سے ٹوٹنے لگا۔ اسلحہ اپنی حیثیت کے موافق پورا کام کرنے لگے۔ تلواریں پاس والوں کو نیزے دوسری صف والوں کو۔ اور تیر ہر طرف میدان میں پھیلے ہوئے لوگوں کو مار مار کے گرائے دیتے تھے۔ مسلمانوں کا ایک خاص حصہ فوج ایک ریگستانی بلند ٹیلے پر ٹھہر گیا اور یورپین جہان باز و تیر بازی کرنے لگا۔ یہ دو ہزار آدمی تھے اور آگے تھے دو صفیں باندھ کے کھڑے ہوئے تھے۔ ہر صف کے تیر ایک ساتھ جنگی سے نکلتے تھے ہاں دونوں صفوں نے باری باری تیر اندازی کا سلسلہ باندھ دیا انکے تیر ایک ساتھ چلتے تھے اور بڑی دل کی طرح آسمان کو گھیر لیتے تھے۔ انکے پاس سے روانہ ہوتے تھے اور غیب سے آنے والی جڑی بوکی طرح پیام مرگ لے ہوئے مسیحیوں کے پاس پہنچتے تھے ان تیر اندازوں نے تھوڑی دیر کے لیے مسیحیوں کا کھیل بگاڑ دیا۔

یہ عالم دیکھ کر ایک فرانسیسی افسر نے جو داہنی طرف کے سواروں پر کان کرتا تھا مع اپنے چالیس ہزار سواروں کے اس طرف حملہ کر دیا جہاں مسلمانوں کے تیر انداز دور سے کھڑے موت کا جادو چلا رہے تھے۔ ان سواروں کو آتے دیکھ کر سلطان صلاح الدین کے کوہ شکن بھائی نے دس ہزار ترکی سواروں کو لیکر مقابلہ کا ارادہ کیا ترکی افسر نے اگرچہ بڑی جانبازی سے مسیحیوں کے حملے کو روکنا چاہا مگر اس کے سوار بہت دور تک پیچھے ہٹے چلے گئے۔ عین تیر اندازوں کے ٹیلے کے نیچے پہنچ کر انکا قدم جما۔ اور استغلاز کے ساتھ سخت لڑائی ہونے لگی۔ ان سواروں کے ساتھ کل عیسائی فوج نے بھی اسی طرف کاٹخ کر دیا۔ مگر سلطان صلاح الدین نے اپنی

پیادہ فوج اور نیز اپنے باقی سواروں سے اس قیامت کا مقابلہ کیا کہ یورپین لوگوں کی اور فوجیں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکیں۔ تیر انداز چالیس ہزار سواروں کے زہرہ کو اپنی طرف آنے دیکھ کر کسی قدر بدحواس ہونے لگے تھے مگر سلطان کے بھائی کی کارروائی نے انہیں مطمئن دلا دیا۔ ان کے پانوں کے نیچے موت کا بازار لگا ہوا تھا وہ اپنے معمولی سکوت اور سنجیدگی سے تیر بازی کیے جانتے تھے عیسائیوں کی فوجیں اگرچہ شمار سے زیادہ تھیں اور روکے نہیں رہتی تھیں مگر جس صورت سے لڑائی ہو رہی تھی اس نے انہیں بہت پریشان کر دیا۔

شاہ رجز پر ڈیہ حالت دیکھ دیکھ کے بدحواس ہوا جاتا تھا خود لپک کے حملہ کرتا تھا مگر بے سود لڑائی کو اس حالت میں ڈیرہ گھنٹہ گذر گیا۔ مسیحیوں کی طرف سے پھر مل جل جگ بجا اور ان کی باقی فوجوں نے بھی حملہ کر دیا۔ پیادوں نے سلطان صلاح الدین کے مقابلہ والوں کی مدد کی سوار اسکے بھائی کا قدم اٹھاڑنے کیلئے تیر اندازوں کی طرف چلے عیسائی سواروں کی تعداد انتہائی ہزار ہو گئی اور روکنے والے نقطہ دہلی ہزار تھے۔ گو بیشتر کی لڑائی میں عیسائیوں کا بہت بڑا نقصان ہوا۔ کم سے کم چالیس ہزار یورپین صرف ایک گھنٹہ بھر کی مدت میں تباہ اجل ہو گئے۔

ان کی طرف والوں کو بالکل رک پا جانیکا یقین ہو گیا تھا۔ مگر اب دونوں فریق برابر کی حیثیت پر ہو گئے۔ بلکہ سلطان صلاح الدین کے ساتھیوں کو شکست ہو گئی انہوں نے ہزاروں کوشش کی مگر ان کا قدم نہ جم سکا۔ تیر انداز بھی پسپا ہونے کے لئے گروہ میں آئے۔ اور ان کی حمایت کر سکا۔ سوار بھی ہٹ کے خود سلطان کے گروہ سے مل گئے۔

اب سلطان کے جھنڈے کے نیچے لڑائی کا پورا زور تھا اور نہایت سکوت کے ساتھ اسلحہ کام میں آ رہے تھے۔ ہر شخص اس خویت کے ساتھ جنگ جوئی کے خیال میں دوبا ہوا تھا کہ گویا زبان ہلا نایا کلمات رجز پڑھنا بھول گیا تھا۔ اس حالت سکوت بہت طول کھینچا اور ہزاروں پر یہ سامان ایسا کاری اثر کر گیا تھا کہ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئے لیکن ایک ایک مسلمان سپاہی نے طیش میں آ کر زور سے تکیہ لگایا۔ اور سرور بہستان یا کو دہانیدن کا مضمون ہو گیا۔ اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ ہر سامان جہان تھا وہیں سے

نعرہ اٹھا کر بلند کرنے لگا۔ تمام دشت و جبل اور مسیحیوں کے دل کانپ گئے۔ اس تکبیر نے تھکے ہوئے یمن ایک تازہ جان ڈال دی۔ مسلمانوں نے اس تکبیر کے ساتھ ہی بڑی سخت کوششوں سے ارادہ کیا کہ مسیحیوں کو مار کے ہٹا دیں۔

ادھر تو یہ شر برپا تھا اور دھڑلے سے شہر عکہ پر حملہ کر نیوالی فوج نے بڑی جان بازی سے کوشش کی کہ جس طرح ہو سکے شہر عکہ پر داخل ہو جائے شہر عکہ کے گنبدوں پر سامی جھنڈا اڑ رہا تھا اور مدتوں کے محاصرہ کی مصیبت اٹھائے ہوئے مسلمان سپاہی شہر سپاہ اور انجینیئری عارتوں سے کھڑے لڑائی کی سیر دیکھ رہے تھے انکے تیر انداز تیر بر سرارہ تھے باقی فوج شہر سپاہ کے اندر ہاتھ پاؤں توڑ بیٹھی تھی۔ عکہ والوں کو آج کسی طرح جرأت نہ پڑی کہ عیسائیوں کا مقابلہ کریں۔ انھوں نے پھا ملک خوب مضبوطی سے بند کر لیے تھے۔

یورپین چاہتے تھے کہ دیوار کے نیچے پہنچ کے اندر جانے کی کوئی تدبیر نکالیں مگر اوپر سے تیر تھم و نکا میخ اس شدت سے برس رہا تھا کہ بڑھتے تھے اور پسپا ہوتے تھے عکہ والوں نے اگرچہ مقابلہ سے کنارہ کشی کی مگر مسیحیوں کو اس بات کا بھی موقع نہ دیا کہ دیوار شہر سپاہ کے نیچے پہنچ جائیں وہ برابر پتھروں اور تیروں سے ہر شخص کو پیچھے ہٹا دیتے تھے۔ جو ان کی طرف بڑھنے کا قصد کرتا تھا۔

سلطان صلاح الدین نے صبح سے سہ پہر تک ایسا سخت مقابلہ کیا کہ عیسائی لوگوں کے دانت کھٹے ہو گئے۔ آخر وقت یورپین لوگوں میں کسی قدر سستی اور تھکن ظاہر ہونے لگی یہ موقع دیکھ کر سلطان نے زور سے ”نعرہ اٹھا کر“ بلند کیا اور مسلمان نے اس آواز میں سلطان کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ عکہ والوں نے بھی زور سے تکبیر کی۔

قریب تھا کہ عیسائی پسپا ہو جائے مگر شاہ رچرڈ اور یورپین افسروں نے بڑی حکمت عملیوں سے اپنے ہم بند ہونے کا قدم جما دیا۔ عرصہ کارزار کی گرمی ہوت بہت تیز سے بلند تھی اب آؤ دیکھیں وہ ترکی جو ان کس حال میں ہے جو کل لڑائی کا جوش و خروش اور اپنی بے اختیاری کا خیال کر کے بیتاب ہوا جاتا تھا۔ وہ اسی طرح خیمے میں بیٹھا لڑائی کی سیر دیکھ رہا ہے۔

بلند کیا اور ہر طرف سے ایسا سخت حملہ کیا کہ سیسی لوگوں کے دلوں کے ساتھ اس کے
قدموں کو بھی غزش ہو گئی۔

عیسائیوں پر کچھ ایسی دہشت سوار ہو گئی کہ تمام خیمے اور خاص شاہی نیمہ کو
چھوڑ کر عکہ میں داخل ہو گئے۔

مسلمانوں نے تعاقب کیا اور چاہا کہ سلیے کے ساتھ خود بھی عکہ میں داخل
ہو جائیں۔ مگر مسیحیوں نے پھاٹک خوب مضبوطی سے بند کر لیے اور ہر عکہ میں
مختص ہو کے بیٹھ رہے۔

ساتواں باب

اطینان کی ملاقات

شاہزادہ عزیز اور شاہزادی ورجنا معہ آسیہ یودیہ کے اسلامی کیمپ میں پہنچے
ہی ایک مصری خیمہ میں داخل ہو گئے۔ یہ شاہی خیمہ تھا اور مشرقی کلفات جھونکے
دولت عیسائیہ میں لٹھن لگا دیا اسل ہر ہر چیز میں ظاہر ہوتا تھا۔ خوبصورت و نازک مسرے
بکھی ہوئی تھیں۔ کافی شمعیں روشن اور عودا نکٹھیوین سلگ رہا تھا مسرےوں کے
آس پاس خوشنما گریبان رکھی تھیں مصری شاہزادہ اور انگلش شاہزادی دونوں جاتے ہی
کرسیوں پر بیٹھ گئے آسیہ کھڑی ہوئی تھی شاہزادی ورجنا اسے بھی بیٹھنے کی اجازت دی۔
آسیہ نے آداب سے ہاتھ جوڑ کر ہم کو نڈیوں کا یہ مرتبہ نہیں ہے کہ شاہزادوں کے
برابر بیٹھ جائیں۔

عزیز نے اسے آسیہ قیمت نے بہن اور تھیں ایک جگہ اور ایک حالت میں بٹھا دیا جہان
تیرے سوا کوئی میرا انیس تھا۔ تیرے احسان کو میں کبھی نہ بھولوں گا۔

ورجنا نے ابوین بھی تیری ممنون ہوں تو ہماری رازدار ہے۔ یہ کہہ کے بٹھا لیا
(شاہزادہ عزیز سے) آپ نے قید میں بڑی تکلیف اٹھائی ہے۔ مسرے پر لیٹ جائیے۔

عزیز نے پیار ہی ورجنا خوش قسمتی سے آج تمہارے پاس بیٹھنے کی تمنا برآئی ہو اور
تم چاہتی ہو کہ میں دد رہو جاؤں انہیں یہ نہوگا۔ باوجود اس قدر ہمدردی کے تب تک
تم میں معشوقانہ جو رک ایک ادائیگی ہے۔

ورجنا: نہیں نہیں۔ میں یہ نہیں کہتی۔ میرا مطلب یہ تھا کہ قید کی معیتوں نے تم کو بہت بے چین کر دیا ہوگا۔

عزیز: دے میری دلربا! تمہاری صورت دیکھتے ہی وہ سب کلفتیں رفع ہو گئیں۔

ورجنا: ہاں اس ایک جانی نے ہمارے دلوں کو زندہ کر دیا ہے۔

عزیز: مجھے اپنی زندگی میں بھی کبھی ایسی مبارک گھڑی سے سابقہ نہیں پڑا جیسا کہ آج ہے۔

ورجنا: ایک لڑکی اگر اس قسم کے خیالات ظاہر کرے تو لوگ اُسے بے شرم کہیں گے مگر جس وقت میں نے ابتدا میں تمہاری صورت دیکھی اُسی وقت میرا جوش شرم پر غالب آیا جاتا تھا۔ اے شاہزادے اب تمہاری باتیں مجھے بیتاب کر کے کچھ میری زبان سے کہلایا جا رہی ہیں۔

عزیز: پیاری ورجنا! تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ تم جان کر کھیل کے دشمنوں کے پنجے سے مجھے نکال لاؤ۔ یہ کیا کم ثبوت ہے۔

ورجنا: اے شاہزادے اگر تمہیں میں اپنا دلربا یا پیارا کہہ کے یاد کروں تو تم مجھے بیجا اور بیشرم تو کہو گے۔

عزیز: عاشق اپنے جوش و الفت میں ہمیشہ بیجا ہوتے ہیں۔ اور تمہیں ایسا ہی ہونا چاہیے۔

ورجنا: میں بہت خوش ہوں کہ بغیر میری درخواست کے تم نے مجھے اپنا عاشق مان لیا۔

عزیز: نہیں نہیں۔ غلط۔ عاشق میں ہوں۔ تم میری جان و دل کی مالک پیاری معشوقہ ہو۔

ورجنا: نہیں تم مجھے اپنا عاشق کہو۔

عزیز: یہ تو میں جب کہتا جب اپنا دل تمہارے سینے میں رکھ دیتا۔

ورجنا: پیارے عزیز! دونوں دل ایک ہی ہیں۔

عزیز: تو تم دونوں عاشق ہیں۔

ورجنا: پھر تمہیں اپنے تئیں معشوق بھی ماننا پڑے گا۔

فرانسیسی افسر نے اگر حضور کی اجازت ہو تو باہر جانے دیکھ آؤں۔
 شہزادی نے ضرور جاؤ مگر خوب اچھی طرح دریافت کر کے آنا۔
 افسر بہت خوب۔
 یہ کیکے چلا گیا۔

عشاق کے لیے اس سے عمدہ کون موقع ہو سکتا ہے؟ اب دونوں عاشق و معشوق
 ایک دوسرے کو حسرت یاس۔ اُمید۔ آرزو۔ خوشی۔ جوش غرض ہزاروں مختلف
 آثارِ ظاہر ہر نوالی نظروں سے دیکھنے لگے۔ کسی کی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکلتا تھا۔ یہ شوق
 اس کی اجازت ہی نہیں دیتی تھی کہ کچھ کہیں۔ آخر شہزادی اپنے دل میں کہنے لگی کیا یہ شوق
 بھی ہم لوگوں کا رقبہ ہے؟ بخت کچھ کہنے ہی نہیں دیتا۔ مگر ہاے کیا کمون؟ شرم زبان
 پکڑ دے لیتی ہے۔ دیر تک شہزادی بس ویش کرتی رہی پھر بولی۔ دیکھو وقت گزرا جاتا
 ہے پھر ہمیں موقع نہ ملے گا۔ بس اتنا بتا دو کہ یہاں تک کیونکر پہنچے۔ صرف اسی قدر میں
 اور کچھ نہ پوچھوں گی شاہزادہ عزیز فقط شوق سے دیکھتا ہی رہا کچھ جواب نہ دے سکا۔
 شہزادی نے کیا نہ بتاؤ گے؟ دیکھو پھر وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔
 شاہزادہ عزیز نے (چونک کر) کیا میں بتاؤں؟ کیا بتاؤں؟
 شہزادی نے افسوسِ اشوق نے تمہیں سنتے نہ دیا۔ سچ کہتی ہوں شوق میرا اور
 تمہارا دونوں کا دشمن ہے۔ پوچھتی ہوں کیونکر پہنچے۔

شاہزادہ عزیز نے پیاری ورجنا

ورجنا! میں میرا نام کہنے بتایا

عزیز! میرے پر آرزو دل نے

ورجنا! دل نے تمہارا دل مجھے کیا جانے

عزیز! لو اور سنو! تمہاری زلف گرہ گیر میں رہے گا اور تمہیں نجانے گا

ورجنا! (شرما کر) بس بہت باتیں نہ بتاؤ۔ افسوس تمہیں وقت کی ذرا قدر نہیں۔

سچ کہو میرا نام تمہیں کہنے بتایا؟ ہاں اس یو دیہ نے بتایا ہوگا۔ خیر اب کسوچو کی

قید میں کس وجہ سے گرفتار ہوئے

عزیز! اس لیے کہ یہ تمہارا دین

ورجنا: (شرمندگی سے) مجھے تو تم اُس پر خوف مقام میں تنہا چھوڑ کے چلے آئے۔

عزیز: ہاں! بس وہی چلا آنا تم ہو گیا۔ اسے میری ورجنا قسمت نے مجبور کر دیا چند عیسائیوں سے مجھے لڑنا پڑا۔ میں نے چار مار لیے۔ اسکے بعد دس بارہ اور آگئے میں زخمی ہو گیا تھا۔ میرا دہنا ہاتھ بیکار ہو گیا تھا۔ انھوں نے گرفتار کر لیا اور یہاں قید کر کے بٹھا دیا۔ اسے پیاری ورجنا اب تم اپنا حال بیان کرو۔

ورجنا: وہ شاید وہی لوگ آتے ہوئے کہ ٹاپو نکی آواز سنے میں بھاگی اور ایک غار میں چھپ رہی رات میں نے اُسی غار میں بسر کی۔ جھکوا ایک وحشی مسلمان گرفتار کر کے مجھے شوف عامر میں لے گیا اور شاہزادہ عزیز کی خدمت میں پیش کرنا چاہا۔ سنا گیا کہ شاہزادہ صاحب اپنے والد سلطان صلاح الدین کے پاس گئے مگر میں شاہزادہ عزیز کی حرم سرا میں داخل کر دی گئی۔ دو تین روز کے بعد معلوم ہوا کہ شاہزادہ عزیز کا کہیں پتا نہیں کو شمش کر کے اور سفارش کر کے اور سفارشین اوٹھوا کے میں سلطان صلاح الدین کے پاس گئی وہ اپنے بیٹے کی مفارقت میں بہت پریشان تھے مجھے یقین ہو گیا کہ شاہزادہ عزیز آپ ہی ہیں۔ آج کی رات کا وعدہ کر کے میں نے وہاں سے رہائی حاصل کی اور انگریزی کمپ میں داخل ہوئی خدا کا ہزار شکر کہ آپ کا پتہ لگا لیا۔ اسے شاہزادے میں آپ کی لونڈی ہوں۔ زرخید لونڈی۔

عزیز: (حیرت زدہ ہو کر) اے ورجنا تم سلطان کے پاس بھی ہو آئیں۔ تم نے اپنے قیدی اپنی زلف کے قیدی کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ پھر نکل چلنے کی بھی کوئی تدبیر ہے۔ ورجنا: ہم تم آؤ انگریزی وضع بنا کے نکل چلیں اور لڑ بھڑ کر مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہو جائیں۔

عزیز: یہ جلاوٹ محافظ کیون چھوڑنے لگے اور تمھاری یہودیہ لونڈی کا بڑا احسان مند ہوں یہ غریب کیونکر چلے گی۔

ورجنا: (یہودیہ کی طرف دیکھ کر) آسہ کیا تو بھی چلے گی۔

آسہ: میں یہاں رہ کے کیا کروں گی۔

ورجنا: تو اچھا میں باہر نکل کے ایک اور کو شمش کرونگی کہ سلطان فوج نور کر کے

مسیحیوں کو ہٹائی ہوئی یہاں تک پہنچ جائے۔ اس وقت بلوے میں ہم سب چھپی طرح نکل چلیں گے۔

عزیز دہان یہ خوب تدبیر ہے۔ اب دیر نہ کرو۔ پیاری ورجنا تم نے یہ بڑا کام کیا کہ میری رہائی کی تدبیر میں سوچ کے آئیں۔

ورجنا: (یہودیہ کی طرف دیکھ کر) آسید اس ترکیب سے تو بھی نکل چلے گی۔
آسید: جب مجھے یہاں رہنا منظور نہیں ہے تو جانپر کھل کر چلوں گی۔
عزیز دہان: اب تم کو انتظار۔
افسر آگیا اور کہنے لگا۔

”اے شہزادی کسی مسلمان تیرا عداز نے شاہی صلیب بڑا کو تیرا مارا صلیب کے ہاتھ سے چھوٹا بیڑی مسلمانوں نے یورش کر کے صلیب پر قبضہ کر لیا۔

ہمارے بادشاہ کو اور تمام عیسائیوں کو ابیر طیش آگیا۔ انھوں نے بڑے جوش و خروش سے ارادہ کیا کہ صلیب کو مسلمانوں سے چھین لیں مگر ابھی تک تو صلیب مسلمانوں ہی کے قبضہ میں ہے۔ یہ مسلمان لوگ واقعی بلا کے ہیں ہزار تدبیر کرو مگر ابیر کچھ زور نہیں چلتا۔
ورجنا: تو کیا اب تک اسی طرح شدت سے لڑائی ہو رہی ہے۔

افسر: جی ہاں اب تک لڑائی اسی طرح قیامت کی ہو رہی ہے۔
ورجنا: آج کسکی طرف فتح کے آثار ہیں۔

افسر: فتح تو خدا کے ہاتھ ہے۔ مگر ابھی تک دونوں میں سے کوئی نہیں دبا معلوم ہوتا۔

ورجنا: آج ہماری چار لاکھ فوج بھی مسلمانوں کو پسپا نہ کر سکی۔ یہ ہمارے لیے بڑی شرم کی بات ہے۔

افسر: آج تو غالباً فتح ہماری ہو۔ مگر مسلمان حقیقت میں بڑے بہادر ہیں۔ وہ ہماری زیادتی کو ذرا دھیان میں بھی نہیں لاتے۔

ورجنا: چلو میں ابھر کھڑی ہو کر لڑائی کی سیر دیکھوں گی۔

افسر: آپ یہیں تشریف رکھیے وہاں چلے کیا کیجیے گا۔

ورجنا: میں ضرور چلوں گی۔ یہ کہہ کے حوروش اور پری جلال اور جنانا زوادا سے

اپنی جہا کے دامن ہاتھ میں لیے ہوئے غم سے باہر نکلی۔ دیر تک سیر دیکھتی رہی پھر اپنی جہا کے پیچھے سے ایک زرد رومال نکالا۔ یہ مقام بلندی پر تھا۔ اور راجہ منہ جنگ نظر کے سامنے تھا مسلمانوں کا ٹخ اسی طرف تھا گولڑائی ادھر دیکھنے کا انھیں موقع کم دیتی تھی ورجنا نے اس زرد رومال سے کئی مرتبہ منہ پوچھا۔ نازک نازک گلابی رخسارے صاف کیے جیہڑ گھوڑوں کے سمون اور پیادوں کے پانوں کی اڑائی ہونی گرد آ کے جم گئی تھی لیکر ایک خدا جانے کیا سمجھ کے پیاری ورجنا نے ہاتھ دیا بچا کیا۔ اور فوجی نشان کے پیر سے بے کس طرح کئی دفعہ رومال کو بھولیں اڑا دیا ورجنا نے یہ رومال نہیں اڑایا گویا لڑنے والوں خصوص مسلمانوں پر ایک جادو ڈال دیا۔

سلطان صلاح الدین کا خیر افغن بھائی یک بینک پیچھے ہٹا مصری نشان کو حرکت دی اور زور سے تکبیر کہہ کے حملہ کیا۔ ہر مسلمان نے اس امر میں اپنے بہادر افسر کا ساتھ دیا سمجھوں نے تکبیر کہی اور اس شدت سے لڑتے ہوئے بڑھے کہ عیسائیوں کو روکنا مشکل ہو گیا اس دفعہ کے حملہ میں مسلمانوں نے عیسائیوں کو ذرا بھی نہ مانا وہ سیدھے بڑھے چلے آئے۔

عیسائیوں نے ہزار طرح سے چاہا کہ مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روک دین مگر انھوں نے رکنے کے لیے نہیں حملہ کیا تھا۔ اکثر مقامات پر تو اس ریلے میں یورپین سپاہی گئے اور عورتا ہر طرف یہ ہوا کہ مسیحوں کی صفوں کو چیر کے مسلمان آگے بڑھے۔ یہ پر خون حالت دیکھ کر فرانسیسی افسر نے ڈرتے ہوئے کہا۔

”اے شہزادی۔ اب ہم لوگوں کو یہاں سے ہٹ چلنا چاہیے مجھے خوف ہے کہ مسلمان یہاں تک نہ پہنچ جائیں۔ آپ دیکھتی ہیں کس جوش اور زور سے ادھر بڑھے چلے آتے ہیں۔“

ورجنا نے وہ ہزار بڑھ آئیں مگر اس ٹیلے پر نہ پہنچ سکے۔

افسر نے نہیں مین تو دیکھتا ہوں کہ چند منٹ میں اب وہ یہیں پہنچ جائیں گے۔ این یہ دو کون شخص ہیں جو ہماری فوج سے نکلے ادھر آ رہے ہیں۔“

ورجنا نے اور ان دیکھو وہ تیسرا شخص بھی ہمارے افسر کو قتل کر کے ادھر چلا آ رہا ہے۔“ افسر نے شہزادی صاحبہ خدا کے لیے بھاگنے کا ارادہ کیجیے مجھے اور آپ دونوں کو

جان کا اندیشہ ہے۔ دیکھو ہمارے دو افسر ٹالہوٹ اور موہرے مارڈالے گئے۔ اور تین مسلمان نہیں نہیں دیکھو بہت سے ادھر بڑھے چلے آتے ہیں۔ ہاے اب کیا ہوگا؟ کیون میں اب کیا کروں؟ بھاگو بھاگو!! آپ تو سُستی ہی نہیں۔ اے لودہ آگئے۔ میں تو جاتا ہوں یہ ورجنا کا ہاتھ کھینچ کے اے شاہزادی صاحبہ خدا کے لیے چلی چلیے۔

ورجنا: میں اس بودے پن سے نہ بھاگوں گی (ہاتھ چھڑا کر) اگر تم سے نہیں ٹھہرا جاتا تو چلے جاؤ۔

افسر: رجاتے ہوئے پھر پھر کے) ہاے میں دیکھتا ہوں شاہزادہ کی بھانجی غلاموں کے ہاتھ سے قتل ہوگی۔ اے شاہزادی ہٹ آئیے خدا کے لیے ہٹ آئیے۔ اے دیکھیے وہ آپ تک پہنچ گئے۔“ زور سے بھاگا۔

جو شخص سب کے پہلے ورجنا کے پاس پہنچا وہ سلطان صلاح الدین کا بہادر بھائی تھا اُسے آتے ہی کہا: اے وفادار ماہ جبین! کیا شاہزادے کا پتہ لگ گیا؟

ورجنا: اپنے پیچھے کی طرف اشارہ کر کے (وہ اس خیمہ میں قید ہیں۔“ خیمہ کے محافظ مسلمانوں کو آتے دیکھ کر اپنے افسر سے پہلے ہی بھاگ چکے تھے مسلمان افسر بغیر کسی مزاحمت کے خیمہ میں داخل ہوا۔ اور جاتے ہی شاہزادہ عزیز سے غلام ہو کر اب بہت سے مسلمان بھی ایسا کیونکو بٹاتے ہوئے اس خیمہ میں پہنچ گئے تھے شاہزادہ عزیز معہ یو دیہ اور اپنے چچا کے ایک ولایتی تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے خیمہ سے نکلا۔ اُنکی صورت دیکھتے ہی مسلمانوں کے چہرے چمکنے لگے اور اُنکی ہمتیں بڑھ گئیں۔ پیاری ورجنا جو ابھی تک صرف تیر نظر ہی سے کام کر رہی تھی اُسے بھی تلوار ہاتھ میں لی اور متحور ایسی ہو گئی کہ اسے اگر اسٹہ ہو کر اپنی نظر کے کھائل شاہزادہ عزیز کے ساتھ میسج کو قتل کرنا پڑتی یہ دانا جنگ میں اُتری۔ یو دیہ شاہزادہ عزیز کے دوسرے پہلو پر تھی۔ اور شاہزادہ ہاڈا شاہزادہ اپنے ساتھ اسکو بھی دشمنوں کے گھون سے بچاتا مسلمانوں کے کیمپ کی طرف روانہ ہوا۔

ڈی مینڈول نامی انگریز افسر نے کہیں دور سے شاہزادی ورجنا کو میدان جنگ میں دیکھ لیا۔ بڑھ کر قریب آیا۔ اور کہنے لگا: اے شاہزادی صاحبہ

آپ سے بھی میرا شک؟ واقعی مسلمانوں کی اس وقت یورش نے انگریزی خون کو ٹپا بخش دیا۔ صلیب کو ان کے قبضہ میں جاتے دیکھ کر آپ سے نہ ہا گیا ہو گا۔
 ورجنا نے ان مسلمانوں ہی نے مجھے یہاں میدان جنگ میں بلایا۔
 جس وقت ورجنا یہ کہہ رہی تھی ڈی سینڈول کی نظر شاہزادہ عزیز پر جا پڑی طیش میں آ کر بولا کہ مسلمانوں نے اپنے قیدی کو چھڑا لیا؟ کیا اور شاہزادہ عزیز پر حملہ کیا۔

ڈی سینڈول کی گستاخی دیکھ کر ورجنا کو بھلا کب تاب رہ سکتی تھی بڑھ کے تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ ڈی سینڈول کے شانے پر گہرا زخم پڑ گیا۔ انگریز افسر شاہزادی ورجنا کی یہ کارروائی دیکھ کر پہلے تو سناٹے میں آ گیا۔ پھر حیرت کچھ میں کہنے لگا کہ اے شاہزادی صاحبہ میرے مقابلہ میں ایک مسلمان کی ہمدردی کرنا میں نہیں سمجھ سکتا آپ کو کیونکر گوارا ہوا۔
 ورجنا نے کیا تم نہیں جانتے کہ یہ مسلمان میرا دیریری جان کا مالک ہے۔
 ڈی سینڈول نے تو شاہ رچرڈ سے آپ کو بچنا مشکل ہو گا۔
 عزیز نے قبل اسکے کہ تو شاہ رچرڈ کو اس واقعہ کی خبر پہنچائے میں تیرا کام نہ تمام کر دوں گا۔
 یہ کہنے ایک نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا۔ انگریزی افسر حسرت کی نگاہ سے شاہزادی ورجنا کی طرف دیکھنے لگا۔

عزیز نے اور اگر شاہ رچرڈ ہمارے اس معاملے میں کوئی بات خلاف دست اندازی کرنا چاہے گا تو اسکو بھی جلد تیرے پاس پہنچا دوں گا۔
 یہ کہنے شاہزادہ عزیز نے دوسرا نیزہ مارا اور انگریزی افسر نے تین چار دفعہ جبینی سے تڑپ کر دم توڑ دیا۔

ورجنا نے اے شاہزادہ اب چلو جس طرح ہو سکے اپنے تین مسلمانوں کے کیپ میں پہنچا دوں۔
 عزیز نے ان ہاں۔ میری بھی یہی رائے ہے۔
 شاہزادہ عزیز اور ایک کے ڈی سینڈول کے گھوڑے پر سوار ہو لیا اور ایک اور مسیحی سوار کو قتل کر کے اس کے گھوڑے پر بیویہ کو سوار کرایا۔ ورجنا کو پہلے ہی شاہزادہ کے چچانے اپنا گھوڑا دیدیا تھا۔ گھوڑوں کی باگ اٹھا دی گئی اور تینوں گھوڑے ہوا میں فراتے بھرتے ہوئے اڑے۔

ہمارے ورژنا اور صف شکن شاہزادہ عزیز۔ جیسا یونکو مارنے گراتے ہوئے اور سامنے سے ہٹاتے ایک ہی دوڑ میں مصری کیمپ تک پہنچ گئے اور خاص شاہی خیمہ میں داخل ہوئے۔ آسید بھی انکے ساتھ صحیح و سالم نکل آئی اور اطمینان سے اسلامی سلطان کے خیمہ میں داخل ہوئی۔

سلطان صلاح الدین کے بھائی نے شاہزادہ عزیز اور ورجنا کو تو ادھر روانہ کیا اور خود شاہی خیمہ کی طرف بڑھا۔ عیسائیوں نے بڑی جانفروشی سے مقابلہ کر کے شاہی خیمے کو مسلمانوں کے حملہ سے بچایا۔

اس طرف مسلمانوں کا یہ جوش و خروش دیکھ کر شاہ رچر ڈنے حکم دیا کہ فوج جو عکہ کا محاصرہ کیے ہوئے ہے جس طرح مسلمان ادھر ٹھکیں وہ شہر عکہ پر پورش کرے۔ رچر ڈ کی یہ تدبیر کارگر ہو گئی۔ مسیحیوں نے بڑی سختی سے هجوم کر کے اپنے زمین شہر عکہ کے پیچھے پہنچا دیا گو عکہ والوں نے تیر باری و سنگ باری سے مسیحیوں کو نقصان پہنچا دیا مگر جب تقریباً دو لاکھ فوج سیلاب کی طرح بڑھی تو وہ کما تک روک سکتے تھے۔

یورپین سپاہیوں نے بڑی کوشش کر کے عکہ کا وہ پھانک جو مشرق کی جانب تھا توڑ ڈالا۔ اور شہر کے اندر داخل ہو گئے۔

اس وقت گویا مسیحیوں کو ایک قسم کی فتح حاصل ہو گئی تھی انکی طرف کامیابی کا طبل بجا عکہ کی مصری فوج جسے بڑی جاننازیوں نے اس وقت تک شہر عکہ کو عیسائیوں کے ہاتھ سے بچایا تھا اسے سوائے کٹ مرئیے اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی وہ لوگ شہادت کے پاک صاف سمندر میں غوطہ مارنے کے لیے بڑھے اور عیسائیوں پر بلائے ناگہانی کی طرح آپڑے مچکا شمار اور انکی قوت استقدر کم تھی کہ گویا اپنے زردین آپ آ رہے دشمنوں کے دلویہ اپنی جرات کا نقش بٹھانے کے لیے عکہ کے پھانک کی اندرونی سڑک پر انھوں نے اپنی لاشیں بچھا دیں عیسائی لوگ قتل عام کرتے بڑھے اور شہر عکہ کی سڑکوں پر پھیل گئے۔

بانیب مسلمانان عکہ کے لیے یہ بڑی سخت مظلومیت کی گھڑی تھی۔ بڑھے بچے اور علما فضلاء و خادمان مساجد اور مقتدیان دین نصاریٰ کے ہاتھ سے قتل ہو رہے تھے۔

ایک ایک سے پناہ مانگتے تھے۔ کوئی نہیں سنتا تھا۔ عورتیں بے عزتی

کے ساتھ کھینچ کھینچ کے زنائے مکافونسے باہر نکالجاتی تھیں۔ اور بشیرم مسیحو کو اپنے ناموس و پاکدامنی کا دشمن پاتی تھیں۔ وہ ہر ہر یورپین کے قد موہر کرتی تھیں اور رورو کے اپنی معیبت بیان کرتی تھیں مگر گویا اُس گھڑی عکس رحم دلون اور ترس کھائیوالوں سے خالی ہو گیا تھا۔

جب بوڑھے اور بچے قتل ہوئے۔ عورتوں کی پردہ درمی ہو چکی۔ اور زمین مکہ کو شہد اسے اسلام کے خون نے دھویا تو یورپین لوگ اُس عمارت پر چڑھے جان مصری جھنڈا اڑ رہا تھا یہ عمارت بلند تھی۔ اور اُسکے کنگرے صحرا سے زابلونسے عمان نظر آتے تھے مسیحیوں کے ایک افسر نے چڑھ کے ارادہ کیا کہ مصری جھنڈا اگر کے صلیب اور مسیحی جھنڈا نصب کر دے۔

ایک مسلمان تیر انداز نے صحرا سے زابلون سے یہ کارروائی دیکھ لے ایک تیر انداز یہ تیر انگریزی افسر کے گلے پر پڑا اور پیوست ہو گیا۔ مسیحی شخص اُلٹ کے گر پڑا۔ اور اُسکو گرتے دیکھ کر مسلمانوں نے زور سے تکیہ کہی۔ مدد اسے تکیہ مسیحی لوگ کچھ ایسے چڑھے کہ بہت سے آدمی طیش کھا کے اوپر چڑھ گئے۔ اور انگریزی جھنڈا اعلیٰ پر فوراً چڑھا دیا گیا۔

صلیب اور عیسوی جھنڈے کو مکہ کے کنگور دین پر بلند دیکھ کر سلطان صلاح الدین کا خون جوش بکھا گیا۔ اُس نے ارادہ کیا کہ تنہا شہر مکہ میں مٹھس جائے مگر شاہی افسران فوج نے لیک کے گھوڑا پکڑ لیا اور کہا حضور تنہا قصد نہ کریں۔ ہم سب آپ کے ہمراہ چلنے کو حاضر ہیں۔

سلطان ”میرزا نکین صلیب اور عیسوی جھنڈے کو مکہ کی عمارتوں پر نہیں دیکھ سکتیں۔“ افسر اور ہم کب دیکھ سکتے ہیں۔ مگر حضور جان بوجھ کے ہلاکت میں پڑنے سے کیا فائدہ؟

سلطان نے اس موقع پر تو مجھے موت ہی آسان معلوم ہوتی ہے۔“ افسر ہمارا ہمارا بادشاہ موجود ہے تو ایک روز ہم مسیحو کو مار کے نکال دیں گے عکس پر پھر ہمارا اسلامی پھر پڑا اڑ رہا ہو گا۔ اب اسوقت مسلمانوں کا جوش و خروش بڑھا ہوا تھا انھوں نے زور سے نعرہ ”اللہ اکبر“

بلند کیا اور ہر طرف سے ایسا سخت حملہ کیا کہ مسیحی لوگوں کے دلوں کے ساتھ اس کے قدموں کو بھی غزش ہو گئی۔

عیسائیوں پر کچھ ایسی دہشت سوار ہو گئی کہ تمام عجیبے اور خاص شاہی فیہ کو چھوڑ کر عکہ میں داخل ہو گئے۔

مسلمانوں نے تعاقب کیا اور چاہا کہ سلیے کے ساتھ خود بھی عکہ میں داخل ہو جائیں۔ مگر مسیحیوں نے چھانگ خوب مضبوطی سے بنا کر پیچھے اور شہر عکہ میں متحصن ہو کے بیٹھ رہے۔

ساتواں باب

اطمینان کی ملاقات

شاہزادہ عزیز اور شاہزادی ورجنا معہ آسیہ یودیہ کے اسلامی کیمپ میں پہنچے ہی ایک مصری خیمہ میں داخل ہو گئے۔ یہ شاہی خیمہ تھا اور مشرقی ملکات جنھوں نے دولت عیسائیہ میں گھن لگا دیا اسکی ہر چیز میں ظاہر ہوتا تھا۔ خوبصورت اور نازک مسرے کبھی ہوتی تھیں۔ کافوری شمعیں روشن اور عود انگلیٹھیوں میں سلگ رہا تھا۔ مسرےوں کے آس پاس خوشنما گریبان رکھی تھیں۔ مصری شاہزادہ اور انگلش شاہزادی دونوں جاتے ہی کریسیوں پر بٹھ گئے آسیہ کھڑی ہوئی تھی شاہزادی ورجنا نے اسے بھی بیٹھنے کی اجازت دی۔ آسیہ نے ادب سے ہاتھ جوڑ کر ہم اہم لائڈیون کا یہ مرتبہ نہیں ہے کہ شاہزادہ ونگے برابر بیٹھ جائیں۔

عزیز نے اسے آسیہ قیمت نے بہن اور تمھیں ایک جگہ اور ایک حالت میں بٹھا دیا جہاں تیرے سوا کوئی میرا انیس تھا۔ تیرے احسان کو میں کبھی نہ بھولوں گا۔

ورجنا نے ابو میں بھی تیری منون ہوں تو ہماری رازدار ہے۔ یہ کہہ کے بٹھا لیا (شاہزادہ عزیز سے) آپ نے قید میں بڑی تکلیف اٹھائی ہے۔ مسرے پر لیٹ جائیے۔

عزیز نے پیاری ورجنا خوش قسمتی سے آج تمھارے پاس بیٹھنے کی تمنا برآئی ہو اور تم چاہتی ہو کہ میں ودر ہو جاؤں انہیں یہ نہوگا۔ باوجود اسقدر ہمدردی کے ہنگ تم میں معشوقانہ جور کی ایک ادائیگی ہے۔

ورجنا: ”نہیں نہیں۔ میں یہ نہیں کہتی۔ میرا مطلب یہ تھا کہ قید کی معیبتوں نے تم کو بہت بے چین کر دیا ہوگا۔“

عزیز: ”اے میری دلربا! تمہاری صورت دیکھتے ہی وہ سب کلفتیں رفع ہو گئیں۔“
ورجنا: ”ہاں اس کی جانی نے ہمارے دل کو زندہ کر دیا ہے۔“

عزیز: ”مجھے اپنی زندگی میں بھی ایسی مبارک گھڑی سے سابقہ نہیں پڑا جیسا کہ آج ہے۔“

ورجنا: ”ایک لڑکی اگر اس قسم کے خیالات ظاہر کرے تو لوگ اُسے بے شرم کہیں گے مگر جس وقت میں نے ابتدا میں تمہاری صورت دیکھی اُسی وقت میرا جوش شرم پر غالب آیا جاتا تھا۔ اے شاہزادے اب تمہاری باتیں مجھے بیتاب کر کے کچھ میری زبان سے کہلایا جا رہی ہیں۔“

عزیز: ”پیاری ورجنا! تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ تم جان کر کھیل کے دشمنوں کے پیچھے سے مجھے نکال لاؤ۔ یہ کیا کم ثبوت ہے۔“

ورجنا: ”اے شاہزادے اگر تمہیں میں اپنا دلربا پایا یا کہہ کے یاد کروں تو تم مجھے بیچا اور بیشرم تو کہو گے۔“

عزیز: ”عاشق اپنے جوش و الفت میں ہمیشہ بیچا ہوتے ہیں۔ اور تمہیں ایسا ہی ہونا چاہیے۔“

ورجنا: ”میں بہت خوش ہوں کہ بغیر میری درخواست کے تم نے مجھے اپنا عاشق مان لیا۔“

عزیز: ”نہیں نہیں۔ غلط۔ عاشق میں ہوں۔ تم میری جان و دل کی مالک پیاری معشوقہ ہو۔“

ورجنا: ”نہیں تم مجھے اپنا عاشق کہو۔“

عزیز: ”یہ تو میں جب کہتا جب اپنا دل تمہارے سینے میں رکھ دیتا۔“

ورجنا: ”پیارے عزیز! دونوں دل ایک ہی ہیں۔“

عزیز: ”تو تم دونوں عاشق ہیں۔“

ورجنا: ”پھر تمہیں اپنے تئیں معشوق بھی ماننا پڑے گا۔“

عزیزؔ ہے ہماری عاشقی و معشوقی کا مزہ تو جب تھا جب یہ کجخت مخوس لڑائی نہ ہوتیؔ
 ورجناؔ میرے دلر با تم بڑا نہ ماننا اگر میں التجا کر کے سکون کہ ہں لڑائی کو بڑا نہ کہو
 یہ بڑی مبارک لڑائی ہے دو سچے عاشق اس پیاری لڑائی نے ملا دیے ہم اسی
 ذریعہ سے ملے ہیںؔ

عزیزؔ بیشک تجھے خطا ہوئی مگر اب فیصلہ ہو جاتا تو اچھا تھاؔ
 ورجناؔ میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی۔ بتو میرا جی چاہتا ہو جس طرح ہو میرے پیار کی فتح ہوؔ
 عزیزؔ اے پیاری نازنین۔ اگر لڑائی ہوتی رہی تو میں جی بھر کے تمھاری
 زیارت نہ کر سکوں گاؔ

ورجناؔ اے پیارے اپنے دل کے فتح کرنے والے عزیزؔ کی تمنا پوری کرنے کے لیے
 میں چھاتی پرسل رکھ کے صبر کر دوں گی اور جو مصیبت پڑے گی سہ لوں گی۔ مجھے یہ بھی
 گوارہ ہوگاؔ

عزیزؔ پھر بھلا میرا عشق کب گوارا کرے گا کہ تمھارے ہموطن اس طرح میدان
 جنگ میں قتل کیے جائیں۔ (ورجنا کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پیاری
 ورجنا تمھارا عشق مجھے بودا اور بزدل کیے دیتا ہے خود بخود میرا دل کتنا ہو کہ لڑائی
 سے دست بردار ہوں اور تمھیں لے کے اپنے وطن مصر میں چلا چلوں۔ لڑائی
 کے سوا یہاں کی آب و ہوا تمھارے حسن کی دشمن ہے۔ افسوس اودہ تمھارے
 رخسار ونگی تر و تازگی۔ تمھارے چہرے کی رونق مٹائے دیتی ہے۔ اُس روز
 آج زیادہ افسردہ نظر آتی ہوؔ

ورجناؔ یہ ظلم تو مجھ پر تمھارے فراق نے کیا۔ مجھے تمھارے دیدار سے مایوسی ہو گئی
 تھی اگر ذرا بھی امید ہوتی تو میں یہاں کی آب و ہوا سے لڑتی۔ کامیاب ہوتی
 اور چہرے کی بجالی کو باقی رکھتی۔

عزیزؔ کیوں پیاری ورجنا۔ آج کا دن کیسا مبارک اور خوش نصیبی کا دن ہے
 سبحان اللہ عاشق و معشوق ملے ہیںؔ

ورجناؔ نہیں پیارے۔ عاشق و معشوق نہ کو دو عاشق کو۔ کیا تمھیں میرے
 عشق کا یقین نہیں ہےؔ

عزیزہ مجھے یقین ہے۔ مگر اسکو کیا کروں کہ میرا جوش عشق نہیں مانتا وہ کتنا ہی کہ
تھیں مشوق ہی کے پیارے خطاب سے یاد کروں۔ اسے میری دلربا۔ میں اپنے
آپ کو بہت بہادر اور صفت شکن جانتا تھا۔ مگر تم نے میرے دل کو فتح کر لیا۔

ورجنا! (آہ سرد کھینچ کر) ہاے عشق کی گھڑیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ اسوقت
گویا۔ آسمان۔ قسمت۔ زمانہ۔ شب بھر نامرادی۔ اپنے سب دشمنوں کو خاک میں
ملا کر بھنے یہ کامیابی حاصل کی ہے۔

عزیزہ! اسے پیاری ورجنا پھر اس کامیابی کی ساعت میں تم آہ سرد کیوں
کھینچتی ہو!

ورجنا! آئندہ کے خوف سے۔ ہاے فراق کا کھٹکا عاشقوں کے دل سے
نہیں نکلتا۔

عزیزہ! پیاری ورجنا! اب اسوقت فراق کا کھٹکا نہ دلاؤ کیا مہیب لفظ ہے فراق!
اُف! انام نہ لو۔ میرا دل کانپا جاتا ہے۔

ورجنا! ہاے اہم! اس ظالم کا نام لینے ڈرتے ہیں۔ اور خیال گذرتے ہی ہاتھ
روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہیں سچ محب سابقہ پڑ جائے تو کیا ہو!

عزیزہ! خدا انکرے ایسا شخص کلمہ زبانی سے نہ نکالو (کاب کرم) آؤہ تمہیں تو ڈرا دیا!
ورجنا! اچھا میرے پیارے معاف کرو۔ اب یہ نام نہ لو نکلی۔ کوئی بندوبست
کر و کہ یہ کھٹکا دل سے نکل جائے۔

عزیزہ! آؤ ہم تم یہاں سے فلک سحر کو چلیں۔ اطلینان کی زندگی وہیں نصیب
ہوگی۔ لیکن میں بدنام ہوں گا کہ اپنے ہم مذہبوں کو جانبازی کرتے چھوڑ کر
بھاگ گیا۔

ورجنا! نہیں تم بدنامی کی بات نہ کرو تمہاری بدنامی مجھے کیونکر گوارا ہو سکتی ہو
میں بھی یہیں رہوں گی اور تم بھی یہیں رہو۔

عزیزہ! اسے میری جان کی مالک ورجنا۔ ہاے یہ بھی تو نہیں ہو سکتا کہ تمہارے
ہم مذہب مسیحیوں کو قتل ہوتے دیکھوں۔ میں مسیحی مذہب کا دشمن تھا۔ مگر اب اس
مذہب سے محبت بھی ہو گئی۔ ہاے عشق کو بت پرست بتاتے سنا تھا۔ مگر میرا

عشق مجھے عیسائی بنائے دیتا ہے کیونکہ مسیحیوں کو قتل ہوتے دیکھوں۔ میں مسیحی مذہب کا سچا دشمن تھا۔

ورجنا: اے پیارے مسیحیوں کو اب میرا ہم مذہب نہ کہو۔ میرے ہم مذہب تو بہادر مسلمان ہیں اے شاہزادے تمہارے ساتھ میں تمہاری قوم اور تمہارے مذہب پر بھی عاشق ہوں عیسائیوں سے ذرا ہمدردی نہیں۔

عزیز: دین اسلام کے برحق ہونے میں کلام نہیں۔ پیاری ورجنا اس بارے میں تمہیں بھی اب شک نہیں۔

ورجنا: ہاں میں تو اب دین اسلام کی عاشق ہوں۔ کیا میں چاہوں تو مسلمان ہو سکتی ہوں۔

عزیز: اسلام نے بہتوں کا دروازہ سائے عالم کے لیے کھول دیا ہو۔ جو چاہے مسلمان ہو۔ ورجنا: صرف اپنے تئیں مسلمان کہنے سے کیا میں مسلمان ہو گئی۔

عزیز: ہاں بس اس قدر کافی ہے کہ خدا کو ایک اور وحدہ لا شریک لہ جانو۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی نبوت کا اقرار کرو۔ یہ ایک با وقعت اور با جلال کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلعم) ساری دنیا کو مسلمان کر سکتا ہے۔

ورجنا: وہ کیا اچھا دین ہو! برائی آسانی سے ہر شخص کو اپنا کر سکتا ہے۔ یہ کیسی اچھی بات ہے کہ عاشقوں کو امید و آرزو کی رسیوں میں زیادہ نہیں الجھاتا میں نے اقرار کرتی ہوں کہ آج سے مسلمان ہوں۔

یہ کہہ کر پیاری ملائکہ فریب ورجنا نے کلمہ توحید پڑھا۔

عزیز نے خوش ہو کر ورجنا کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا: اے نازنین ہمارے دل تو پہلے ہی ملنے لگے تھے اب دونوں ایک ہو گئے۔

ورجنا: ہاں یہ خوف میرے دل سے نہیں نکلتا کہ کل تم پھر بیدین مسیحیوں سے لڑنے کو میدان جنگ میں نکلو گے۔

عزیز: نہیں اب میں میان تر ہوں گا۔ کل ہی ہم تم مصر کا ارادہ کرینگے۔

ورجنا: سلطان صلاح الدین کو یہ امر ناگوار ہو گا۔

عزیز: چاہے کچھ ہو۔ مگر میں میان نہ ٹھہر دوں گا۔ کل دو گھوڑے ہمیں اور تمہیں

مصر کی طرف لے چلین گئے۔“

آسیہؑ (ادب سے کھڑی ہو کر) اے عالی مرتبہ شاہزادے کچھ مجھے بھی عرض کرنا ہے۔“

ورجناؑ (چونک کر) ہاے عشق نے اندھا اور بے ضبط کر دیا ہے مجھے کسی دوسرے شخص کا خیال بھی نہ تھا۔ ہم نے سب راز آشکارا کر دیے۔“

عزیزؑ بیشک عشق نے آسیہ کو ہمارے دل سے بالکل بھلا دیا تھا۔ غنیمت ہے کہ کوئی اور نہ تھا۔ آسیہ ہماری رازدار ہے۔ میری مصیبتوں کی شریک ہے۔ آسیہ مجھے جو کچھ کہنا ہے بلا مائل بیان کر۔“

آسیہؑ دھنورنے جو رازداری کی عورت مجھے مرحمت فرمائی ہے پہلے تو اسپر میں اپنی مسرت ظاہر کرتی ہوں۔ اُسکے بعد یہ تمنا ظاہر کرتی ہوں کہ میں بھی مبارک دین اسلام میں شامل کی جاؤں۔“

عزیزؑ آسیہ! تو بھی مسلمان ہونا پسند کرتی ہے! یہ دین تیری عورت بڑھادیگا اچھا وہی مقدس کلمہ تو بھی صدق دل سے پڑھ ہمارے دین کی برکتیں اور بزرگیان مجھے اپنے دامن میں لین گی۔“

آسیہؑ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ بس؟“

عزیزؑ پیاری ورجنا! آسیہ سے ملو۔ اب تک یہ لوٹدی تھی اب تمہاری بہن ہے۔ آسیہ نے کچھ تامل کیا۔ مگر ورجنا اُٹھی اور آسیہ سے پٹ گئی۔“

آسیہؑ شاہزادے صاحب آپ نے جانے کا تو بندوبست کیا۔ مگر میں یہاں کیا کروں گی اب میں آپ کی خدمت سے جدا نہیں ہو سکتی۔“

ورجناؑ ہاں ہمارے عشق کی رازدار آسیہ ہمارے ساتھ چلے گی۔“

عزیزؑ اے آسیہ تو فکر مند نہ ہو میں تجھے اپنے ساتھ رکھوں گا۔“

ورجناؑ اب تو ہماری بہن آسیہ کو دین اسلام نے ہماری بہن بنایا ہے۔ ہمارے ہمراہ رہے گی۔“

آسیہ نے شاہزادی ورجنا اور شاہزادہ عزیز کو اٹھ کے سلام کیا اور اس عورت بخشی کا شکریہ ادا کیا۔

عزیزؔ! تو کل کسی نہ کسی طرح ہم بیان سے روانہ ہو گئے۔ مگر ابھی تک کوئی تدبیر اس بات کی ذہن میں نہیں آئی کہ سلطان سے مجھے کیا عذر کرنا چاہیے (ذرا غور کرو کہ) اچھارات کو سوچو نگا۔

”اتنے میں ایک خواجہ سرانے عرض کیا ”حضور سلطان نے آپ کو یاد فرمایا ہے“ عزیزؔ! کیا میدان جنگ سے واپس آ گئے۔“

خواجہ سرانے لڑائی تو کب کی ختم ہو گئی۔ عیسائیوں نے ادھر سے شکست کھا کر شہر علیہ پر قبضہ کر لیا۔ شہر ہی میں انھوں نے پناہ لی اور متحصر ہو گئے۔ مسلمانوں نے نصارت کے بخون اور خاص شاہی رخصہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ مگر شاہ رچرڈ نکل کے ملک میں داخل ہو گیا۔

عزیزؔ! (متفکر ہو کر) تو بہت برا ہوا۔ گو پہنے شکست دیدی مگر ایک محفوظ مقام پر انکا قدم جم گیا۔ اور مجھے اس امر کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسے کتنی دیر ہوئی۔“

خواجہ سرانے ”حضور بڑی دیر ہوئی۔ سلطان کو اپنے خیمہ میں آئے کوئی گھنٹہ بھر ہوا ہوگا۔ اسوقت سے بیٹھے حضور کا انتظار کر رہے ہیں آپ کو قدم رنجہ فرمانے میں زیادہ دیر ہوئی تو نہ رہا گیا مجھے روانہ کیا۔ اب حضور دیر نہ لگائیں۔ وہ برسی بیتابی سے انتظار کر رہے ہیں۔“

شاہزادہ عزیزؔ نے درجن کی گوری پیشانی کا بوسہ لیا اور جلد واپس آنے کا وعدہ کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ ابھر نکل کے فوجی پہرے والوں کو حکم دیا کہ خبردار اس خیمہ میں کوئی نجانے پائے۔ شاہزادہ عزیزؔ یہ حکم دے کے سلطانی خیمہ میں گیا۔ جھک کر باپ سے بغلیں ہوا اور ادب سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

سلطانؔ بیٹا تمھاری گرفتاری نے ہم سب لوگوں کو تشویش میں ڈال دیا تھا یہ تم کیونکر عیسائیوں کے ہاتھ میں پڑ گئے۔“

عزیزؔ! باجان میں نے شوق عامر میں عیسائیوں کو پوری زک دی تھی ان کے سردار کو خود دین نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا غلطی یہ ہوئی کہ مسیحیوں کے تعاقب میں تنہا دور تک گھائیوں میں بڑھتا چلا گیا۔ وہاں چار عیسائی سوار ملے۔ میں نے دو کو قتل کر ڈالا۔ تیسرے نے میرے گھوڑے کو نیزے سے زخمی کر دیا گھوڑا بھڑکا

میں اسکی طرف متوجہ تھا کہ عیسائی نے میرے واسطے شانے پر وار کیا۔ گو میں کس قدر زخمی ہوا تھا مگر میں نے اس عیسائی کو فوراً قتل کر ڈالا۔ چوتھے کی تلواریں میرے اسی شانے پر کاری پڑی کہ ہاتھ لٹک پڑا اور ہاتھ حملہ کرنے کے قابل نہ رہا اتنے میں دس بارہ عیسائی اور آگئے اور انھوں نے گرفتار کر کے عکہ میں پہونچا دیا میدان کے سامنے شاہی خیمہ کے برابر میرا خیمہ تھا کل کی اور آجکی دونوں لڑائیاں میں نے اپنے دل پر جبر کر کے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ہر بار جی چاہتا تھا کہ میدان جنگ میں کود پڑوں مگر قید نے بیدست و پا کر رکھا تھا۔

سلطان ۲۲ اور وہ عیسائی لڑکی کا کیا ماجرا تھا۔

عزیز ۲۲ (سر جھکا کر) جی ہاں اوسکو یودی قتل کیے ڈالتا تھا۔ میں نے وہاں پہونچ کے بچا لیا۔

سلطان ۲۲ وہ لڑکی کون تھی؟ تمہیں کچھ اسکا حال معلوم ہے۔

عزیز ۲۲ اباجان وہ شاہی خاندان کی لڑکی ہے شاہ رچرڈ کی بھانجی ہو۔ اسی نے میری جان بچائی۔ وہی مجھے عیسائیوں کے ہاتھ سے چھڑا لائی۔

سلطان ۲۲ لائی ہے کیا وہ تمہارے ساتھ آئی ہے۔

عزیز ۲۲ جی ہاں میرے ساتھ اسنے میدان جنگ میں کود کر حملہ کیا۔ ایک بڑے افسر کو اور بہت سے عیسائیوں کو قتل کر کے یہاں تک پہونچی ہو۔ آپنے تو چچا جان نے سب حال بیان کیا ہوگا۔

سلطان ۲۲ نہیں اسکی مجھے اصلاً خبر نہ تھی (خوش ہو کر) تو اُسنے اپنے ہم مذہبوں اور ہوطنوں کو قتل کر ڈالا۔

عزیز ۲۲ اباجان اب تو وہ مسلمان ہو گئی ہے اُسنے دین اسلام قبول کیا۔ بلکہ اُسکے ساتھ ایک یہودیہ لونڈی بھی آئی ہے۔ وہ بھی مسلمان ہو گئی۔

سلطان کا چہرہ خوشی سے چلکنے لگا۔ اور جوش مسرت کے لہجہ میں پوچھا۔

”اس لڑکی کا نام کیا ہے؟“

عزیز ۲۲ ورجنا۔ اور اس لونڈی کا نام آسیہ ہے۔

سلطان ۲۲ میں نے ایک بار اُسے دیکھا ہے۔ جب وہ شوق عامر سے یہاں آئی تھی۔

مجھے بخوبی اسکی صورت بھی یاد نہیں رہی۔ وہ پاکباز لڑکی کمان ہے۔ میں پیر مکی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔“

عزیز۔ ”اباجان وہ اسی پاس والے قیمہ میں ہے جب چاہے تشریف لے چلیے۔ سلطان۔ ”تم پر اُسے بڑا احسان کیا۔ خاص تم سے اسکو اس قدر محبت کیوں ہے۔ شاہزادہ عزیز نے شرمندہ ہو کر گردن جھکائی۔

سلطان۔ ”اس احسان کے معاوضے میں اگر تم اُسے اپنی پیاری بی بی بناؤ۔ کیسا مجھے تو ایسی بہو پر ناز ہوگا۔“

عزیز۔ ”یہ آپ کے اختیار اور مرضی پر منحصر ہے۔“ سلطان۔ ”ضرور ایسا ہونا چاہیے۔ تم آج ہی اُس سے نکاح پڑھالو۔ اتنے میں سلطان کے بھائی نے آکے کہا۔

”آج ہمیں عیسائیوں کو شکست تو دیدی مگر یہ بڑا ہوا کہ عہد پر انکا قبضہ ہو گیا۔ عہد کے مسلمانوں پر جو کچھ ظلم ہوا وہ کم ہے غضب یہ ہوا کہ عیسائیوں نے اپنے جنگی جہازوں کے ذریعے ساحل عہد پر قبضہ کر لیا اس طرف سے وہ رسد وغیرہ بخوبی لاسکیں گے اور مدتوں تک اس شہر میں انکا قدم جما ہے گا۔“

سلطان۔ ”ہاں ساحل پر تو وہ آسانی سے قبضہ رکھ سکتے ہیں۔ اُنکے پاس جنگی جہاز بہت ہیں۔“

برادر سلطان۔ ”سنا گیا ہے اب انکا قصد کسی طرف اور بڑھنے کا ہو عہد کی حفاظت کی نسبت اُنھیں ایک قسم کا اطمینان ہے۔“

سلطان۔ ”کوئی تشویش کی بات نہیں۔ خدا ہمارا مددگار ہے۔ اپنی زندگی میں میں ہرگز اُنھیں اُنکے اغراض میں کامیاب نہونے دوں گا۔ شاہزادہ عزیز کیطقت دیکھ کر (تو نکاح پر راضی ہونہ۔“

عزیز۔ ”اگر دن بچی کر کے (بیہان لڑائی کے میدان میں تو کوئی ایسی کارروائی نامناسب ہوگی۔“

سلطان۔ ”تو چند روز کے لیے مصر چلے جاؤ۔ قید نے تمھیں تھکا دیا ہوگا۔ ذرا طبیعت بحال ہو جائے تو پھر چلے آنا۔“

عزیز نے قید نے تو میری ہمت کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ ان آپ کی تعمیل ارشاد کے لیے چلا جاؤ لگاتار۔

سلطان نے مگر جانے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ تمہارا عقد ہمیں ہو جائے۔
عزیز نے جو آپ کی خوشی ہو۔

یہ جملہ شاہزادہ عزیز نے شرمندگی کے لمحہ میں ادا کیا۔ سلطان صلاح الدین اپنے بھائی کو ساتھ لیکر اٹھا اور شاہزادہ عزیز کے اُس خیمہ میں داخل ہوا جس میں حوروش ورجنا بیٹھی شاہزادہ کا انتظار کر رہی تھی۔

سلطان کو آتے دیکھ کر شاہزادی ورجنا اور آسیہ دونوں ادب سے مٹھادی ہوئیں سلطان نے ورجنا کی پیٹھ پر دست شفقت پھیرا اور کہا۔

”مجھے اس بات پر فخر ہوگا اگر تم سی یا کبزا اور بہہ صفت موصوف لڑکی میری بہو ہو تمہیں یہ منظور ہے۔“

ورجنا نے نہایت شرم سے گردن جھکا لی اور گورے گورے گلابی رخساروں پر پسینہ آگیا شرمندگی کی نہایت نازک آواز میں جواب دیا مجھے آپ کے حکم سے انجان نہیں ہو سکتا۔ اُس وقت سلطانی حکم سے علامہ ابوطاہر جو حیثیت ایک مفتی کے عساکر اسلام کے ساتھ تھے بلائے گئے۔ حوروش ورجنا پہلے آزاد کی گئی کیونکہ سلامی ہوا میں فوجی قیدی جینک آزادانہ کیے جائیں غلامی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسکے بعد علامہ ابوطاہر نے نکاح پڑھا اور شاہزادی ورجنا سلطان صلاح الدین کی بہو ہو گئی۔

آٹھواں باب

عاشقوں کو ایسی ہی جگہ چاہیے

ورجنا نے اے شاہزادے میں بہت خوش ہوں کہ زمانہ تجارتی خدمت گذاری کے لیے مجھے یورپ سے پہنچ کے یہاں لے آیا۔ مجھے اپنی قسمت پر ناز ہے۔

عزیز نے یہ ناز تو جھکنا ہونا چاہیے کہ میری پیاری ورجنا کی ایسی پاکدامن و عفت شعار بڑھی لکھی اور بہادر شاہزادی میری معشوقہ ہے اور فقط میری معشوقہ نہیں وفادار معشوقہ جسے میرا دل لیا اور اسکی قدر بھی کرتی ہے۔

ورجنا ہے ہے ہی تو حسرت ہو کہ افسوس تمہارے دل کی قدر نہیں کر سکتی۔ پیارے
 قدر کر سکتا کیسا میں اس شریف دل کے قابل ہی نہیں جو قسمت کی فیاضی سے میرے
 ہاتھ لگ گیا ہو۔ آہ! اپنے آپ کو اس کی قدر کر کے قابل نہ پا کر میں معاوضہ کے طور پر اپنا دل
 دے دیا۔ مگر شاہزادے میں دیکھتی ہوں وہ دل بھی تمہارے ہدیہ کے قابل نہ ہو گا۔
 عزیزؔ! اسے میری پیاری دلربا ورجنا۔ مجھے زیادہ نادم نہ کرو۔ تمہاری
 وفا دار یاں تمہارا جوش محبت روز بروز مجھے شرمندہ کرتا جاتا ہے۔ اس لیے کہ
 اسے ورجنا تمہاری اس سچی اور پاک محبت کے عوض میرے پاس کچھ نہیں ہو۔
 کہیں قدر آبدیدہ ہو کر میری پیاری اب اس ذکر کو جانے دو۔

ورجنا! یہی میں بھی چاہتی ہوں۔ مگر شاہزادے دل سے یہ باتیں نہیں نکل سکتیں۔
 یہ تو عشق کا سبق ہے۔ عاشقوں کو یہ سبق ہر وقت یاد رہتا ہو۔ مگر تمہارے کہنے
 سے اب زبانی نہ لاؤنگی۔

عزیزؔ! آجکل سوا حل شام بہت مخدوش ہو رہی ہیں عیسائی اکثر جہازوں سے
 اتر کے قصبوں اور گاؤں کو تاخت و تاراج کیا کرتے ہیں۔ ہمارے سوا بہت سے
 پیچھے رہ گئے ہیں۔ یہاں تنہا چلنا مصلحت کے خلاف ہے۔

ورجنا! ہاں بیشک خوف کی بات ہے۔

عزیزؔ! نہیں میں ڈرتا نہیں ہوں۔ مگر پیاری تمہاری مفارقت کا خیال روز
 بروز میری جرأت مٹاتا جاتا ہے۔

ورجنا! میں اب ہم دونوں جدا نہیں ہو سکتے۔ اسے شاہزادے ہمارا تھا اور تمہارے
 معمولی قسم کا نہیں ہے۔ اگر قید ہو گے تو دونوں آزاد رہیں گے تو دونوں۔ زندگی ہو
 تو دونوں کی اور موت آئیگی تو دونوں کی۔

عزیزؔ! اور تمہارے اسلام قبول کرنے کی نسبت میں کہہ سکتا ہوں کہ جنت میں
 بھی ہم دونوں ساتھ جائیں گے۔

یہ دونوں گھوڑوں پر سوار مغرب کی طرف سمندر کے کنارے باتیں کرتے
 چلے جاتے تھے۔ اس وقت سمندر نے جنوب و مشرق کی طرف مڑ کے انگلیاں بھی
 پھیر دیا۔ یہ مقام نہایت سرسبز و شاداب تھا۔ وہی جانب بحرہ روم لہریں لے رہا ہو

بائیں طرف سبز کی ہری چادر اور مے پہاڑ دور تک سلسلہ وار چلے گئے تھے یہاں کی روئیدگیان بتا رہی تھیں کہ یہ تختہ باعتبار خوبی کے تمام سرزمین شام میں منتخب ہے پہاڑوں کے دامنوں میں چھوڑوں نے جھنڈ اور چاروں طرف پھولدار درختوں کی تروتازگی ساری کلفت سفر دور کیے دیتی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے سمندر سے بہاؤ کی طرف جاتے تھے اور رہ نور و دن کو اپنے پھیڑوں سے ہوشیار کر کے شلفہ اور رنگ رنگ کے پھولوں کو ایک نازک اور لطیف حرکت دیتے تھے۔ آدمیوں سے یہ دلفریب صحرا بالکل خالی تھا۔ اور سولے خدا کی آزاد مخلوق چہند پرند کے کسی طرف انسان کی بوجہ نہیں آتی۔ پیاری ملائک فریب ورجنا کے چاند کے ایسے چہرے پر ایک ریشمی نقاب پڑی تھی۔ یہ دونوں صاف دل عاشق و معشوق سلطان صلاح الدین سے رخصت ہو کر مہر کے ارادہ سے چلے تھے اور مسافت طے کر رہے تھے۔ سوسواروں کا گروہ ہمراہ تھا۔ مگر دونوں اپنے جوش کے جنون انگیز و لولوں میں سواروں سے بہت دور نکل آئے تھے۔ اس صحرا کے دلفریب سبز نے دونوں محبت بھرے دلوں کو اپنی ولستگیوں کی طرف متوجہ کر لیا۔ اور اپنے عاشقانہ دلولوں کو بھول کر دونوں قدرت کی بہار دیکھنے لگے۔ اس وقت تقریباً آٹھ بجے ہو گئے۔ آفتاب ہری ہری پہاڑیوں کی چوٹیوں سے دو چار گراؤ چا ہو گیا ہو۔ اور زرد بون دان صحرا پر مینا کا ری کر رہا ہے۔

آسمان پر سفید ابر کے پھٹ پھٹے ٹکڑوں کا جال چار دن طرف پھیلا ہوا ہے۔ اور جابجا سیاہ ابر غیلظ کے ٹکڑے بھی ہیں جو فرائے بھرتے ہوئے ایک ساتھ مغرب سے مشرق کی طرف اوڑٹے چلے جاتے ہیں۔

داہنی طرف اس نقش آسمان کا عکس بحیرہ روم کے متلاطم پانی پر پڑ رہا ہے اور چلیلی لہریں اس سے چھیڑ چھیڑ کے گویا احرار عاشقوں کا بدلہ بیر فلک سے لے رہی ہیں۔

یہ ایک ہوا ابر غیلظ کے ٹکڑے کو مشرق کی طرف سیٹھ لے گئی اور آفتاب کی تیز نظر و تیز جلی شاعین گھور گھور کے پیاری ورجنا کے چہرے کو پریشان کیے دیتی تھیں اندھیری ڈال دی۔ دھوپ غائب ہو گئی چھوٹے چھوٹے پودوں اور پھولوں نے اپنا برکت کھلتا ہوا زیور تار کے پھینک دیا۔ اور ایک دلربا بے تکلف وضع اور

سادے حسن سے ہمارے عاشق تن مسافروں کی دلفریبی کرنے لگے۔
 ورجنا: کیا ہمارا کی جگہ ہے۔ اسوقت اس مقام کی مجموعی حالت بے اختیار کیے
 دیتی ہے۔“

عزیز: خدا نے یہ سب لطف کی چیزیں اور یہ دلفریب مین گویا صرف عشاق کے لیے
 پیدا کیے ہیں۔ بس وہی ان کے قدردان ہیں (ٹھنڈی ہوا کے ایک تیز جھونکے کا لطف اٹھا کر)
 ابا ابا! ہوا کی لطافت اور یہ آزادی دیکھ کے توجہ چاہتا ہے کہ مین کھڑے رہے۔“
 ورجنا: اے پیارے شاہزادے یہاں تو کوئی غیر مین ہی۔ اگر اسلام اجازت دیتا تو
 نقاب الٹ دون۔ یہ ہوا عاشقوں کے چہرے کو روشن کر دیتی ہے۔“

نازنین اور پری چہرہ ورجنا نے نقاب الٹ کے ساحل شام کے اس صحرائی مین کو
 دیکھنا شروع کیا ایک بیک بے تکلف حسن قدرت کو اور ترقی ہو گئی۔ اس سبزہ زار اس
 میدان کو۔ اس ساحل بحر۔ ان اُڑتی ہوئی آزاد چڑیوں مین بھی وہی جذبات
 پیدا ہو گئے جو پیاری ورجنا کی ہر ادائیں تھے۔ ہمارے دلدادہ شاہزادہ عزیز کو یہ
 سین اور اسکی ہر چیز مین ایک معشوقیت اور دلکشی کا جلوہ نظر آنے لگا۔ کیونکہ یہ
 سب چیزیں اسکی دلربا ورجنا کا دل بہلا رہی تھیں۔

اسلام اور اسلام کے دینی احکام نے اب ورجنا کی دلکشی اور مین ایک تغیر
 پیدا کر دیا تھا اسکی نظر جو مین سے بہ آزادی سیر کرنے کی عادی ہو رہی تھی۔ اب
 ان تمام چیزوں کو ایک غیر مانوسی کی وضع سے دیکھ رہی تھی۔ اور گویا وہ بھی ایک
 وحشی ہرن تھی کہ محتسب اسلام کے شکاری کے خوف سے کسی جگہ قیام نہ پکڑتی تھی
 بلکہ ہر طرف دوڑی دوڑی پھرتی تھی۔

دونوں عاشق مزاج یونی ہوا کے جھونکو اور سبزہ زار و نکا لطف اٹھاتے
 چلے جاتے تھے۔ ورجنا کو اس جوش مسرت مین تروتازہ اور صاف ہوا کے تھپڑے
 بہت بھلے معلوم ہوتے تھے اور سمندر کی طرف پھر پھر کے ان تھپڑوں کو اپنے نازک
 رخساروں پر روکتی تھی شاہزادہ عزیز سے صبر نہ ہو سکا اور شوق کے لہجے مین کہنے لگا۔
 ندائے میری پیاری نازنین ہوا تمہارے ساتھ شوخیان کرتی ہو یہ گستاخی مجھ سے
 نہ دیکھی جاتے گی۔ تم ادھر دیکھو۔“

ورجنا: یہ عشق کے تھپیڑے ہیں۔ مجھے انہیں بہت مزہ آتا ہو۔ مگر شاہزادے تمھارے حکم کی میں مخالفت نہیں کر سکتی رشا ہزادہ عزیز کی طرف منہ کر کے) لو میں اسی طرف دیکھتی ہوں۔ اب ادھر نہ دیکھو گی۔“

اب پہاڑی کا سلسلہ تام ہو گیا تھا۔ ایک چھوٹا سا گاؤں بائیں ہاتھ کی طرف نظر آیا۔ گاؤں دامن کوہ سے ذرا علیحدہ ہٹ کے واقع ہوا تھا۔ پُراے سنگین مکانوں کی سیلی دیواریں دھوئیں میں دھندلی نظر آتی تھیں۔ کچھ لوگ گاؤں کی طرف سڑک سے قریب ہی نظر آئے انکو دیکھتے ہی پیاری ورجنا نے ایک پھرتی کی دربادا سے نقاب منھ پر ڈال لی اور پوچھنے لگی: کیا یہ کوئی گاؤں ہے۔“

عزیز: ہاں یہ بہت پُرانا گاؤں ہے۔ اسے اٹلیری کہتے ہیں اور اس کے گرد وواح کی زمین تروتازگی اور سرسبزی کے لحاظ سے ملک شام بھر میں مشہور ہے۔“

تھوڑی دیر تک پیاری ورجنا اٹلیری کی وضع اور آبادی کو غور سے دیکھتی رہی پھر سامنے جنوب کی طرف دیکھا تو دور پر کچھ گنبد اور مینار نظر آئے۔ وحشت نے اس کے زبان سے پھر وہی سوال کرا دیا جو اٹلیری کی نسبت کیا گیا تھا۔ پوچھا: اور یہ کون مقام ہے۔“

عزیز: یہ شہر اٹلیط کی عمارتیں۔ اٹلیط شام کا قدیم شہر ہے اور اس کی شکستہ عمارتیں ڈرامت کو بہت کچھ یاد دلاتی ہیں۔ تم چلے دیکھ ہی لو گی۔“

دونوں یونین برابر جنوب کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ورجنا سر زمین شام کی عمارت وضع۔ چال۔ ڈھال۔ اور آبادی کو چیرت کی نظر سے دیکھتی اور اپنے عاشق شاہزادہ عزیز کی باتوں سے دل بہاتی چلی جاتی تھی۔ کہ پھر کو ہستانی سلسلہ شروع ہوا یہ پہاڑ زیادہ اونچے نہ تھے۔ صرف چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے اچھا تو یہ پہاڑ دور دور نظر آئے۔ مگر دریا ان کے راستے سے قریب ہوتے گئے۔ آخر راستہ بالکل تنگ ہو گیا اور ہر طرف سے سنگستانی ٹیلوں نے گھیر لیا۔

سمندر بھی داہنی طرف ذرا فاصلہ پر ہو گیا۔ اس طرف بھی اونچے اونچے ٹیلے حائل ہو گئے۔ اور راستہ بالکل اس قسم کا رہ گیا کہ معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ کو کاٹ کے سڑک نکالی گئی ہے۔

دونوں طرف بھر کر چٹانیں جھک آئی تھیں جبکہ ٹکر کے خوف سے بچ بچ کے چلنا پڑا تھا مقام اپنی وضع سے اور نیز چاروں طرف کی پہاڑیوں کی وجہ سے نہایت دہشتناک اور خوفناک معلوم ہوتا تھا۔

ورجناؒ یہ مقام تو نہایت خوف کی جگہ ہے۔ کالے کالے پہاڑ نہایت بھیانک معلوم ہوتے ہیں ایسا تو شاید ڈاکو اور قواق انسان کو لوٹ بھی لیا کرتے ہوں۔
عزیزؒ نہیں پیاری ورجنا! یہ کوئی خوف کی جگہ نہیں ہے۔ ہاں ذرا استہ خراب ہے۔

ورجناؒ ذرا خراب ہے اور زیادہ خراب ہوتا تو خدا جانے کیسا ہوتا۔
عزیزؒ میرا مطلب یہ تھا کہ یہاں کھٹکا تو کسی بات کا نہیں۔ ہاں راستہ البتہ شہر گذار ہے۔ اور یہ مقام تو مشہور ہے۔ تم نے اس جگہ کا نام نہیں سنا۔ اسے وادی الاجل کہتے ہیں۔ یعنی موت کا میدان۔ نام ہی سے سمجھ جاؤ کہ کس قدر خراب اور مصیبتناک جگہ ہے۔
ورجنا۔ (ہنس کر) نام رکھنے والا حقیقت میں شوخ طبع شخص تھا۔ خوب نام رکھا۔

دیر کے بعد یہ دونوں وادی الاجل کی تنگ اور دشوار گزار راہ سے نکلے اور تقریباً گھنٹہ بھر میں شہر اٹلیط میں پہنچ گئے۔ قریب سے اٹلیط کے دروازے اور محرابیں ملتی خوشنما اور بھل معلوم ہوتی تھیں۔ پہاڑیوں اور گھاٹیوں سے نکل کر یہ آباد شہر نہایت عظیم معلوم ہوا۔ شہر اٹلیط بالکل ساحل پر آباد تھا۔ اور جس راستہ سے یہ لوگ گذرے وہ ساحل سے تین میل اور شہر سے دو میل مشرق کی طرف ہٹ کے گذرا تھا۔ ورجنا اور شاہزادہ عزیزؒ نے گھڑی بھر سستانے کی غرض سے دہنی طرف باگ موڑی اور شہر اٹلیط میں داخل ہو نیکا ارادہ کیا۔ شہر اٹلیط بالکل منہدم آثار سے ملو ہو سکی حالت دیکھ کر نازک مزاج ورجنا پر بڑی حسرت طاری ہو گئی۔ اسکا دل بھر آیا اور غم و اندوہ کے لہجے میں کہنے لگی۔
”ہاں یہ مکانات کن اربانوں سے بنائے گئے ہوں گے۔ مگر افسوس اب حسرت کے سوا کوئی انکا پوچھنے والا نہیں۔“

عزیزؒ دیا بھر میں ہر جگہ یہی حالت نظر آتی ہے۔ کوئی کسے کسے روئے۔

شاہزادہ عزیز نے شہر اٹلیطین اپنے تئیں بالکل پوشیدہ رکھا۔ وہ اپنی ”مخان“ یعنی سرزمین تقریباً نصف گھنٹہ توقف کر کے روانہ ہوا۔ تھوڑی دیر میں دونوں برطرفون میں پہنچے یہ ایک مشہور کنواں ہوا تو باوی بھی ماسی کنوین کی طرف منسوب ہو شاہزادہ اور شاہزادی درجنائے طرفون کے کنوین پر اپنے گھوڑوں کو بانی پلایا اور آگے روانہ ہوئے۔ اب دن آخر ہونے کے قریب پہنچ گیا۔ دھوپ زردی مارنے لگی تھی۔ آفتاب کا داہنی طرف سمندر کی موجوں میں ڈوبنا کچھ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ دونوں عاشق مزاج مسافر مغرب کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے۔

آخر روز کی ہوا پیاری درجنائے نازک رخساروں کی طرف بوسے لینے کے لیے بڑھنے لگی آفتاب کا زرد روجہرہ مٹلاطم موجوں میں ڈوبنے کے خوف سے زیادہ زرد پڑتا جاتا تھا آسمان کا وہ کنارہ جسے بحر روم کی لہریں پھیرے دے رہی تھیں سوچا سکتے قریب پہنچ چکا تھا۔ اور گویا چاہتا تھا کہ جھک کے آسمان کو موجوں کی دست و پائی بچائے۔

”تم سکی چلتی ہوئی کرین لہروں کو جوش دیتی اور مجھیں نازک ہڈیوں کی طرح سوزیکا زور پہناتی ہوئی آتی تھیں۔ اور ملائک قریب درجنائے سنہری زلفوں کے ساتھ شوخیں کرتے گنتی تھیں۔ ورجنا کو یسین بہت خوشگوار معلوم ہوا بے اختیاری کے لمحے میں کہنے لگی۔ ”ہاں کیا فضا کا مقام ہو! عاشقوں کی زندگی ایسی ہی جگہ گذرتی تو کیا اچھا ہوتا! عزمیز“ عاشقوں کے لیے تو یہ مقام مناسب ہو۔ مگر معشوقوں کو ہرگز ایسی جگہ نہ ہونا چاہیے۔“

ورجنا ”(حیرت سے) کیوں؟“

عزمیز ”کیا تمھیں نہیں معلوم ہوتا کہ یہاں ہر طرف میرے قریب موجود ہیں انہیں پیاری ورجنا یہاں نہ تھیں تو تم میری معشوقہ ہو۔ چلو آگے چلیں۔“

ورجنا ”آخر یہاں تمھیں کون قریب نظر آتا ہے؟“

عزمیز ”ہو! تمھارے رخساروں کے بوسے لے رہی ہو آفتاب کی کرنیں تمھاری زلفوں کو چھو رہی ہیں۔“

ورجنا ”حقیقت میں تم بڑے بدگمان ہو۔“

عزیزؑ اسی سے کہتا ہوں کہ تم معشوق ہو۔ اے۔ عشق ست و ہزار بدگمانی۔ تم
حال کیا جانو۔
ہست سے گھوڑوں کے دوڑنے کی آواز کان میں آئی اور دونوں پلٹ کے شمال
کی طرف دیکھنے لگے۔

وہ مصری سوار جو شاہزادہ عزیز کے ہمراہ روانہ ہوئے تھے سرٹ گھوڑے دوڑاتے
چلے آتے تھے۔ گرد و نمون سے اڑتی تھی اور جب گھوڑے آگے نکل آتے تھے تب ہوا
بند ہوتی تھی۔ نیز سے جنبش کر رہے تھے اور آفتاب کے جانب والے پہلو پر چکے جاتے تھے
یہ سوار قریب آئے اور فوجی ادب سے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ افسر آگے
بڑھ کے آیا اور ہاتھ جوڑ کے عرض کرنے لگا۔ حضور ہم کو ابھی ایک سرکاری سوار کی زبانی
معلوم ہوا جسے خود سلطان نے اطلاع دی کہ غرض سے روانہ کیا ہو کہ افرنجیوں نے عکبر قبضہ
کر لینے کے بعد ارادہ کیا ہو کہ عسقلان کی طرف بڑھیں اور راستے میں سواحل پر جو شہر بڑین
مذہب قبضہ کرتے جائیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عکبر کے مسلمانوں پر ظالم افرنجیوں نے بڑا ظلم کیا
سلطان اس خبر کو سن کر بہت برہم ہوئے اور قسم کھائی ہو کہ جہاں تک ممکن ہو گا مسلمانوں کے
خون کا بدلہ ضرور لیں گے۔ ہمارے شاہزادے کو اب ان سواحل پر احتیاط اور ہوشیاری
سے گذرنا چاہیے۔ ہم لوگ دیر سے حضور کی تلاش کر رہے ہیں شہر انطیط اور راستے میں
جو گائوں پر آسمین ہے حضور کو بہت ڈھونڈھا۔ بہت عرصے کے بعد اب یہاں ہیں
یہ امر عرض کرنے عزت حاصل ہوئی۔

شاہزادہ عزیزؑ اوہ اوہ لوگ کیا کر لیں گے۔ مجھے کچھ پروا نہیں میں تو خدا سے
چاہتا ہوں کہ کسی مقام پر میں ہوں اور فوجی وہاں آجائیں۔
افسرؑ حضور انھوں نے کیفہ پر بھی قبضہ کر لیا۔
عزیزؑ کیفہ پر وہاں تو مسلمانوں کا میپ تھا۔

عہ سلطان صلاح الدین نے قسم کھائی تھی کہ اب جو عیسائی بچہ جو ان یا پوڑھائے گا اسے
قتل کر ڈالوں گا سلطان کی اسی قسم نے آگ لگا دی اور ہزار ہا افرنجی قتل کر ڈالے گئے۔ اسکے بعد
ہر شہر اور ہر گائوں میں سلطان صلاح الدین اور اسکے ساتھیوں نے عیسائیوں کو بے پریش
تہ تیغ کیا۔ دیکھو ابن اثیر وغیرہ ۱۲

افسر سلطان اپنا کیمپ وہاں سے ہٹا کر شوق عامر میں لے گئے تھے۔ کیونکہ خیال تھا نصاریٰ باصرہ کی طرف بڑھیں۔ مگر باصرہ کا انھوں نے رخ بھی نہ کیا بلکہ جنوب کی طرف بڑھے کیفہ پر قبضہ کر لیا۔ اور چاہتے ہیں کہ عسقلان کو بھی مسلمانوں سے چھین لیں۔

عزیزؒ یہ ہو چکا اُنکے روکنے کا کچھ بندوبست بھی کیا گیا۔ افسرؒ خود سلطان اس طرف آتے ہیں۔ میری رائے میں حضور کو یہ راستہ چھوڑ دینا چاہیے۔

عزیزؒ نے نہیں مجھے اس راستہ کے چھوڑ دینے کی کچھ ضرورت نہیں۔ میں بھی اپنے والد ماجد کی قسم پوری کرنے کی کوشش کر دوں گا۔ اور وہ کوشش اسی راستہ میں ہو سکتی ہے۔ اچھا تم لوگ ہمارے ساتھ رہو۔ میں جو کون اس کی تعمیل کرواؤں مجھ کو کچھ خوف نہیں خدا ہمارا مددگار ہے۔

ورجناؒ (جو نقاب میں اپنا نازک چہرہ چھپا چکی تھی بات کاٹ کر کہنے لگی) اور یہ سامنے کیسی آبادی نظر آتی ہے۔ کوئی آباد مقام معلوم ہوتا ہے۔ عمارتوں کی وضع ہی کسے دیتی ہے کہ یہ شہر نہایت آباد ہے۔

عزیزؒ (سامنے دیکھ کر) پیاری۔ یہ شہر طرہ ہو۔ کسی زمانہ میں شہر تھا اب شہر تو کیا گاؤں ہے جس میں ایک مسجد تک نہیں۔

ورجناؒ کچھ اسی شہر پر خضر نہیں۔ میں تو یہی جانتی ہوں کسی زمانہ میں اس گرد و نواح کے تمام مقامات نہایت آباد تھے۔ یہ ٹوٹی پھوٹی عمارتیں بہت کچھ بتاتی ہیں۔

عزیزؒ اسے میری دلربا۔ یہ عمارتیں نہیں۔ تاریخ کے ورق ہیں۔ کسی ملک کی اگلی تاریخ کا اس قدر حال نہ کھلتا ہو گا۔ جس قدر ملک شام کے حالات معلوم ہوتے ہیں بنی اسرائیل پر خدا کی رحمت تھی۔ اُن کے زمانے میں اللہ نے سب قوموں پر فیصلت دی تھی۔ دینی و دنیاوی دونوں ترقیوں میں اُن سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ مگر اُن کی نافرمانیاں خدا کو بُری معلوم ہوئیں۔ اُن کی ترقی کا ورق ایک بیک اُلٹ گیا۔ سب عمارتیں خدا کے غضب کی مار کھائے ہوئے ہیں۔ سلوا اب ہم طرہ میں پہنچ گئے۔

آج رات یہیں بسر کریں گے۔“

ورجنا نے مگر جب تک شام ہو یہیں باہر ٹھہر آ آفتاب ڈوبے تو اندر کا قصد کرنا یہ بہار اور یہ لطف شہر کے اندر نہ نصیب ہوگا۔ دیکھو سمندر کے کنارے آفتاب غروب ہو رہا کہ سنہریں کرنیں لہراتے ہوئے پانی پر چل رہی ہیں۔ چڑیاں بسیرا ڈھونڈتی پھرتی ہیں اور آسمان شفق گون ہو رہا ہے۔ ہوا میں ٹکڑی زیادہ پیدا ہوتی جاتی ہے انگلستان میں ٹھنڈی ہوا سے ہم ڈرنے لگے اور یہاں کیسی جھلی معلوم ہوتی ہے۔“

عزیز نے پیاری ورجنا۔ اگرچہ تمھاری شیریں آواز تمھاری دلربا دوائیں۔ اور سب زیادہ یہ کہ تمھارا شوق یہاں ٹھہرنے کا آرزو مند ہے۔ مگر افسوس اس وقت میں تمھارے حکم کو نہیں مان سکتا۔ یہیں اپنے لیے کچھ بندوبست کرنا ہے۔ یہ مقام ساحل پر واقع ہے تم کیا جانو کہ سواحل شام آج کل کس قدر مخدوش ہو رہے ہیں۔ شمن ہمارے پیچھے ہیں اور اس طرف کا قصد کر چکے ہیں۔ آج ہی رات کو طورہ پر آپڑیں تو کوئی تعجب نہیں۔“

یہ سنتے ہی ورجنا کی آواز میں ایک اوداسی پیدا ہو گئی۔ خوف سے کانپنے لگی اور تھر تھراتی ہوئی شیریں آواز سے بولی۔

”تو کیا آج رات کو یہیں جدا ہونا پڑے گا۔“

عزیز نے پیاری ورجنا کوئی ڈرنے کی بات نہیں۔ خدا نے میں ملایا تو اب کون جدا کر سکتا ہے۔ نہیں میں ہر حال میں اپنی معشوقہ ورجنا کے ساتھ رہوں گا۔“

ورجنا نے تو یہاں سے کسی اور طرف ہٹ چلو۔ نہیں ابھی چلو۔ یہ سمندر کا کنارہ ہے۔ یہ لہراتا ہوا پانی۔ یہ ڈوبتا ہوا آفتاب۔ یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اگرچہ نہایت خوشگوار ہیں مگر اپنی جان سے زیادہ پیارے شاہزادہ عزیز کے لیے میں سب کو چھوڑ دوں گی۔“

عزیز نے ”تم خوف نہ کرو۔ اور یقین رکھو کہ مسلمان افریچیو پر ہمیشہ غالب رہیں گے

وہ ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے۔ چاہے سب کے سب مرجائیں۔ مگر اپنی زندگی میں کافروں کو غالب ہونیکا موقع نہ دیں گے۔“

ورجنا نے تو کیا رات ہم کو یہیں بسر کرنا ہوگی۔“

عزیز نے (ایک شکستہ عمارت کی طرف اشارہ کر کے) یہ سامنے جو قلعہ العقیق خالی پر ہے کس لیے؟ ہم آج رات اسی قلعہ میں رہیں گے۔

ورجنا نے (قلعہ کو غور سے دیکھ کر) جگہ تو اچھی تھی کاش اطمینان سے رہنا نصیب ہوتا چھا چلو شام کا سان و ہاں کچھ اس جگہ سے بھی زیادہ دلفریب ہو گا۔

عزیز نے مگر وہاں جانے سے پہلے مجھے شہر طرہ میں جا کے لوگوں کو ہوشیار کر دینا ہو گا فرنجی لوگ آج ہی رات کو آپرین تو کچھ عجب نہیں اگر وہ لوگ غافل رہیں گے تو بہت مسلمانوں کی جانیں مفت جا سکیں گی۔ اے پیاری ورجنا یہ جانیں اللہ کو بہت پیاری ہیں اس سے زیادہ جتنی تجھے پیاری معلوم ہوتی ہو۔

ورجنا نے یہاں نہ تو کچھ فوج ہو نہ ایسی کوئی حفاظت کی جگہ ہو۔ آخر تم کیا تدبیر کرو گے اور یہ لوگ کیوں کر اپنی جانیں بچا سکیں گے۔

عزیز نے کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور ہوگی۔ کچھ بن نہ پڑے گا تو شہر خالی کر کے اس وقت نکل جائیں گے اور میں تو کسی اور فکر میں ہوں۔ انشاء اللہ دیکھا جائے گا فرنجی بھی یاد کرے گی کہ کسی سے بالا ہوا تھا۔ یہ کہہ کے شاہزادہ عزیز تن تنہا شہر طرہ میں گیا۔ ورجنا اپنی بوٹن خادمہ آسیہ کے ساتھ دریا کے کنارے ٹھہری۔ اور ترکی سوار ادب سے حلقہ باندھے فاصلہ پر کھڑے رہے۔

انما زاد وہ گھنٹہ کے بعد شاہزادہ عزیز واپس آیا اور اپنی دلربا معشوق ورجنا کو لے کے قلعہ العقیق کے شکستہ بھاٹک کی طرف روانہ ہوا ترکی سوار بھی شاہزادہ کے ہمراہ ہوئے اور چند منٹ میں یہ گروہ اس سین میں غائب ہو گیا۔ آفتاب کو اپنا پارسی ورجنا ہی کی صورت دیکھنے کے شوق میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ادھر ورجنا اپنے دلدادہ شاہزادہ عزیز کے ساتھ اس منظر

عہ شہر طرہ کے شمالی جانب زمین کا ایک مسطح تختہ سمندر کے اندر نکلیا ہی اس تختہ زمین کی وضع بالکل جہیزہ نامی ایسی ہی۔ اسی تختہ پر ایک پُرانا عظیم الشان قلعہ واقع ہو۔ نہ یہ معلوم کہ قلعہ کب بنا تھا اور نہ یہ خبر کہ کس نے بنایا تھا۔ اب قلعہ العقیق کے نام سے یہ قلعہ ملک شام میں مشہور ہو اور غیر آباد پڑا ہو۔ غالباً بنی اسرائیل ہی اس قلعہ کے بانی تھے۔ گو اس کے آثار منہدم ہیں مگر نہایت عمدہ موقع پر واقع ہے شمال و جنوب اور مغرب کی جانب سمندر کی موجیں اس کی پشتوں سے ٹکراتی رہتی ہیں۔ اور مشرق کی جانب نہایت عمدہ سبزہ زار ہے۔

زرد اور حسرت نصیب چہرہ پہ ہوئے سمندر کی تلاطم موجیں روپوش ہوا

نوان باب

ارے ایہ کہ حسرت سے بھل پڑے

رات کا وقت ہوا اور دیکھا چاہتے ہیں نغمی مینے کی پہلی تالچ ہونیسے آسمان پر
جاننا کتنی طرف پتا نہیں تائے خوب کھلے ہو ہیں۔ نظر اتر اتر جونی کے ترے پہ چکا ہو
شام کے نکلے ہو تار سے چپکے ہی چپکے آسمان کا بہت زیادہ دور طے کر گئے ہیں بہر وقت تلا
ہوا اور اندھیرا کسی کی لطفو کی طرح عام عناصر کو ڈھانکنے ہوئی جو دنیا والے خواب غفلت میں
ہیں۔ وقت کی پھپھو نے پڑیوں تک قیامت کی خوشی طاری کر دی ہو۔

ہو اتنی نری کیٹھ چل ہی تھا اور کچھ دے دم کا پانی زور زور سے موجیں لے رہا ہی سنلے
کے عالم میں موجوں کے تلاطم کی آواز اندھیرے کے دہن میں چھپی چھپی دور دور تک
جلی جاتی ہو اور جہان سننے والا ملتا ہے اس پر ایک خوفناک اثر ڈال دیتی ہے۔
خصوصاً جس مقام کا حال ہم بیان کر رہے ہیں تلاطم زیادہ اور لہروں کی آواز غول
سے زیادہ کڑخت اور مہیب سنی جاتی ہو۔

جو کوئی اسکی وجہ دریافت کرنے کیلئے اُس مقام پر کھڑا تاریکی میں ڈنکی ہوئی
نظر کو چاروں طرف دوڑاتا ہو اسے تاروں کی کم کم روشنی میں کوئی بلند اور سیاہ عمارت
نظر پڑتی ہو اس عمارت کی سیاہی رات کی تیزگی میں ٹکرا اور زیادہ مہیب سین پیدا
کر دیتی ہو۔ سمندر کی سطح آگے بہت زیادہ بلند ہو پر آسمان سے سرگتھے سیاہ عمارت
ایک قوی ہیکل کی طرح کھڑی ہو بلندی پر آسمان سے ملے ہوئے بے ترتیب گنگرے
نظر آتے ہیں بے ترتیبی کی وجہ کہ بہت سے گہرے ہیں اور انکی جگہ پر حسرت یاد دلانے والے
رنگ پڑ گئے ہیں جنکی راہ سے آسمان کی تھوڑی سی سیاہی رہنمائی سطح اور دوا ایک
جھلملاتے ہوئے تارے دکھلائی دیتے ہیں۔

تلاطم پانی پر چھوٹے بڑے تاروں کا عکس ہمارے دکھا رہا ہے مگر خوشی مزارج
موجیں ان موجوں تاروں کو تھکے دے دے کے اپنی گود سے چھینکتی ہیں۔ اور کلمت
ہدردان قوم اسلام کی طرح عمارت کے پشتوں سے جا بجا اپنا سر

مکرانے لگتی ہیں۔ عمارت کے تینوں طرف کے پشتے بڑے محل کے ساتھ جس طرح آجکل کے مسلمان جو درمانہ سستے ہیں عمارت کی میناروں کی مانند ہیں ہوا اس طرف غوطہ لانیوالی آواز کے جو سمندر سے آتی ہے۔ اور کسی طرف سے کوئی آواز نہیں آتی۔ ہر جگہ بالکل خاموشی ہے اور گویا سکوت نے پوری سطح زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ اسی عالم میں یکایک سمندر میں گویا تھپ ہا تھپ چرچا رہا ہو رہا ہو گئے۔ یہ چرچا تو عالم خیالات کی بنا پر کسی جمعی کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی کسی نے قریب اگر روشن کر دیے تھے۔ کیونکہ ایک ایک پیدا ہو گئے۔ چند منٹ میں چرچا قریب پہنچے اور معلوم ہوا کہ پندرہ بیس جہاز ہیں جس کی تھپ تھپ سے ابھی علی غرض کی گئی ہے ان جہازوں نے آتے ہی اس قدیم اور شکستہ عمارت کے جنوبی جانب ساحل شام پر لشکر ڈالا چھوٹی چھوٹی کشتیاں فوراً جہاز کے اوپر سے اتر گئیں ان لوگوں نے سبھی ان کشتیوں کی مدد سے جہاز سے اتر کر خشکی پر آنے لگے۔

کنارے پر لشکر ڈالنے کے بعد پھر ان جہازوں کے چرچا گل کر دیے گئے اور رات کی تاریکی میں یہ فوج خشکی میں اتر کر فوجی اصول سے مرتب ہو گئی۔ مرتب ہو چکنے کے بعد ایک شخص نے دوسرے سے کہا۔

”میں نے ہماری مدد کی اور گویا کامیاب کر دیا کہ ہم فوجی خشکی پر پہنچ گئے اب طرطورہ ہمارا ہی ہے صلاح الدین اگر ہمارے مقابلہ کو روانہ ہوا تو کیا کر سکتا ہے اب صبح کو آفتاب قلعہ الحقیق کو ہمارے قبضہ میں دیکھے گا۔ اور اسکے چاروں طرف ہماری مورچہ بندی ہوگی۔“

”دوسرا بیشک بنے طرطورہ پر قبضہ کر سکا بہت اچھا موقعہ پایا۔ ہماری نشان اب بلند کیے جائیں اور ہمارا مذہبی معرکہ صلیب ہمارے سر و سر ہو۔“

یہ شخص اس فوج کا انسر تھا جو قلعہ الحقیق کے جنوبی پہلو پر تاریکی میں اتر آئی تھی۔ فوراً فوجی نشان جنگی پلندی پر صلیبیں لگی ہوئی تھیں آگے کیے گئے۔ اور افسر نے

آگے بڑھ کر کہا ہمارے ساتھ پندرہ ہزار فوج جو دل میں ہزار طرطورہ پر قبضہ کرے اور

پانچ ہزار قلعہ الحقیق میں جا کے ٹھہرے محض معلوم ہے کہ قلعہ خالی پڑا ہے۔ لہذا البشرط ضرورت

اس فوج کو بھی تھوڑی دیر کے بعد اپنے ان بھائیوں کی مدد کو جانا چاہیے یہ طرطورہ پر قبضہ کرنے کے لیے بڑھتے ہیں۔

چمک سکتے ہی فوج کے دو حصے ہو گئے۔ ایک تہ حصہ طرطورہ کی طرف بڑھا اور دوسرے نے قلعہ لعقین کا رخ کیا۔

سچی بہادر بڑے زور شور سے یورش کر کے طرطورہ میں داخل ہوئے مگر وہاں کوئی انسان نظر نہ آیا۔ تمام مکانات خالی پڑے تھے۔ سڑکوں پر آدمیوں کا نام کمین نہ تھا اور بازاروں میں ہر طرف سناٹا تھا۔ عورت مرد۔ بوٹھا اور بچے سب شہر خالی کر کے خد جائے کہاں چلے گئے تھے۔ یورپین سپاہی بڑی حیرت کے ساتھ طرطورہ کی گلی کوچوں میں بھرے۔ اور جب کسی طرف انسان کا پتہ نہ لگا تو جو کچھ بالغ اسباب نظر آیا اسکو اپنے قبضہ میں کر کے شہر سے باہر نکلے اور سمجھوں نے قلعہ لعقین کا ارادہ کیا۔

قلعہ لعقین میں یورپین خیمے نصب ہو چکے تھے اور سپاہیوں کے ٹھہرنے کا پورا سامان کر لیا گیا تھا۔ چونکہ رات تھوڑی باقی رہ گئی تھی اور صبح تک سلطان صلاح الدین کے پہنچ جانے کا یقینی خوف تھا اسلئے کل سپاہی قلعہ بندی اور درجہ بندی میں مشغول ہو گئے۔ بجلت تمام قلعہ کا پھاٹک درست کیا گیا اور تمام برجوں پر یورپین تیر انداز خوب احتیاط سے چھپ چھپ کے بیٹھ گئے۔ آخر بجی نشان بلند پر صبح کیا گیا اور تمام برجوں پر پین لگا دی گئیں ہر طرف روشنی کی کئی۔ اور عیسائی لوگوں نے اپنی حفاظت اور قلعہ کی مضبوطی کی نسبت پورا سامان کر لیا۔

سچی بہادر قلعہ بندی ہی میں مشغول تھے کہ تندرے جھلکے لگے۔ آسمان پر رات کی جو ساہ چادر پڑی تھی وہ کسی کی چوٹی کی طرح مسک گئی۔ اور کسی گندنی رنگ کی طرح آفتاب کی گھٹی روشنی سفید صبح کی درزون سے جھلکے کھانے لگی۔ سنائے اور سکوت کا دامن قدرت کی غیب جڑیوں نے اپنی نازک مفاروں سے چاک کر دیا۔ سیاہ پڑہ جو رات بھر عالم کے اتر چم کو چھپا کر رہا مشرق کی جانب سے جتنا شروع ہوا۔ اور کارخانہ قدرت کی سیرک اور بزم فطرت کے ایکسٹرا اینا پارٹ دکھاتے ہوئے نظر آنے لگے صبح کے وہ تمام آثار جسے اس وقت کا سامان مؤثر ہو جایا کرتا ہے موجود ہیں۔

تارے جھللا رہے۔ چراغوں پر زردی چھا گئی۔ شبنم ہری ہری تہیوں پر تار کی چھان میں جھلک رہی ہے۔ بادِ بحر کے جھوٹے آہستہ آہستہ چلے ہیں۔ صرف کی جوت اس بات کی کہ اذان کی آواز کسی طرف سے نہیں آتی۔

یہ کمی یون پوری ہوئی کہ اگمان شمال کی طرف سے زور سے تکبیر کی آواز آئی اور داؤدی کوہنم کی پہاڑیاں اس دل ہلائی والی آواز سے گونج اٹھیں اور ہر پہاڑیاں گونجیں اور ہر مسیحیوں کے دل ہل گئے۔ یہ معلوم تھا کہ مسلمان شمال کی طرف سے آگئے اور یونین احتیاطاً قلعہ العقیق کے برجوں پر بیٹھے نظر دوڑا رہے تھے کہ کوئی مسلمان نظر آئے اور لڑنے پر تیار ہو جائیں۔ مگر مسلمان لوگ پہاڑیوں کی گھائیوں میں اس طرح چھپے ہوئے آئے کہ عیسائیوں کو خبر بھی نہ ہوئی اور وہ قلعہ العقیق کی دیواروں کے نیچے پہنچ گئے۔

یہ خود سلطان صلاح الدین تھا۔ سلطان نے ہلاتا مل حملہ کر دیا۔ اور خصوص جب قلعہ العقیق پر افرنجی بھریا اور یسلیبین نظر پڑیں تو داسکی آتش غضب اور بھرہک اٹھی۔

مسلمان لوگ جوش و خروش سے تکبیریں کہتے بہت بڑے۔ عیسائیوں نے قلعہ کی دیوار سے تیر اندازی شروع کی۔ شیر دل سلطان صلاح الدین اور اس کے جان فروش سپاہیوں نے حملہ تو قیامت کا کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ بیگانہ ہمت سی جانیں گئیں۔ اٹھون نے بہت کوشش کی کہ باتو مسیحیوں کو اپنے مقابلہ پر قلعہ سے باہر نکال لیں یا قلعہ کا پھاٹک توڑ کے اندر داخل ہو جائیں۔ مگر کسی امر میں کامیابی نہ ہوئی۔ مسلمانوں کو مسیحیوں کے تیروں کی بوچھاڑ نے کئی بار سپاہ گردیا وہ پھر کے سپاہ ہوتے تھے۔ آخر محنت سمجھ کے سلطان نے اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لیا اور ارادہ کیا کہ بہت سختی سے قلعہ العقیق کا محاصرہ کیا جائے۔

مسلمانوں کو دور سے انگریزی جہاز نظر آئے۔ سلطان نے قصد کیا کہ جہازوں پر قبضہ کر کے محاصرہ پر مستعد فوج رکھی گئی۔ اور دو ہزار عربوں کے کشتیوں پر چڑھ کر کے جہازوں کو گھیر لیا۔ جہازوں پر عورتوں سے عیسائی تھے وہ کسی طرح اپنی حفاظت نہ کر سکے۔ جہاز مسلمانوں کے قصد میں آ گئے۔ عیسائیوں نے قلعہ کے برجوں سے ٹہری سخت تیرازی کی۔ اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا ناچا مگر کچھ نہ ہو سکا۔ چند مسلمان تو البتہ کام آئے۔ باقی ڈھالوں کی آلو میں بچتے رہے۔ جہازوں پر جتنے عیسائی تھے سب قید کر لیے گئے۔ اور سلطان صلاح الدین نے اپنی قسم پوری کرنے کے لئے کل افرنجی قیدی قلعہ واسے مسیحیوں کو

دکھا دکھا کے قتل کر ڈالے یہ کارروائی دیکھ کے عیسائیوں کو نہایت غصہ آیا۔ انھیں ضبط کی تاب نہیں رہی سیھون نے باہم مارنے اور مرنے کا وعدہ کیا۔ پانچزار سیھی تو قلعہ کے برجوں اور متفرق مقامات پر پھرے رہے باقی مسلمانوں کے مقابلہ کی غرض سے باہر نکل پڑے۔

وہ وقت البتہ دونوں جانب کا جوش دکھاتا تھا۔ جب قلعہ کا پھاٹک کھلا اور دس ہزار یورپیوں نے آبدار توارین اور پکٹے ہوئے نیزے ہاتھوں میں لیے نکلے اور مسلمانوں نے آواز بلند کر کے کہنے لگے اور بڑھ کر ان کا خیر مقدم ادا کیا۔ دراصل یہ خیر مقدم ہی تھا کیونکہ مسلمان سیھون کے باہر نکلنے کے متنبی تھے۔

دونوں فوجوں کے ملتے ہی قتل و خون کا بازار گرم ہو گیا۔ قلعہ لعیتق کا پھاٹک مغرب کی جانب تھا اور یہ محشر نیزہ و اقدہ پھاٹک کے سامنے ہی ہو رہا تھا۔ قلعہ کے اونچے ہونے کی وجہ سے آفتاب کی شعاعیں رزمگاہ تک بخوبی نہیں پہنچ سکتی تھیں اور یہ ٹھیک تھا۔ دھوپ کی وجہ سے شاید حرارت جاننا زون کو کمینہ پریشان کرنی اور یوں اپنے اطمینان سے سائے میں لڑ رہے تھے۔

اس لڑائی میں مسیحیوں کی کوشش تو صرف اس قدر تھی کہ اپنے ہم مذہب مقتولوں کے خون کا بدلہ لیں اور سلطان صلاح الدین کا اسلحہ تھلا۔ کہ مسیحیوں کو مہا کے قلعہ لعیتق میں داخل ہو جائے۔ سلطان نے کئی مرتبہ حکم کیا اور برہنہ بین گویا دین میں طہرائی تھی کہ قلعہ کے اندر جا کے دم لگا کر عیسائی بھی بلاے بے دربان تھے سلطان کو کسی طرح اس امر کا موقع نہ دیتے تھے کہ انکی صفوں کو چیر کے قلعہ کا رخ کرے۔

مگر دونوں کا جوش وہ عبرت انگیز نتیجہ بھلت حاصل کرتا جاتا تھا جو جگہ جگہ بدال سے معمولاً حاصل ہوا کرتا ہے۔ خون زمین پر بہتا تھا سرکٹ کٹ کے گرتے تھے دبڑ تڑپ تڑپ کے ٹھنڈے ہوتے تھے۔ لاشیں ہافون کے نیچے کچل رہی تھیں۔

اس لڑائی نے اسی جوش و خروش کے ساتھ دو ٹھنڈے ٹٹل کھینچا۔ اب دن بہت چوڑھ آیا تھا اور آفتاب کی شعاعیں قلعہ لعیتق کی مرفع عمارت کے روکے نہیں رہ سکتی تھیں دھوپ جا بجا بھیلنے لگی اور چلتے ہوئے آٹھ صدویں آنودہ تلواریں آفتاب کی کرنوں کی تڑپ دکھانے لگیں۔ یہ سب کچھ تھا مگر لڑائی کا بہت گہرا سطرچ نہ ہو سکا۔

پر تھا کہ ناکہ نہ نظر ملے کہ جنوب مشرق کی جانب آق ہونیوالی پہاڑی سے آواز آئی۔
 ”یا ناصراً اللہ انزل“ اس غیر معمولی آواز سے سب کی نظر اسی طرف اٹھ گئی۔ گویا جو شخص
 کے ساتھ تلواریں بلند کرنے والے ہاتھ ہم بھر رک گئے۔ ایک گردنودار مہمئی اور اوس گردن
 میں چند مسلمانوں کی صورتیں نظر آئیں۔ جو کہ بظاہر فوجی وضع میں نہ تھے۔ آنا فائز میں
 یہ لوگ آگئے۔ تلواریں ان سب کے ہاتھوں میں تھیں۔ ان لوگوں نے اتنا بھی توقف نہ
 کیا کہ سلطان صلاح الدین کو ان کے حالات دریافت کر نیکا موقع ملے۔ خدائے بھیجے ہوئے
 فرشتوں کی طرح آئے اور بالاتامل عیسائیوں پر جھباک پڑے۔

اس غیبی کمک سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اونکے چہرے چکنے لگے اور بانوں
 میں جان آگئی۔

انکو حملہ کرتے دیکھ کر سلطان نے زور سے نکیہ کرکھلی اور حملہ کر دیا۔ عیسائیوں کے
 دلوں میں اسوقت ایک خوف پیدا ہو گیا تھا۔ مگر ثابت قدمی سے لڑے جاتے تھے۔
 اب وہ اس تجویز میں تھے کہ جب طرح ہو سکے مسلمانوں سے کسی ایسی حکمت سے چھپا چھپا کر
 کہ جو قلعہ میں داخل ہو جائیں اور مسلمان لوگ نہ داخل ہو سکیں بہ ظاہر اسباب یہ امر
 انہیں دشوار معلوم ہوتا تھا۔

اب یہی صرف اپنی جان بچانے کے لیے لڑ رہے تھے۔ سوال کرنے کی کسی بات
 میں انہیں مزہ نہیں معلوم ہوتا تھا مسلمانوں کی اس کمک نے قلعہ کے اندر والے
 مسیحیوں پر یہ اثر ڈالا کہ سب طرف سے سمٹ کے بھاگنے لگے۔ اور وہ تمام پختہ
 عیسائی جو قلعہ میں باقی تھے بھجوتے بھاگ پر جمع ہو کے اوپر سے تیراوت پھر برساتا
 شروع کیے۔ اپنے بھائیوں کی ہوشیارئی دیکھ کر نیچے والے عیسائیوں کے حوصلے بڑھ گئے
 اور وہ بھادری کے ساتھ خوب مضبوطی سے قدم جمائے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے لگے۔
 قلعہ کے دروازے پر یہ قیامت برپا تھی کہ ناکہ ان قلعہ کے اندر سے نکیہ کی آواز آئی اور اس
 زور سے کہ سارا قلعہ ہل گیا یہ آواز سننے ہی مسیحوں کے حواس بگڑ گئے۔ اور اسوقت
 اپنی موت کا یقین ہو گیا جو عیسائی بھاگنے کی جھبٹ پر تھے انھوں نے تیراوتی قوت کی
 اور ادھر دیکھنے لگے نیچے والوں نے بھی بیٹھ بھیری اور قلعہ کا رخ کیا کہ دیکھیں اندر کیا ہوا
 مسیحیوں کا بیٹھ بھیر تھا کہ سلطان صلاح الدین نے زور سے نعرہ بلند کرکے

اور ریلہ کر کے مع تمام مسلمانوں کے قلعہ میں داخل ہو گیا۔

یورپین لوگوں نے قلعہ میں پہونچکے دیکھا تو حیرت ہو گئی سردار فرج نے گہرا کے کہا۔ اسے یہ کدھر سے آگئے۔ ایک یورپین سپاہی۔ ”صاحب ہلکو خود حیرت ہی بھلا ملک تک آپنے کسی کو بڑھنے دیا۔ اور کسی طرف سے راستہ نہیں ہے۔ یہ لوگ زمین سے نکل پڑے یا آسمان سے اتر آئے۔

سردار۔ ”اب کیا ہوگا؟ بڑا غضب ہو گیا ہمارے خیون پر ان لوگوں نے قبضہ کر لیا اپنی کوئی چیز ہمیں اپنے اختیار میں نظر۔“

یہ جملہ پورا نہونے پایا تھا کہ ایک ار نے پشت کی طرف اس کے نیزہ مارا یورپین سوار گھوڑیکی پیٹھ پر سے گر پڑا اور گرنے کے ساتھ ہی اسکی زبان سے نکلا ”ہاے آرزو پوری نہونے پالی تھی کہ قضا نے میرا کام تمام کر دیا۔ افسوس ابھی تک بیت المقدس کی زیارت بھی ہمیں نصیب نہی تھی۔ کاش معلوم ہوتا کہ میں کس کے ہاتھ سے مارا گیا۔“

ایک نازک اندام اور بچہ سوار نے گھوڑا قریب لاکے شیریں اور مدین آواز میں کہا ”غوب پہچان لے،“ تو میرے ہاتھ سے قتل ہوا ہے اس خبر کو بھی دیکھ اسی نے تیری جان لی۔ ابھی تجھے افسوس کرنا باقی ہے۔ سن میں ایک مسلمان عورت یون جبین عرب کا خون نہیں۔ صرف اسلام اور توحید نے بہادری پیدا کر دی ہے۔“

افسر۔ ”میں کیا کسی عورت کے ہاتھ سے مارا گیا؟ شرم! شرم! اسے سچے سچے دل ختم باہا ابھی تو مجھ میں کس قدر جان باقی ہے۔ اچھا اسے عورت میں تیرا مارا نہ مروں گا۔ مجھے یہ گوارا ہے کہ خود کشی کر لوں۔ اسے تلوار۔ پیاری آرزو پوری کرنے والی آ۔ (ایک کراہنے کی آواز کے ساتھ تلوار ہاتھ میں لے کر) اتنا بتا دے کہ تو کون عورت ہے۔ اور تیرا نام اسے عورت کیا ہے۔“ عورت۔ ”اے بے دین نصرانی تو مجھے نہیں جانتا! کیا تو شاہ جہاں کی بہا بچی کو نہیں پہچانتا؟ سلطان صلاح الدین کی بہو کو نہیں جانتا۔“

افسر۔ ”(حیرت سے) شاہزادی صاحبہ۔ یہ آپ ہیں؟ کیا آپ نے دین عیسوی چھوڑ دیا۔“

ورجنا۔ ”بیشک اب میں برحق دین محمدی کی پیرویوں“
افسر۔ ”(آہ سر بھر کر) کیا ہماری شاہزادی اب صلاح الدین کے بیٹے کے
گھر میں ہے“

ورجنا۔ ہاں۔ مجھے فخر حاصل ہے۔“
افسر۔ ”افسوس! مجھے ایک عورت کے ہاتھ سے مارا جانا کبھی گوارا نہ ہوگا۔ چاہے وہ
شاہزادی ہو۔“

یہ کہہ کے چاہتا تھا کہ تلوار سینے میں بھونکے کہ ورجنا بولی ”تو عورت ہی کے ہاتھ
سے مارا جائیگا۔ تیری شہمت میں بو نہیں ہو“ یہ کہہ کے دوسرا نیزہ مارا اور عیسائی افسر نے
آخر ورجنا کی ضرب کاری سے جان دی یہ کہہ کے ورجنا ایک خوشرو اور بلند بالا جوان
کی طرف بڑھی اور کہنے لگی ”میرے پیارے شہزادے تمہاری کارگزار یوں سے ہمت
مسلمانوں کو پوری فتح حاصل ہوئی“

عزیز۔ ”میری نازنین۔ میری کارگزار یوں کیا ہو سکتا تھا۔ خدا نے مدد کی۔ اور اپنے
پاک بندوں کو کامیاب کیا۔ یقیناً جاؤ کہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا جو کچھ کرتا ہو وہ یہی تھا۔
سلطان صلاح الدین کی نظر شاہزادہ عزیز پر پڑ گئی وہ کہتے ہی نیت تعجب ہوا۔
اور پاس آ کے پوچھا۔ ”اے فرزند تم یہاں کیونکر آ گئے“

عزیز۔ ”ابا جان! مجھے مصر جانے کی بہ نسبت کفار کا قتل کرنا اچھا معلوم ہوا۔“
سلطان نے اس وقت تو خدا ہی نے مدد کی میں اس وقت تک حیرت میں ہوں کہ اس
قلعہ میں مسلمان کہاں سے پہنچ گئے تھے۔ جنہوں نے غرور تکبیر بلند کیا اور وہ کون تھے جو عین
لڑائی میں وقت پر بڑے گروہ سے ہماری مدد کو آ گئے۔ وہ فوجی لوگ بھی نہیں معلوم
ہوتے تھے۔ خود میں نے اپنی آنکھوں سے اُنھیں نصرانیوں پر حملہ کرتے دیکھا۔“

عزیز۔ ”ابا جان! کل شام کو میں جب وقت اس قلعہ پر پہنچا مجھے معلوم ہوا کہ اگر کبھی طریقہ
کی طرف بڑھے ہیں اور رات کو آجائیں گے۔ یہ بھی خبر ہو گئی کہ صبح تک آپ بھی پہنچ
جائیں گے اس وقت میں نے یہ تدبیر کی کہ طریقہ والوں کو مطلع کر دیا اور حکم دیدیا
کہ شہر خالی کر کے سرشام ہی یہاں سے چلے جائیں۔ اور اُن سے وعدہ لے لیا کہ
صبح کو آپ کی تشریف آوری کے بعد وہ بھی آ کے مسیحیوں سے لڑیں

میں خود قلمۃ العتیق کے متفرق تہ خانوں میں چھپ رہا۔ اس قلعہ میں مخفی بہت سے
تہ خانے ہیں مجھے اُنکا حال خوب معلوم تھا میں اپنے سوسواروں کو لے کر کہیں بیٹھ رہا
رہا۔ اُس کو عیسائی لوگ آئے اور اس قلعہ پر قابض ہو گئے۔ میں بالکل خاموش بیٹھ رہا
صبح کو آپ آئے اور دیر تک لڑائی ہوتی رہی بعد ازاں، ہر طورہ والوں نے
یا نصراً اللہ، منزل کہہ کے حملہ کیا۔

یہ جہز میں ہی نے اُنکو بتا دیا تھا کہ کیونکہ قصد تھا کہ اُنکے حملہ کے بعد میں بھی حملہ
کر دوں گا۔

بس اُنکی تکبیر کی آواز سنتے ہی معہ اپنے سواروں کے تہ خانوں سے نکل پڑا
اور عیسائیوں کے خیون وغیرہ پر حملہ کر دیا۔ الحمد للہ کہ اللہ نے ہماری تدبیر کارگر کی۔
سلطان نے اُسے فرزند خدا سمجھ کر اسے خیر دے۔ نہایت عمدہ ترکیب کی۔ اب
کوشش کرنا کہ عیسائیوں کا سردار قتل کیا جائے۔ وہ مار ڈالا گیا تو ہم سب کو
مار لیں گے میں نے قلعہ کا یہاں تک خوب مضبوط بند کر دیا ہے۔ اب یہی بیان سے
نکل کے نہیں جاسکتے گھیر کے سب کو اسی قلعہ میں مار ڈالو۔

عزیز: ”ابا جان! فریجیوں کا سردار تو ابھی مار ڈالا گیا۔“

سلطان: ”(خوش ہو کر) اُسکو کس نے قتل کیا۔“

عزیز: ”وہی فریجی شریف لڑکی جس نے اپنی جان اسلام کے نذر کر دی ہے۔“

سلطان: ”کون ہماری پیاری ہو۔“

عزیز: ”(مداست سے) جی ہاں۔“

سلطان: ”میری پیاری ہو۔ میری نور نظر کمان ہے۔ اُسے میرے سامنے لاؤ
میں اُسکو دیکھ کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر دوں گا۔“

شاہزادی درجنابڑھ کے آگے آئی اور سر جھکا کے ادب کھڑی ہو گئی سلطان صلاح الدین
نے جوش مسرت سے اپنی بہادر اور پرہیزگارہ ہو کو چھانی سے لگایا اور کہا۔

”اے شاہزادی تو نے اسلام کی سچے دل سے خدمت کی۔ خدا ان خدمت کو قبول کرے
انگلستان پھر ایسی لائق شایستہ طور ویش اور پاکباز عورت نہ پیدا کرسکے گا۔“

ورجنا: ”خدا میری جانفشانیوں کو قبول کرے۔ میں نئی نئی اس مقدس برگزیدہ

اور برحق دین میں داخل ہوئی ہوں بہ نسبت تمام مسلمانوں کے میں نے ابھی کیا کیا ہو جو مقبولیت کی امیدوار ہوں۔

سلطان ”بیٹی تھے بڑا کام کیا۔ تمھاری یہ کارگذاری ہمیشہ یادگار رہی گی تاریخین تمھارے نام کو ہمیشہ یاد دلانیگی۔ (عزیز کی طرف دیکھ کر) بیٹا عزیز تھے اور تمھاری بیٹی نے شب کو بہت تکلیف اٹھائی ہے اور کفار کے مقابلے میں تم دونوں جان بازی بھی اچھی طرح کر چکے ہو۔ اب جا کے آرام کرو۔“

عزیز ”آجا جان جب تک یہ سب افرنجی قتل نہ ہوں گے اور جب تک قلعہ العقیق کے کنگروں سے صلیبین اور عیسائی نشان گرا کے اسلامی جھنڈا نہ نصب کر لیا جائیگا مجھے چین نہ آئیگا میں چاہتا ہوں کہ یہ سب ظالم افرنجی میرے سامنے قتل کر ڈالے جائیں انھوں نے عسک کے دیندار اور گوشہ نشین مسلمانوں پر بڑا ظلم کیا ہے۔ بڑی بیرحمی سے ان بچاروں کو قتل کیا ہے۔“

سلطان ”اس امر میں مطمئن رہو۔ جب تک ایک بھی نصرانی قلعہ العقیق میں زندہ میں دم نہ ہوگا میں نے تو انکے قتل کرنے کی قسم کھائی ہے۔“

عزیز ”میں چاہتا ہوں کہ آپ کی قسم میرے سامنے پوری ہو۔“

سلطان ”اچھا یہ بھی ہوا جاتا ہے۔“

یورپین لوگ اس وقت بڑی بیدست بائی سے قتل ہو رہے تھے گویا زیر و آسمان میں اُنکے لیے کہیں پناہ کی جگہ نہ تھی۔ قلعہ کا بھاٹک بالکل بند کر لیا گیا تھا۔ اُن کے تمام سردار اور اعلیٰ افسر سب نذر اجل ہو چکے غرض جب کچھ نہ بن پڑی تو مسیحیوں نے اسلحہ رکھ دیے اور ایک ایک کے قدموں پر گر کے پناہ مانگنی شروع کی۔

مگر اصل میں اپنی ظالمانہ کارروائیوں سے انھوں نے خود اپنے اوپر اعلان کا دروازہ بند کر لیا۔ آفتاب ہنوز آسمان کا نصف دورہ بھی نہیں طے کرنے پایا تھا کہ پورے پندرہ ہزار یورپین سپاہی قتل ہو چکے تھے۔ سلطان صلاح الدین نے جہان جہان صلیبین اور مسیحی نشان نصب کیے کئے تھے وہاں سے اوتروائے اور اسلامی جھنڈا قلعہ العقیق کے بھاٹک کے اوپر داسے اور نچے کنگرے پر نصب کر دیا۔

ان کاموں سے فراغت ہو چکنے کے بعد پھر سلطان صلاح الدین کے ذہن ایک نئی تبدیلی

اپنی نازنین اور حور خصال ہو کہ پھر گلے سے لگایا اور خیمے میں لے گیا تاکہ پیاری ورجنا نقاب اُلٹ کے آزادی سے بیٹھ سکے شاہزادہ عزیز کو بُلا کے کہا۔
 ”دلے میرے سعادتمند بیٹے یہ بی بی تم کو خوش قسمتی سے ملی ہے۔ ایسی معشوقہ پر تم ساری دنیا کے محسوس ہو گویا اسی کو ہدیہ خاص خدا نے تمہارے لیے بھیجا تمہارا فرض ہو کہ ہمیشہ اسکی قدرت و عزت کرو۔ افسوس تم جیسی چاہیے ویسی قدر نہ کر سکو گے۔ ایک نوجوان سے ایسی ماہِ طاعت و فادار اور لائق و فائز نازنین کی پوری قدر نہیں ہو سکتی۔ یہ جملہ مسلمانوں کی زبانوں سے کم نکلیگا۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اگلے زمانہ جاہلیت میں کوئی ایسی حور و ش عورت ہوئی تو لوگ اسکی پرستش کرتے۔ وہ انسان نہیں ایک دیوی خیال کی جاتی۔ مگر تم خدا کے شکر گزار ہو کہ وہی عورت جو کسی زمانہ کی دیوی ہو سکتی تھی تمہاری لڑیا پیاری بی بی ہر صفت استقدر نہیں و فادار بھی جو بہت بڑی و فادار جبکہ معاوضہ سے کبھی نہ ہو سکے گا۔ خیر اب میں اپنے خیمہ میں جاتا ہوں مجھے بھی ان فریخون کے متعلق بہت کچھ کہنا ہے۔“

یہ کہہ کے سلطان صلاح الدین چلا گیا۔

دسواں باب

قیساریہ

رات کا وقت ہو اور آٹھ بجا چاہتے ہیں۔ شب کے سیاہ آسمان میں تاروں کی گلکاری قدرتی بہار کا سماں دکھا رہی ہو۔
 سدا حل شام کی ٹھنڈی خوشگوار ہوا کے نازک جھونکے آہستہ آہستہ اوجھڑا دھر چل رہے ہیں۔ قدرت کے معمولی بے تکلف سین پر تو حسرت نصیبوں کی طرح خموشی چھا گئی مگر چاروں طرف کے بے انتہا خیموں سے آوازیں آرہی ہیں اور آزادی پسند فوجی لوگوں کے ہجوم نے ایک ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔
 شہر عکہ کی عمارت اور اسکے دینار اور ادبیر دین مسیحی کا پھر برا اندھیری رات کے تاروں کی روشنی میں مٹا مٹا ہوم سا نظر آ رہا ہے۔
 ایک شاندار خیمے میں شاہ رچرڈ اپنے کوچ پر لیٹا ہوا ہے

ظاہر ہو رہا ہے کہ ناتوانی ہمت زیادہ غالب ہو گئی ہو اور مرض اور ترقی کر گیا ہو افسران فوج اور اعیان دولت گرد جمع ہیں اور موجودہ لڑائی کے متعلق باتیں ہو رہی ہیں۔ رچرڈ وہ پہلے عکہ کو فتح کر لیا۔ اور یہاں کے تمام مسلمانوں کو قتل کر کے اپنا رعب بھی عربوں اور مسلمانوں کے دلوں پر بٹھا دیا۔

افسران حضور جان کی امان پاؤں تو عرض کروں میرے نزدیک یہ کارروائی اچھی نہیں ہوئی۔ عرب لوگوں پر ہمارے اپنا رعب نہیں بٹھایا بلکہ اُنکے آتش غضب کو اور بھڑکا دیا اب جہان کین انھیں موقع ملے گا۔ ہمارے لوگوں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرینگے جیسا کہ ہم نے اُنکے ساتھ کیا ہے۔

رچرڈ وہ ہمارا کیا کر لیں گے میں چند روز میں اُنکی ساری جرات کو خاک میں ملا دوں گا۔ افسران خدا ایسا ہی کرے۔ مگر مسلمان بھی بلا کے لٹنے والے ہیں۔ رچرڈ وہ (طیش میں آکر) مسلمان کیا لڑینگے۔ ہماری فوج نے آج رات کو طرہ پر قبضہ کر لیا ہو گا اور کل تیساریہ کی طرف بڑھے گی۔ اور کیا عجب کہ آج ہی وہ بڑھ گئی ہو۔ میں متعجب ملک بھر میں اپنی فتح مندی کے ساتھ مسیحی کا جھنڈا گاڑ دوں گا اب ہتر ہو گا کہ ان مسیحوں کی مدد کو جو تیساریہ کی طرف بڑھے ہیں ملک روانہ کیجائے۔

افسران حضور مسیحوں کو اپنے بھائیوں کی مدد پر ضرور جانا چاہیے معمولی دشمن سے مقابلہ نہیں ہو ایک تو عرب و ترک دونوں قومیں یونینیں بڑی بہادر ہیں اب انھیں صلاح الدین کا ایسا افسر مل گیا ہے۔ صلاح الدین کو آپ تھوڑا نہ تصور فرمائیں۔ رچرڈ وہ صلاح الدین بیشک ایسا بھرمین اب ایک شخص ہر میں خود اپنی فوج کے ساتھ تیساریہ کا ارادہ کروں گا۔

لے شرتیساریہ ملک میں ہر مینوں کی یادگار ہو اہل میں یہ نام تیسرے دم کے نام بتھیر یہ رکھا گیا تھا اب قوساریہ ہو گیا۔ اس شہر میں ہر مینوں کی بڑی عظیم الشان عمارتیں بنائی گئیں جو تیساریہ کے گراؤ پر مندوب کے کہنے کے نام کو سونپ لی گئی ہیں جس کثرت مندوم آتا تیساریہ میں ہر مین ہر ملک شام میں لو کہ میں میں اہل اسلام کے زمانہ میں قیساریہ تباہ ہو گیا تھا اور یہ پیشتر ملک شام کا بہت بڑا مشہور و معروف بندرگاہ تھا ہر قوس تیسرے دم کا بیٹا قسطنطین چالیس ہزار فوج سے حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ملا بہن لڑے اور تھا اور آخراپ کے بھاگنے کی خبر سن کر خود بھی بھاگ گیا۔ اس طرح یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔

افسرؑ اگر ہمارا شیر دل بادشاہ چلے گا تو راجھی دیر نہ لگے گی اور قیساریہ پر ہمارا قبضہ ہو جائیگا حضور نے یہ قصد کیا ہے تو دیر نہ کیجیے۔

فوراً جہازوں کی تیاری کا حکم دیا گیا۔ پچاس جہازوں کا ایک بیڑا تیار ہوا شاہ رچرڈ مع اپنے پر جوش مسیحی فوجوانوں کی فوج کے بحیرہ روم کے جنوبی جانب روانہ ہوا شاہی زون کی عورتیں بھی شاہ رچرڈ کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ اس لیے کہ بادشاہ بیمار تھا اور عورتوں کے اور کوئی عمدہ طور پر تیمارداری نہیں کر سکتا تھا۔

جہازوں نے چند ہی منٹ میں سواحل شام کو چھوڑ دیا اور رات کی تاریکی میں غائب ہو گئے۔ اگرچہ سواحل شام زیادہ فاصلے پر نہ تھے مگر اندھیری رات نظر کے سامنے نہیں آنے دیتی تھی تارے کھلے ہوئے تھے اور وہی اس ناپید اکنار سمندر میں جہازوں کی رہبری کر رہے تھے کسی وقت بائیں ہاتھ کی طرف دور پر کوئی روشنی نظر آ جاتی تھی جس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ خشکی زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔

کیتانوں نے صحیح اندازہ کر کے صبح ہونے سے پہلے ہی جہاز قیساریہ میں پہنچا دیے۔ مسیحی فوج نے قیساریہ کے قدیم اور منہدم قلعہ کے جنوبی پہلو پر لشکر اندازی کی فوج اتر اتر کے کنارے پر جمع ہونے لگی۔

ملک شام کے چند عیسائی روانہ کیے گئے کہ شہر والوں سے عیسائیوں کی اور سلطان صلاح الدین کی خبر دریافت کریں اور تمام فوج سکوت اور اطمینان کے ساتھ ساحل پر مرتب ہوتی رہی۔ جو لوگ جاسوسی کی خدمت سرانجام دینے کو گئے تھے تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے اور شاہ رچرڈ سے حسرت داندوہ کے ساتھ عرض کرنے لگے کہ حضور بڑا غصہ ہوا ہم کو خیر بھی نہوئی اور ہمارے مسیحی بھائی سب کے سب قتل ہو گئے۔

رچرڈ دے قتل ہو گئے کیونکر؟

جائوسوس نے بادشاہ کل ان لوگوں نے طریقہ پر قبضہ کر لیا تھا اور قلعہ العقیق میں مضبوطی سے قیام پذیر ہو گئے تھے۔ صبح کو صلاح الدین نے پہلوخ کے ایسا سخت حملہ کیا کہ دوسری تین گھنٹے میں قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور جتنے مسیحی حضور نے اُس طرف روانہ کیے تھے سب کو چن چن کے قتل کر ڈالا۔ کوئی نہیں بچا۔ مکہ میں جو مسلمان ہمارے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے مسلمان اُنکے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں اور طریقہ میں انھوں نے

بہت کچھ اپنا دل خوش کر لیا۔

رجر ڈو (غصے سے) ممکن ہے کہ قیساریہ میں جتنے مسلمان ہوں سب کو قتل کر ڈالوں اور صبح تک ایک بھی زندہ نہ بچے۔ کیا مسلمانوں کا ظلم اب مجھے ایسی ہی کارروائی چاہتا ہے؟ افسر دیر عابا کو قتل کر کے ہمیں اپنے بھائیوں کے خون کا بدلہ نہیں مل سکتا اسلحہ الدین نے ہمارے سپاہیوں کو قتل کیا ہے؟

جاسوس دے مگر عکہ کے مسلمانوں کو اپنے سامنے ہی قتل ہوتے دیکھ کر سلطان نے قسم کھائی ہے کہ جو عیسائی لجا بیٹگا اسکو زندہ چھوڑوں گا۔

رجر ڈو تو بیشک قیساریہ کے مسلمانوں کا خون ہم پر حلال ہو گیا اچھا اسوقت قلعہ کو درست کر دو کہ صبح تک خوب مضبوط ہو جائے۔ اسوقت قیساریہ والوں کے چھیڑنے کی کچھ ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ صبح کو ادھر آفتاب نکلے گا اور ادھر ہماری تلوار قیساریہ کو گھیر کے ہر مسلمان کا کام کر دینگی۔ چالیس ہزار فوج ہمارے ساتھ ہو۔ اگر اصلاح لوہین بھی آجائیگا تو کچھ ذکر سکے گا۔

فوج نے قیساریہ کے قدیم قلعہ کا رخ کیا اور چار دن تک خوب عہدگی اور ہوشیاری سے قلعہ کی درستی کی جانے لگی۔ قلعہ کے گرد کھائی پہلے ہی سے دی ہوئی تھی وہ صاف کر کے اور بڑھائی گئی اور محرابدار پھاٹک جا بجا سے بوسیدہ ہونے کے علاوہ اس قابل تر ہاتھا کہ دشمن کی تھوڑی قوت کا بھی تحمل ہو سکے۔ وہ بہت کوشش و شوق حد سے زیادہ مضبوط کیا گیا۔ کتین بل تختے لگائے گئے کہ غنیمت ایک کو طے کر آئے تو دوسرے پرڑ کے بچو پر چھپ کے بچھنے کی کوئی جگہ نہ تھی اسلیے جلد جلد خلعت کر کے جا بجا فانی دیو ربنا کی گئی تھی۔ تاکہ تیر انداز سہولیت اور اطمینان سے اپنا کام کر سکیں ادھر ادھر کنگرہ دن پر صلیبیں نصب کی گئیں اور

قلعہ بہت بڑا ہوا اور اسکی عظمت ان لوگوں کے دلوں میں بہت بڑھی ہوئی جو چھوٹے ہونے لگے دیکھا ہو یہ قلعہ تور دیون ہی کا بنا یا ہوا ہو مگر گرویسڈ کی لڑائی میں مسیحوں کی مرست کی کہ گویا نیا کر دیا اور مسیحوں کی صناعتی سے اسکی عمر زیادہ ہو گئی ورنہ اب تک شاید اسکا نام بھی نہ ہوتا۔ فی الحال اگر چہ غیر آباد ہو گیا مگر سندر منہدم نہیں ہو سقا۔ رقلعہ العتیق منہدم ہو اس قلعہ کے گرد مید ان بھی نہایت عمدہ ہے ایک جانب سمندر اور دوسری جانب خشکی ہے۔

قلعہ کے اندر ایک بلند مقام پر بہت بڑا جھنڈا قائم کیا گیا جس پر صلیب لگی ہوئی تھی۔ مغرب کی طرف جدھر سمندر تھا اودھر تیر اندازی کے زیادہ موقع پیدا کیے گئے اور جہاز خالص قلعہ کی دیوار کے نیچے لاکے کھڑے کر دیے گئے کہ دشمن اپنے قبضہ نہ کر سکے اندر جا بجا موقع دیکھ کر خیمے نصب کیے گئے اور شاہی پرنسکے خیمہ قلعہ کے خاص حد مقام میں اور اُسکے قریب شاہی خاندان کے اور آس پاس بڑے بڑے افسران فوج کے خیمے نصب ہوئے ایک نہایت بلند اور محفوظ مایح اس غرض سے منتخب کیا گیا کہ بیار بادشاہ خود بیٹھ کے لڑائی اور قتل و خون کا تماشہ دیکھ سکے۔

یہ سامان ہوتے ہی ہوتے صبح ہو گئی۔ مرغان سحر نے قیساریہ والوں کے ہوشیار کرنے کے لیے زبان کھولی تھی کہ مسیحی فوج کے دس ہزار سپاہیوں نے شہر قیساریہ کا محاصرہ کر لیا قیساریہ والے اس درجہ پریشان تھے کہ اُنسے کچھ کرتے دھرتے نہ بنتا تھا۔ دینداروں نے صبر سے کام لیا اور مسجدوں میں جا کے صبح کی اذانیں دین کے خدا کا فرض تو ادا کر لیں پھر دیکھا جائیگا جلدی میں بس اس قدر ہو سکا کہ شہر پناہ کے پھاٹک بند کر لیے اور گویا اپنی حفاظت کا کام قسمت پر چھوڑ کے بیٹھ رہے۔

مسیحیوں کے خیالات بالکل قیساریہ والوں کی طرف مصروف تھے۔ ناگہان تکبیر کی آواز آئی پلٹ کے دیکھا تو مصری جھنڈا قریب ہی تھا سلطانی فوج کے اگلے حصہ پر اباز الطویل سلطان صلاح الدین کا غلام حکمران تھا۔ علاوہ شہزادہ عزیز کے شہزادہ افضل سلطان کا دوسرا بیٹا بھی اب فوج اسلام میں آ کے مل گیا تھا وہ بھی اسی پہلی فوج میں تھا مسلمانوں نے بلا تامل حملہ کر دیا اور عیسائیوں کو قتل کرنے لگے۔ عیسائیوں نے بھی قیساریہ چھوڑ کے سلطانی فوج کا رخ کیا اور بہادری سے لڑنے لگے۔ لڑائی استقلال اور بالادری ساتھ ہونے لگی۔ اور قیساریہ کے خوف زدہ مسلمان اونچی چھتہ پر چڑھ کر سر دیکھنے لگے کہ کھین خدا ہماری قسمت کا کیا فیصلہ کرتا ہو عین اثناء جنگ میں دوسرا مصری نشان ظاہر ہوا اور خود سلطان صلاح الدین اپنی باقی جہاز فوج کو ساتھ آیا اور اپنے جان فروش عربی ترک و مصری

لے ابا ز الطویل اپنے زمانہ میں بڑا بہاد تھا اور اسکی جرأت کا دور دورہ شہر تھا اسی لڑائی میں شہید ہوا اور سلطان کو عرصہ تک اُسکے قتل ہونے کا افسوس رہا۔ دیکھو کامل ابن اثیر ۱۲

سپاہیوں میں ملکیا قریب تھا کہ مسلمانوں کی یہ جدید قوت عیسائیوں کو منتشر کر دے۔ شاہ رچرڈ اُس مقام سے جو اسکے لیے مقرر کیا گیا تھا لڑائی کی کیفیت دیکھ رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کے پریشان ہونے لگا۔

مسیحیوں کے حق میں بہت غنیمت ہوا کہ اُنکے منتشر ہونے سے پہلے اُسکے دل میں انتشار پیدا ہو گیا فوراً اُسکے حکم سے قلعہ میں حملہ کا طبل بجا اور مسیحیوں کی باقی ماندہ فوج ایک سیلاب عظیم کی طرح قلعہ کے اچھا ملک سے نکل پڑی عیسائی اس جوش و خروش سے اور اس کثرت سے امیدان جنگ میں نکلے کہ مسلمانوں پر بہت بڑا اثر پڑ گیا۔ خود سلطان نے مع اپنے ہمراہیوں کے قلعہ سے نکلنے والے مسیحیوں پر حملہ کیا اور اُنکی رفتار کو روک کے نہایت جاننازی اور بہادری کے ساتھ جنگ آزمائی کرنے لگا۔

افرنیجیوں کو قلعہ سے نکلنے دیکھ کر اُن عیسائیوں کے دل بڑھ گئے جو قیساریہ کی دیواروں کے نیچے لڑ رہے تھے اور قریب تھا کہ شکست کھا جائیں جوش میں آ کر اُنھوں نے بڑا سخت حملہ کیا اور ایاز الطویل اور اسکے ہمراہیوں پر ایسی پورش کی کہ انھیں نقصان اٹھا کر کسیدہ رہسپا ہونا پڑا اسی واروگیرین ایاز نے سینے پر کسی افرنجی کا تیر پڑ گیا اور فوراً گھوڑے سے گر کر اُسے جان بوجہی شاہزادہ عزیز نے دوسرے ایاز کو گرتے دیکھ فوراً طیش میں آ کر گھوڑے کو تیر بتائی ایاز کے ہمراہیوں کو لٹکارتا ہوا بڑھا اور مسیحیوں کی فوج میں گھس پڑا بہت افرنجی شاہزادہ عزیز کی تلوار کے نذر ہوئے آخر مسیحیوں کے ایک مشہور سردار نامی شمسو اکبر پیر کا سامنا ہو گیا یہ جوان دیدہ بھر بہ کار پورین بہادر شاہزادہ عزیز کی فوجانی اور اُسے عنفوان شباب کے دلفریب حسن کو غور سے دیکھ کر لنگو افرنجی زبان میں کہنے لگا۔

”صاحبزادے تمھارا کام عیش و عشرت میں زندگی گذرانا اور دنیا کے مزے اڑانا ہو جاؤ بزم عشرت میں مصروف ہو کماں آئے ہو؟ انسان کو اپنی حیثیت اور اپنی حالت سے زیادہ نہ تجاوز کرنا چاہیے۔“

شاہزادہ عزیز نے میں ایک مسلمان نوجوان ہوں۔ میرے نزدیک یہی عرصہ رزم

ایہ ہم نہیں جانتے یورپ والوں کے نزدیک اس نام کا کیا ملا ہے عربی سونین عموماً اس بہادر افرنجی کا نام بہت زور دے دے کے لیتے ہیں۔ یہ بہت بڑا شمسو اکبر تھا اور قیساریہ کی دیوار کے نیچے مارا گیا۔

بزم عشرت ہو ہم لوگ عموماً جنگ و جدال کو ایک دلچسپ کھیل سمجھتے ہیں۔ اس کھیل میں بہت سی بازیان جیت چکا ہوں۔ اے کافر نصرانی۔ تجھے شاید معلوم نہ ہو گا شاہ رچڑ کی بھانجی ورجنا کو میں ہی جیت سکا۔

کنڈ کبیر (جسرت سے دیکھ کر) اے گستاخ مسلمان تو نے ہمارے بادشاہ کو بہت رنج دیا اس کی بیماری اس غم سے زیادہ ہو گئی۔ اب میں جانتا ہوں کہ میں ہی ورجنا کو بیوہ کر دوں گا۔ عزیز شاہ رچڑ کو اس غم سے صدمہ نہ ہونا چاہیے تھا۔ اپنی بہن کو وہ خود میرے چچا کی نذر کیے دیتا تھا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مسلمانوں کے محل ہمیشہ مختلف قوموں کی پریمی جمال شہزادیوں سے رونق پایا کیے ہیں خیر اب زیادہ باتوں کا وقت نہیں ہے۔ یہ کہہ کے شاہزادہ عزیز نے نیزہ مارا۔ کنڈ کبیر نے نیزہ خالی دیا شاہزادے کا وارہ بجا کے آگے بڑھا اور تلوار کھینچ کے چاہتا تھا کہ گردن پروار کرے شاہزادے نے تلوار کو ڈھال پر لیا اور پیٹے سے ایک ایسی تلوار کاری ماری کہ افرنجی افسر کی گردن اسی کے قریب گئی۔ کنڈ کبیر مچر رہ گیا اور شاہزادے نے فوراً نیزہ سینے میں پیوست کر دیا۔ یوژین سردار کو دونوں ایسے جانستان وار پڑے تھے کہ قبل اسکے کہ زمین تک پہنچے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

شاہزادہ عزیز تو ادھر اس کام میں مصروف تھا ادھر ہریان ابازا الطویل کو اپنے سردار کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا تو اُس کے قدم اٹھ گئے۔ قدم اٹھنا تھا کہ یہ جیون طبل بجا کے حملہ کر دیا۔

اس حملہ نے وہ کام کیا جو شاید اور کبھی کم کیا ہو گا۔ مسلمانوں کو ہر طرف شکست ہو گئی سلطان نے بہت روکا اور شاہزادہ افضل نے بھی ہمت سے کارزایاں دکھائے مگر مسلمان سپاہی اس قابل نہ رہے تھے کہ اپنے افسروں اور سرداروں کے روکنے سے رک سکیں سلطان صلاح الدین نے جب اپنی فوج کسی طرح سنبھلنے نہ دیکھی تو خود بھی اُنکے ساتھ ہر جنگ کی طرح روانہ ہوا جو قیساریہ کی مغربی جانب واقع تھا۔ شاہزادہ عزیز نے کنڈ کبیر کو مارا

سے آجکل جن لوگوں نے قیساریہ کا سفر کیا ہے وہ سوا ایک طرف کے جوہر سمندر پر تینوں ملکستان اور میدان ہتاتے ہیں۔ مگر وہ زمین کی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرق کی طرف جنگل تھا دیکھو اب انہیں

تیرسے پر رکھا اور پلٹ کے چاہتا تھا کہ عیسائیوں کو دکھا کے پسپا کر دے مگر معاملہ
دگرگون نظر آیا۔ اسے بھی مجبوراً جنگل کا رخ کیا۔

عیسائی لوگ چاہتے تھے کہ شکست خوردہ مسلمانوں کا تعاقب کرین مگر شاہ رچرڈ
نے انھیں فوجی باجے کے اشارے پر کواد یا مسلمانوں کی بہادری اور جرأت شاہ رچرڈ
کے دلیرانہ نقش ہو گئی تھی کہ اس شکست کو وہ شکست نہ سمجھا اسکے خیال میں آگاہ مسلمانوں
نے جان بوجھ کے شکست اٹھائی۔ افرنجیوں کو قلعہ سے دور لے جا کے پلٹ پڑ گئے اور
جنگل میں کاٹ کے ڈال دیئے۔ حالانکہ یہ اسکی غلطی تھی۔ مسلمانوں نے حقیقت میں شکست
کھائی تھی۔ اور اگر عیسائی تعاقب کرتے تو انکا ادب بھرنا دشوار ہو جاتا اور آخر اس غلطی
عیسائیوں کو بہت بڑی نرک دلوادی۔

سلطان صلاح الدین نے جنگل میں جا کے اپنے سپاہیوں کو جمع کیا۔ لڑائی کا جوش
دلا یا اور شیرازجات کے ساتھ تھوڑی ہی دیر میں پلٹ پڑا اور بین ہنوز قلعہ میں داخل
نہوئے پائے تھے کہ مسلمان بلائے بے دربان کی طرح انپر آپڑے۔ پہلی شکست کی شرم
اور اسلامی حمیت نے اسوقت انکے خون میں کچھ ایسی حرارت پیدا کر دی تھی کہ گھنٹہ
ہی ڈیڑھ گھنٹہ میں عیسائیوں کے قدم اکھڑ گئے۔

عیسائی ایسے بدحواس ہو گئے بھاگے کہ بتوں نے سمندر میں ڈوب کے جان دی
اور بہت سے جنگل میں غائب ہو گئے۔ شاہ رچرڈ نے جب دیکھا کہ مسلمان قلعہ میں
داخل ہو گئے۔ تو اس سے سوا اسکے اور کچھ نہ بن پڑا کہ سمندر کی طرف قلعہ کی دیوار
توڑ کے نکل گیا اور جو لوگ جا کے انکو لے گئے سوار ہو اور جنوب کی جانب روانہ ہوا۔
مسلمانوں نے شاہی خیموں پر اور تمام سامان جنگ پر قبضہ کر لیا قلعہ العقیق کی طرح
بیان بھی اسلامی جھنڈا اڑایا اور مسلمین گرا دی گئیں۔

گیارہواں باب

منظرہ

شاہ رچرڈ قلعہ قیساریہ سے اسقدر بدحواس ہو کے بھاگا کہ بشکل صرف اپنی ملکہ ہی کو
نکال لے جا سکا باقی عورتیں انھیں خیموں میں رہ گئیں جنگ چوڑی نہٹ کے بعد مسلمانوں نے

لوٹ لیا۔ شاہی خاندان کی لیڈیان مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو گئیں۔ ترکوں اور مصریوں نے ہزاروں افرنجیوں اور مالک شام کے عیسائیوں کو گھوگر گھر کے قتل کر ڈالا۔ ان لوگوں کے سوا جو معرکہ جنگ میں بہادری دکھا کے مرے یا بھاگ گئے، مارے گئے، پندرہ ہزار کے قریب عیسائی گرفتار ہوئے جو مسیحی گرفتار ہوئے تھے۔ وہ سلطانی قلم پورا کرانے کے لیے قلعہ کے برجوں سے کاٹ کاٹ کے دریامیں پھینک دیے گئے۔ افرنجی عورتیں اور لڑکیاں لوٹریاں بنائی گئیں۔ اور عیسائی عورتیں کیلئے اس امر کا ذریعہ ہوئیں کہ قیامت تک دین اسلام کو قطعہ دین۔ جس وقت یہ عورتیں افسروں اور سپاہیوں میں تقسیم ہو رہی تھیں سلطان صلاح الدین خود کھڑا ہوا تھا انکی بیکسی دیکھ کے اسکا دل بھر آیا آبیدہ ہو کر کہنے لگا: افسوس ان عورتوں کے ساتھ میں کچھ بھی ہمدردی نہیں کر سکتا۔ خود عیسائی قوم نے اپنے لیے اس امر کا سامان کر دکھا یا تھا چرٹنے مجھے سنگدل بنا دیا۔ جی چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھی ہی ہمدردی کروں جیسی ہمدردی بیت المقدس فتح کر کے سینے وہاں کے عیسائی عورتوں کی تھی لیکن نہیں کر سکتا

سلطان صلاح الدین نے جس وقت بیت المقدس کو نصاریٰ کے ہاتھ سے نکالا وہاں کی عیسائی رعایا پر کوئی زیادتی نہیں کی عیسائیوں پہلی کروید کی لڑائی میں جب بیت المقدس پر قبضہ کیا تھا شہر کے کل مسلمانوں کو قتل کر ڈالا ابن اثیر لکھتا ہے کہ صرف مسجد اقصیٰ میں ستر ہزار مسلمان قتل ہوئے جن میں بہت سے علما و وقت عباد و زہاد تھے۔ جو بغرض ثواب یہاں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اور اوافدا کتابت جو کہ بہت سے نیک قتل عام ہوا اس کے بعد جب صلاح الدین نے قبضہ کیا تو نہ کسی کو قتل کیا نہ کسی کو جلاں مارا جو کچھ کیا وہ الزبتھ سے لکھا جاسے تو زیادہ قابل ہتہنا ہو گا وہ لکھتا ہے کہ صلاح الدین یونانی اور شامی باشندہ مذکور ہے کی اجازت دیدی اور رومی اور ذرافیسو کو اجازت دی گئی کہ چالیس دن کے اندر بیت المقدس سے نکل جائیں۔ اور سواحل شام و مصر تک بہ آرام بھیج و سالم ہو پنا دیے جائیں گے۔ مگر اس شرط سے کہ مرد و عورتوں کی طرف سے پانچ اور ہر بچے کی طرف سے ایک انصر فی ادیک جائے اور جو لوگ ادا کر سکیں گے وہ غلام بنائے جائیں گے جس روز یہ لوگ جانے لگے سلطان نے خود جاکے دیکھا اور انکی بیکسی و بیتابی دیکھ کے خود بھی بیتاب ہو گیا اور کہنے لگا تم کیا چاہتے ہو انہوں نے جواب دیا ہمارے ساتھ والے جو مغربی سے رہ گئے ہیں انکو بھی آزادی دیجائے سلطان کے دل پر اس وقت ہنسا اتر پڑا کہ انکو بھی چھوڑ دیا۔ جو وہ بند رہ ہزار غلام یونان اور کر دیے گئے۔

اگر ایسا کروں تو اصول جنگ کو نقصان پہنچے۔

ان عورتوں میں ایک جوان عورت نکلی جو بہت نازک اندام اور حور و شہ قہی۔ یہ پریچال نازنین عورت نہایت پر تکلف اور بہاری لباس پہنے تھی سر سے پانوں تک جواہرات میں لدی ہوئی تھی۔ باوجود اسکے کہ اسکے قسم قسم کے بیش قیمت جواہرات ہلکی ٹوپی اور کپڑوں میں جکھا رہے تھے بسکی آبتاب اس نور کے آگے اندر پڑی جاتی تھی جو اسکی پیشانی سے سیان تھا اس نازنین کا حسن و جمال معمولی درجہ سے بدرجہا زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ یہ نازنین اور پری چہرہ عورت جسوقت سامنے لائی گئی سب لوگ لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے کہ دیکھیں کسے ملتی ہے۔

سلطان صلاح الدین کو بھی اسکے حسن و جمال پر حیرت ہو گئی۔

شاہزادہ عزیز نے بڑھکے فرانسیسی زبان میں پوچھا۔

”اے نازنین بتاؤ تم کون ہو؟“

نازنین ”کیا کمون کہ کون ہوں قیمت کی ستائی اور زمانے کے ہاتھ کی ظلم رسیدہ

ایک ذلیل عورت ہوں اور لونڈی ہونے کے لیے تمھارے پاس آئی ہوں“

عزیز نے یہ تو ہم جانتے ہیں مگر یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور کسکی نسل سے ہو۔ کس نرین کی روائی“

نازنین ”اب مجھے زیادہ نہ چھیڑو مجھے اسوقت کچھ نہیں یاد ہے“

سلطان صلاح الدین نے شاہزادہ عزیز سے کہا۔ بیٹا اگر یہ نہیں بتاتی تو تمھیں کیا

فکر ہے اپنی بی بی کے سامنے لیجاؤ وہ پہچان جائیگی۔ میرا گمان ہو کہ یہ بھی شاہی خاندان

سے تعلق رکھتی ہے کسی نہ کسی بادشاہ کی بہو بیٹی ہے۔ غالباً میرا خیال صحیح ہے۔

اسوقت جبرہ نظر جاتی تھی قلعہ میں اسلامی جھنڈے اڑتے نظر آتے تھے اور عربی عیب

و درابہا ہر طرف ظاہر ہوتا تھا۔ مصری خیمے جنگی اسلامی سادگی پر دولت صلاحیہ کی نشان

و شوکت کا روغن پھرا ہوا تھا نسب ہو چکے تھے شاہزادے نے اس افیمجہ نازنین کا

ہاتھ پکڑا اور اپنے خیمے میں لے گیا۔ ہماری حور و شہ اور پری جمال دلہا بابلہ ورجا

پر تکلف لباس پہنے بیٹھی شاہزادہ عزیز کے انتظار کی بے چینی کو آسید کی باتوں میں

بھٹارہی تھی۔ پانوں کی چاپ پاتے ہی ہمہ تن گوش ہو گئی اور صورت دیکھتے

ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر اپنے ناز بردار شوہر شاہزادہ عزیز کے ساتھ کسی اور عورت کو دیکھا

تو سوچ میں آگئی۔

اس عورت نے پہلے اسپر ایک برہمی کا اثر ڈالا۔ پھر غور سے دیکھ کر متعجب ہوئی اور آخر پہچان کر بڑھی اور دوڑ کے پیٹ گئی (گھبراہٹ کے لمحہ میں) ”تم کہاں خالہ۔ یہ تم کیونکر چلی آئیں۔“

نازنین: ”اور تم یہاں کب سے ہو۔ مجھے یہ خبر نہ تھی کہ تم اس طرح عزت بیچ کے یہاں آئی ہو۔“

ورجنہ: ”رہا تھ جوڑے (خالہ جان تم خفا ہو۔ میں نے عزت نہیں بیچی بلکہ مول لی۔“ شاہزادہ عزیز کو یورپ میں لیڈی کی یہ گستاخی اور خصوص اسکی دلربا معشوقہ کیساتھ برہمی معلوم ہوئی اگرچہ سمجھ گیا تھا کہ بزرگی کی نسبت نے اسے یہ جرأت دلائی ہو مگر خاموش نہ رہا گیا اور جنہا کی طرف دیکھ کر کہنے لگا: ”اے میری سہولتا نازنین ایسی گستاخ عورتوں سے زیادہ باتیں کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم صرف اس قدر بتا دو کہ یہ کون عورت ہے۔“

ورجنہ: ”تم کو نہیں معلوم یہ میری خالہ ہیں۔ میرے ماموں شاہ رچرڈ کی بہن ہیں میں انھیں ان سے زیادہ سمجھتی ہوں انھیں بتاؤ یہ کیونکر آئیں۔“

شاہزادہ عزیز: ”ہماری قید میں ہیں۔ خود نہیں آئیں۔ ہم نے قید کیا ہے قیساریہ کی لڑائی میں بہت سی عورتیں گرفتار ہو گئیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہیں۔ اسے انکا نام پوچھا گیا انھوں نے نہ بتایا۔ سلطان کے حکم سے میں تمھارے پاس لایا کہ پہچان کے بتا دو کون ہیں۔“

ورجنہ: ”تو کیا یہ یہاں سے چلی جائیگی۔“

عزیز: ”خواہ مخواہ سلطان کے سامنے انھیں حاضر ہونا پڑے گا۔“
ورجنہ: ”نہیں میں انھیں نہ جانے دوں گی۔ میرے شاہزادے تم سلطان کے سامنے بہت میری طرف سے عرض کرو کہ اگر تکلیف نہ تو گھر ہی بھر کو یہاں ہو جائیں۔ میں کہہ دوں گی۔“
شاہزادہ عزیز: ”خیمہ سے باہر نکلا۔ خیمہ کے گرد حراست کے لیے پہرہ کر دیا۔ اور فوراً سلطان سے جا کے عرض کیا۔ اگر تکلیف نہ تو میرے خیمہ تک چلے چلیے۔“

سلطان صلاح الدین فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور شاہزادہ عزیز کے خیمہ میں داخل ہوا آتے ہی اپنی بہو کو چھاتی سے لگایا اور ایک کرسی پر بیٹھ کے پوچھنے لگا ”تم نے مجھے بلایا ہے۔“

ورجنا (دوست بستہ) جی ہاں میں نے ہی تکلیف دی۔ عرض یہ کرنا تھا کہ یہ میری غلطی ہے۔
ہیں شاہ رچرڈ کی بہن کا حال آپ نے سنا ہو گا۔ یہ وہی ہیں۔

سلطان (حیرت سے) وہی ہیں انہوں سے دیکھنے لگا۔

ورجنا (جی ہاں یہ وہی ہیں قسمت کے آخر انھیں ہنگامہ پہنچا دیا۔ جہاں آئیں انھیں لٹا کر رکھا۔
سلطان (یہاں قیساں یہ میں کیونکر آگئیں۔

ورجنا (میں نے ابھی ان سے پوچھا تھا۔ معلوم ہوا کہ خود شاہ رچرڈ نے قیساں یہ قیدی کیا
تھا اسکی بیماری کی وجہ سے شاہی خاندان کی عورتیں بھی ہمراہ آئی تھیں جب مسلمانوں نے
قلعہ پر قبضہ کر لیا تو وہ دریائے طرف دیوار توڑ کے جہازوں پر سوار ہوا جن لوگوں سے جایا گیا وہ
بھی اسکے ہمراہ نکل گئے۔ یہ بیماری نہ نکل سکیں۔ شاہ رچرڈ معہ اور شاہی خاندان کی
عورتوں کے چلا گیا اور یہ گرفتار ہو گئیں۔

سلطان (بیشک انکی حالت نہایت افسوس ناک ہے۔

ورجنا (میں چاہتی ہوں کہ آپ انھیں میرے حوالہ کر دیجیے (ہاتھ جوڑ کر) اور مجھے
امید ہے کہ اپنی اس ذلیل لونڈی کی التجا کو آپ قبول کر سکیں گے۔

سلطان (ورجنا کی بھڑ پیر دست شفقت پھیر کے) جی ممکن ہے کہ تو سفارش کرے اور نہ
قبول کیجائے۔ اگر تیری مرضی ہو تو میں انھیں نہایت عزت و آبرو سے خود شاہ رچرڈ کے اہل بیت و
ورجنا (اگر انکی سی ارادہ ہوگا تو شاید میں کبھی اس امر کی بھی آرزو مند نہ ہوں مگر ابھی تو
اسی قدر چاہتی ہوں کہ آپ انھیں میرے پاس چھوڑ دیجیے۔

سلطان (ان کے بارے میں تمکو اختیار ہے۔ چاہو چھوڑ دو۔ چاہو ہمیشہ
اپنے پاس رکھو۔

یہ کہہ کے سلطان شاہزادہ عزیز کا ہاتھ پکڑے ہوئے خیمہ سے باہر چلا گیا۔

ملکہ سلطان صلاح الدین کے بھائی ملک لادول کے ساتھ ہی بہن کو رجسٹرڈ سب کرنا چاہتا تھا
مگر اطراف شام اور یورپ کے عیسائیوں نے اسے ہٹا دیا اسنے بڑی شد و مد سے جھگڑا کیا اسکے کانوں میں بھونک رہا گیا
تھا کہ مسلمان لوگ چار چار گرجا کرتے ہیں اور سیکڑوں لونڈیاں رکھتے ہیں۔ علاوہ اسکے آئین میں بھی
کی کمی بیہوشی ہے۔ عیسائیوں کی اس شرش نے اسے باز رکھا اور چرڈ کے کہنے میں نہ آئی۔

ورجنا: خالہ جان آپ کا مزاج تو چھا ہے ۛ

یورین لینڈی: ۛ درجنا تو نے اگر چہ بیان عزت پیدا کی۔ مگر یہ چھوٹی عزت ہے تو نے انگلستان کے شاہی خاندان ہی کا نہیں بلکہ سارے انگلستان کا نام ڈلو دیا ہے عزت تو نے ڈبوئی۔ نام کو تو نے داغ لگا دیا۔ آبرو کو تو لے مٹا دیا۔ بچے دین عیسوی کو تو نے اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ اب تجھ میں کون بات ہے۔ جس کی وجہ سے تین تجھے اپنی بھانجی سمجھوں ۛ

ورجنا: خالہ جان ۛ

یورین لینڈی: ۛ نہیں تجھے خالہ نہ کہو ۛ

ورجنا: (مسکرا کر) سچی عزت وہی ہو جو خدا نے مجھے دی۔ میں گمراہ تھی۔ اب ایک برحق اور سچے دین کی پابند ہوں ۛ

یورین لینڈی: ۛ ظالم اور جاہل مسلمانوں کے دین میں بھی کوئی خوبی ہے؟ ہاں تیری آنکھوں پر یہ کیسے پر دے پڑ گئے کہ دین عیسوی کے مقابل میں اسلام کو سچا اور اچھا کہتی ہے ۛ

ورجنا: آپ کو ابھی معلوم نہیں کہ اسلام میں کیا خوبیاں ہیں میں بھی اپنے دین والوں کو ہمیشہ توحید کا دعویٰ کرتے سنا کرتی تھی لیکن میں نہیں آیا تھا کہ جب ہم تین خدا کو ماننے (معاذ اللہ) خدا کے لیے بیٹا تجویز کرتے ہیں۔ اور باپ بیٹے روح القدس کو پوسے خدائی کے درجے پر پہنچائے دیتے ہیں تو پھر کیسے خدا ایک ہو میرا یہ خیال صحیح تھا بیشک عیسائی دھوکہ کھین پڑے ہوئے ہیں خدا ایک ہونے کے بیٹا ہو نہ باپ نہ بھائی نہ بہن ہو۔ نہ جو رو ہو نہ اور کوئی ہے جو ہے اس کا پیدا کیا ہوا اور مخلوق ہے۔ ہمارے ہاں ہولی ورجن (حضرت مریم) کی پرستش کی جاتی ہے۔ توحید کا دعویٰ کر کے بت پوسے جاتے ہیں اب اس سے زیادہ کیا ہو گا۔ خالہ کتنیں انعام کرو کہیں بائبل سے بھی تو سچ خدا کا بیٹا ہونا نہیں ثابت ہوتا خدا نے اگر کسی جگہ مسیح کو بیٹا کہا بھی ہے تو دوسری جگہ سب آدمیوں کو اپنا بیٹا کہہ دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ان بیٹے سے مراد مخلوق ہے ۛ

یورین لینڈی: ۛ اٹکی۔ مسلمانوں نے تجھے بائبل بتانا خوب سکھا دیں۔ تو نے کچھ نہ سمجھا۔ غارت ہو گئی وہ سب جانے دے تجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا کون کونسا یقین آگیا۔

ورجنا اس لیے کہ انھوں نے جو کچھ بتا دیا وہ سب سچ اور قرین قیاس ہو۔ اس سے زیادہ کیا سچائی ہو سکتی ہے۔ کہ خدا کے آگے سب کا سر جھکوا دیا۔ بت پرستی چھڑا دی جو بات بتائی اگر انصاف کیجیے تو اسکے خلاف کوئی عقلمند نہیں کر سکتا۔
یورپین لیڈی ۲۲ اور یہ جو تمام دنیا پر ظلم کیا۔ تلوار ہاتھ میں لے کے خوزیزی شروع کر دی یہ اچھا کام تھا۔

ورجنا ۲۲ خالہ جان میرے نزدیک تو خدا کی نافرمانی کرنے والوں کا قتل کرنا برا نہیں مومنوں ہی نے بہت سی قومیں جہاد کیا۔ آپ نے تورات پڑھی ہے۔ اور خفا نبویجے تو عرض کروں یہ رسم تو خدا کی نکالی ہوئی ہے۔ جنھوں نے فوج کا کھانا مانا تو کیا بارگی طوفان میں ڈبو دیا جنھوں نے لوط کا کھانا مانا انکا ملک اُلٹ دیا۔ اور عرصے تک اُن پر پتھر برسائے پھر ہمارے پیغمبر محمد صلعم نے ایسا کیا تو کیا بُرا کیا۔ فرق اتنا ہے کہ وہ ان خدا نے خود اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے کیا۔ اور یہ ان اپنے رسول صلعم کو حکم دیا کہ جو خدا کا کھانا ملین ان سے یہ چیز لے اور نہ دین تو قتل کرے۔

یورپین لیڈی ۲۲ مسلمانوں نے تجھے خوب سکھا پڑھا رکھا ہے۔ لوگ تیرے دین کی تعریف کیا کرتے تھے اب مجھے تجر بہ ہو گیا ہو کہ تو حقیقت میں بڑی ذہین ہو۔
ورجنا ۲۲ نہیں میں اسے نہ مانونگی اب آپ کو بتانا ہوگا۔ کہ جو میں نے حاصل کی دعا عزت ہے یا وہ عزت ہے جو عیسائیوں کو نصیب ہے۔

یورپین لیڈی ۲۲ ورجنا کیون گمراہی کی باتیں کرتی ہو۔ اے مسیح کی قربانی سے جن لوگوں کی نجات ہو گئی تو اُن سے نکلی جاتی ہے۔ اور جو تیرے دلیک آئے وہ کر گمراہے دین سے نہ باز آئے۔

ورجنا ۲۲ خالہ جان محمد صلعم نے وہی بتلایا جو حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ نے کہا تھا۔ مگر بعد والوں نے تثلیث کا مسئلہ نکال کے دین عیسوی کو خراب کر ڈالا۔ مسیح خدا کے پیدا کیے ہوئے اور اُسکے پیغمبر تھے۔ انھوں نے کبھی اپنی زبان سے نہیں نکالا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔

یورپین لیڈی ۲۲ ورجنا۔ تجھے مسیح کے اللہ ہونے میں شک ہو اچھا وہ خدا کے بیٹے نہ تھے تو کس کے بیٹے تھے۔ یہ تو تجھے بھی معلوم ہوگا کہ وہ بے باپ کے پیدا ہوئے۔

ورجنا: خالہ جان یہ تو بہت آسان بات ہو اسکا سمجھنا ذرا دشوار ہیں۔ مگر خدا جانے کیا بات ہو کیساٹی آج تک نہ سمجھ سکے۔ جو خدا کے قائل نہ ہوں انکی سمجھ میں البتہ نہیں آ سکتا مگر ایک دیندار آدمی جو خدا کو ماننا ہو اسکی قدرت کا قائل ہو وہ کسی طرح انکار نہیں کر سکتا کہ خدا سب پیدا کر نیوالا ہو۔ جسکو جس طرح چاہتا ہو پیدا کرتا ہو کسی کو مان باپ کے ذریعے سے پیدا کرتا ہے۔ کسی کو صرف مان پیدا کر دیا۔ اور جسکو چاہا بغیر مان باپ دونوں کے پیدا کر دیا۔ مسیح کو تو صرف بے باپ کے پیدا کر دیا اور حضرت آدم کو اس طرح پیدا کیا کہ نہ باپ تھے اور نہ مان تھیں انکے بارے میں تم کیا جواب دو گی؟

یورین لیڈی: حضرت آدم کو بے مان باپ کے پیدا کرنے کی ضرورت تھی مسیح کیلئے کیا ضرورت تھی کہ بے باپ کے پیدا کیے جائیں؟

ورجنا: ضرورت کیسی۔ سیکڑوں پیغیروں نے جو بیرون معجزے دکھائے انکی کیا ضرورت تھی صرف یہی کہ کافراور نافرمان ایمان لائیں۔ اسی طرح خداے تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو یہ معجزہ دیا۔ حضرت صالح کی اوٹنی بھی تو بے مان باپ کے پہاڑ سے پیدا ہوتے ہی بچہ جنی تھی۔ وہاں کیا ضرورت تھی؟

یورین لیڈی: مجھے معلوم ہوا کہ ابوراہ راست پر نہ آئے گی مسلمانوں نے تجھے بازتھل بھکا دیا؟

ورجنا: شاید ایسا ہی ہو۔ مگر خالہ جان یا تو تم مجھے سمجھا دو۔ یا میں تمہیں سمجھا دوں۔

یورین لیڈی: نہ میں سمجھا سکتی ہوں نہ تو میرے سمجھائے سمجھے گی؟

ورجنا: (مسکرا کر) آئیے میں آپ کو سمجھا دوں کہ مذہب اسلام کیوں برحق ہے؟ یورین لیڈی: نہیں میں سمجھنے سے باز آئی۔ ورجنا دین کے بارے میں تو نے جو کچھ کیا وہ تو کیا ہی۔ اب یہ بتا کہ تو مسلمانوں میں کیوں آئی۔ کیا اپنے عزیز واقارب سب کو چھوڑ دیا۔

ورجنا: دھندھی سانس لیکر خالہ جان اب میں اُنسے ملنے کے قابل ہی نہ ہی

اسلام کا قاعدہ ہو کہ پرانے عزیزوں سے چھڑا کے نئے عزیزوں سے ملا دیتا ہے دوسرے اُن لوگوں میں جا کے میری زندگی دشوار ہوگی۔ وہ بچائی کے دشمن ہیں میرے بھی دشمن ہو جائیں گے؟

یورپین لیڈی دینین کوئی خوف کی جگہ نہیں۔ میں ذمہ داری کرتی ہوں کہ
 ورجنا نے اتویہ نہیں ہو سکتا۔ میرا یہ بھی تو فرض ہے کہ دین اسلام کو فائدہ پہونچاؤں۔
 اب آپ تشریف لائی ہیں۔ میری بڑی خوش نصیبی ہے میں تو یہ رائے دو گئی کہ دین اسلام
 قبول کر لیجیے اور اگر نہیں تب بھی کچھ پروا نہیں اپنے مذہب پر قائم رہیے اور یہیں میرے
 پاس آپ تشریف رکھیے۔ میں آپ کی ویسی ہی فرمانبردار خادمہ رہوں گی۔ جیسی وہاں تھی۔
 یورپین لیڈی نے دل میں خیال کیا کہ جانے کا زیادہ اصرار کرنے میں اندیشہ ہے کہ
 جتنا کہیں خلاف ہو جائے سخن سازی کے طریقے پر کھنکھائی۔
 بیٹا اگر کچھ اصرار سے تو میں انکار نہیں کر سکتی۔ جب تو یہاں موجود ہو تو مجھے
 کما بیشہ ہو سکتا ہے۔ اگر تو کہے گی تو میں رہیں رہوں گی۔ ہاں اپنا دین البتہ مجھ سے
 چھوڑا جائیگا۔
 ورجنا نے آپ کو اختیار ہے۔

بارھواں باب

گرفتاری

جاڑے کا موسم ہے اب گرہا ہوا ہے۔ ابھی چند منٹ ہوئے کہ پانی کا ایک پھینٹا پر چکا
 ہے۔ خفیف سردی اور ترشح ہو رہی ہے۔ سردی خوب شدت پکڑ گئی ہے اور ہاتھ پاؤں
 شدت برودت سے صرف سن ہی نہیں ہو گئے بلکہ جکڑے جاتے ہیں۔ آسمان پر بھٹا بھٹا
 ابرجاروں طرف پھیلا ہوا ہے بعض بعض جگہ آسمان کے سفیدی مائل نیلگوئی کی جگہ
 عکاسے ابری آرتے نمودار ہیں۔

آفتاب کا کہیں پتہ نہیں۔ جاڑوں کے بیروپ بتوں پر پیچھے کے پانی میں دھل
 جانے سے ایک کیفیت پیدا ہو گئی۔ گرد کھینے والے نیموں اور مکاؤں میں سے
 اور دبے ہوئے پیچھے ہیں۔ جنھیں ہوا کے جھونکے آگے اس گوشہ عافیت میں
 بھی ستائے ہیں۔ کہ بچا پارے کانپ کانپ اٹھتے ہیں اور لرز جاتے ہیں
 اسلامی فوج کے بہادر سپاہی قیساریہ کے قلعہ اور شہر میں جا بجا اترے ہوئے ہیں

اگرچہ سلطان صلاح الدین بہت سی فوج کو اپنے ہمراہ لے کے بڑھ گیا تھا مگر تھوڑے سے لوگ بھی اُس مقام کے آباد رکھنے کے لیے کافی تھے۔ جو اکثر اوقات ادھر ادھر پھرتے اور ٹپکتے نظر آ کر تے تھے۔ لیکن سردی نے سب کو افسردہ کر کے خمیوں میں بٹھا دیا اور یہ مقام بالکل خالی اور سنسان نظر آنے لگا ہے۔

اسی عالم میں قیسار یہ گئے پچھا ملک سے تین سو ار نو د ار ہوئے دور سے معلوم ہوتا ہے کہ دو عورتیں ہیں اور ایک مرد ہے۔ کیونکہ دو کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی ہیں اور ایک کا چہرہ کھلا ہوا ہے یہ سو ار حرمان خزان آہستہ آہستہ کرتے چلے آتے ہیں اور اُنکے چہروں سے یہ عجیب بات ظاہر ہوتی ہو کہ اس عورت برودت کا پیر کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ آتے آتے سو ار وہ میدان طے کرتے جو قیسار یہ اور اُسکے جونی جانب کی پہاڑیوں کے درمیان میں واقع ہے اب دیکھا تو معلوم ہوا وہ تیسرا شخص بھی مرد نہیں بلکہ ایک پریہمال نازنین عورت ہے۔

یہ عورتیں پہاڑیوں کے دامنوں اور گھاٹیوں میں سیر کرنے لگیں اس صحرائی اور کوہستانی منظر کا دل بآسان دیر سے اپنی بہار اور تروتازگی دکھا رہا تھا مگر دیکھنے والی اب یہ عورتیں پیدا ہوئیں جو اپنی اسوقت کی سیر کے لحاظ سے حسن قدرت کی عاشق معلوم ہوتی ہیں۔ ہوا کا ایک جھوکا آیا اور سردی سے متاثر ہو کر اس نے نقاب عورت کھینچا۔ ”اگرچہ سردی اسوقت زیادہ ہے مگر ہم لوگوں کو کچھ ایسی ناگوار نہیں گذرتی۔“

دوسری ”ضعیف سی سردی بہر کیا اثر کر سکتی ہے۔ جبکہ ہم شمالی مالک کی سردی کے عادی ہو رہے ہیں۔“

بے نقاب عورت ”ورجنا چاہے ہم کو نہ معلوم ہو مگر بیان کے باشندو یہ سردی بہت سستی ہوگی۔“

ورجنا ”ہاں خالہ اسوقت تو یہاں بڑی سردی ہے۔ ہاتھ یا نوں ٹھٹھکے جاتے ہیں (تیسری نقاب والی عورت کی طرف متوجہ ہو کر) آہستہ آہستہ مجھے نہیں معلوم ہوتی ہے۔“

اسیم ”شہزادی صاحبہ بیشک اسوقت بڑی سردی ہے۔“

ورجنا خالہ جان اب پھر بے کمانک بڑھی چلیے گا۔ شام کے پہاڑ مشہور میں۔ اور ان پہاڑوں میں جو قوم رہتی ہو وہ مشہور ہو۔ بد دیوں کا نام سن کے تمام انگلستان میں ڈرا کرتے تھے۔ اب قلعہ کو پھر چلیے۔ ایسا نہو کوئی پہاڑی سے عرب نکل کے ہین گرفتار کر لے۔ یورپین لیڈی نے کل ہی ان مقامات سے ہلکو کوچ کرنا ہوگا۔ خدا جانے پھر ایسی بہانہ کھینچا نصیب ہو یا نہو۔ جہانک ہو سکے سیر کر لو۔

ورجنا مگر راستہ بھول جانے کا بھی اندیشہ ہی نہیں خالہ جان اب چلو۔
یورپین لیڈی نے تم گھبراتے کیوں ہو۔

یورپین لیڈی کے اصرار سے ورجنا اور آسیہ پہاڑیوں میں دور تک بڑھتی چلی گئیں اب آسمان کھل گیا اور آفتاب کسی قدر غروب کی طرف جھکا نظر آنے لگا سہری گھری ہوئی دھوپ ہری اور دھوئی ہوئی پیوں پر بہا رہا دکھانے لگی۔

تینوں نازنین عورتیں برابر پہاڑیوں کے دامن میں چلی جاتی تھیں۔ اس سیر کا زیادہ حصہ تو صرف حسن قدرت کے ملاحظہ میں صرف ہو رہا تھا مگر جس وقت دوست ہوئی تھی تو دو چار باتیں بھی تفریحاً ہو جاتی تھیں۔ جاتے جاتے ورجنا نے اپنی خالہ سے پوچھا۔
دو خالہ جان ایسا کہاں ہے۔ کل سے میں نے اُسے نہیں دیکھا۔ آپ کی وجہ سے میں نے اُسے بھی آرا دی دلا دی تھی۔ ایسا نہو آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئی ہو۔

یورپین لیڈی نے مجھے چھوڑ کے کہاں جا سکتی ہو۔ وہیں قلعہ میں ہوگی۔
ورجنا اگر یہ آپ کی خادمہ ہو گئی مجھے اُسکا اعتبار نہیں۔ آپ ذرا احتیاط رکھیے۔
ورنہ وہ موقعہ پاکہ اگر بڑی سیپ میں چلے گی۔ اب ہم بہت دور نکل آئے کتنا چاہیے۔
آسیہ یہاں صخرائی عروج کا کوئی اعتبار نہیں اور آج کل لڑائی کی وجہ سے یہ مقام نہایت پرخطر ہو رہا ہے۔

یورپین لیڈی نے اچھا سمجھنے سے دو سوار آئے فطرت سے یہ گھوڑ بڑھائے چلے آئے تھے اور انکی تیزی سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا انھیں عورتوں کی طرف آ رہے ہیں ان سواروں کی صورت دیکھ کے یورپین لیڈی نہایت درجہ متفکر ہوئی۔ وہ گھبرا کے بار بار سواروں کی صورت دیکھتی تھی اور پریشان ہو جاتی تھی۔ ورجنا صرف خوف کے وقت

بعض اوقات کے لیے بہادر نہ تھی بلکہ ہر وقت اور ہر گھڑی جرأت و بہادری کا امتحان دینے پر تیار رہتی تھی۔

ان سواروں کو دیکھتے ہی اُسے تلوار میان سے کھینچ لی۔ اور اپنی خالہ سے کہا۔ ”آپ گھبرا ئے نہیں کسی کی مجال نہیں کہ ضرر پہنچانے کی غرض سے ایک قدم بھی ہماری طرف آگے بڑھاسکے آپ ان سواروں کو آٹے دیجیے“

یہ سوار قریب پہنچے اور ہجیان لیا کہ عورتیں ہن تو ان کی رفتار میں سستی پیدا ہو گئی گو اب بھی یہ لوگ آگے بڑھے چلے آتے تھے مگر خراجانے کیا بات تھی کہ بار بار پیچھے پھر کے دیکھ لیتے تھے۔ ان سواروں نے عورتوں کے بالکل قریب پہنچ کے گھرائی ہوئی آواز سے عربی میں پوچھا ”تم کون ہو اور یہاں تنہا کیوں پھر رہی ہو“

ورجنا نے (جو کسی قدر عربی سمجھنے لگی تھی) ہم شاہزادہ عزیز کے کیسپ اور قطعہ قیساریہ سے آتے ہیں تم لوگ کون ہو اور کس غرض سے آئے ہو“

ایک سوار نے ہلکو سلطان صلاح الدین نے یافہ سے شاہزادہ عزیز کے پاس بھیجا ہو“ ورجنا نے سلطان یافتہ ہو بیٹھ گئے“

سوار ”ہاں ہو نیگے۔ اور نصاریٰ سے کئی لڑائیاں بھی ہوئیں یہ راستہ تو افحیون سے بالکل صاف گزرتے تھے مگر ابھی ابھی تھوڑی دور یہیں ایک فوج نصاریٰ کی لی تھی۔ ہماری صورت دیکھتے ہی ان لوگوں نے تعاقب کیا ہم بھاگے ہوئے آئے ہیں تم بھی یہاں سے بھاگ دو ورنہ دم بھر میں یہیں آؤ گے۔ یہ کہہ کے منہ پھیر کے پشت کی طرف دھکا اور خوف زدہ ہو کے کہنے لگا ”دیکھو وہ آتے ہیں جلدی بھاگو ورنہ تم بھی گرفتار ہو جاؤ گی“

ورجنا عسائی کی فوج کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ضایع پریشان ہوئی اور ساتھ والوں سے پوچھنے لگی ”اب اس وقت کیا کیا جائے“

سوار نے پوچھنے کا وقت نہیں ہے ہمارے ساتھ آئیے اور جلدی سے قیساریہ میں ہمارے ساتھ جاتے ہیں“

آسیہ نے ہان شہزادی صاحبہ اب سوچنے کا وقت نہیں ہو چلنا ہی مناسب ہو“

یورپین لیڈی ”میری رائے میں تو ہم لوگوں کو ابھی انھوں نے دیکھا نہیں ہے۔ ان سواروں کو مارنے دو اور ہم سب یہاں دوسری گھاٹی میں ہو رہیں اور کسی بہاڑی

میں چھپ جائیں کسی کو پتہ نہیں معلوم ہو گا بلکہ بھاگنے میں اندیشہ ہو گا۔
 ورجنا بدیشک بھی مناسب ہے۔ یہ کہہ کے دونوں عورتوں نے دوسری طرف منہ
 موڑا اور اس مقام کے قریب ہی ایک آڑکے مقام میں چھپ کے کھڑی ہوئیں۔
 افنجی سوار اون دونوں سواروں کا تعاقب کرتے چلے آئی اسکی آوازوں اور
 گھوڑوں کے ہنسنے سے معلوم ہو گیا کہ اب قریب آگئے۔

ورجنا کی خالہ نے اپنے ملک اور اپنے ہم مذہب سواروں کی زیارت کا سیدہ شتیاق
 ظاہر کیا کہ وہ خلافت تھا مگر ورجنا نے اجازت دیدی کہ کسی مخفی مقام سے کھڑی ہو کے
 دیکھ آئے لیکن خوب تاکید کر دی کہ اپنے چھپانے میں خوب احتیاط کرے۔
 یورپین لیڈی اجازت پاتے ہی اپنے مقام سے چلی اور آفا فائنا میں نظر سے
 غائب ہو گئی۔

اسکے چلے جانے کے بعد آسیہ نے کہا: شاہزادی صاحبہ آپ نے غلطی کی جو
 اپنی خالہ جان کو جانے کے کی اجازت دیدی اُنکا کوئی اعتبار نہیں۔
 ورجنا نے ہاں میں بھی سوچ رہی ہوں مگر کیا کروں اُنکے اصرار پر مجھ سے بے مروتی
 کرتے نہ بن پڑا۔

آسیہ نے یہ مروت کا موقع نہ تھا ایسے موقع پر ہر کام کو سوچ سمجھ کے کرنا چاہیے۔
 ورجنا نے اچھا اگر کسی قسم کا خوف ہو تو آؤ ہم تم پر ایسے ہٹ کے اور طنز ہو رہیں۔
 آسیہ نے میرے نزدیک تو بلا سائل اب آپ چل کھڑی ہو جیے۔ یہ باتوں اور شور کا
 وقت نہیں ہے۔

ورجنا نے مگر جاستے ہو کچھ ہوئیں اپنی خالہ جان کی طرف بدگمان نہیں ہوں۔ وہ
 میرے ساتھ دشمنی کر رہی تھی۔

آسیہ نے یہ مذہب کا واسطہ ہے اس میں باپ بیٹے کا بھی اعتبار نہیں۔
 یہ جملہ آسیہ تمام ہی کر چکی تھی کہ یورپین سوار سامنے نظر آئے جنھوں نے پہلے تو ٹھہر کے
 ادھر ادھر نگاہ دوڑائی اور آخر ورجنا اور آسیہ کو دیکھ کے کھڑے بڑھائے۔ ہوت
 آسیہ کا کلیجہ دھڑک رہا تھا اور ورجنا کے حرکات و سکنات سے ایک عجیب قسم کی جیتی جاتی
 اور تحمل کے آثار نمایاں تھے۔ سواروں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کچھ دیر تو وہ ایک سکے

کے عالم میں رہی۔ یکایک اسکا سکوت ایک فوری جوش اور پھرتی کی حرکت سے ٹوٹا۔ گویا ایک بجلی چمک گئی۔ آنکھوں نے جھپک جانے کے بعد دیکھا تو تنگی تلوار ایک جلا دار آئینہ کی طرح اسکے ہاتھ میں چمک رہی تھی۔ حسین قضا اور موت کی مہیب صورت بہت صاف نظر آتی تھی قبل اسکے کہ سوار سر پر پہنچیں ورجنا نے اپنی خادمہ آسیہ کو اپنے پیچھے کیا اور خود تلوار ان کے یاد دہنے الفاظ میں یوں کٹا جائے کہ میرے پر تیار ہو کے کھڑی ہوئی یہ سوار ورجنا کے قریب آئے ٹھہر گئے نہ انھوں نے حملہ کیا اور نہ انکو وار کرنے کی جرأت پڑی۔

سوار کھڑے ہی ہوئے تھے کہ ورجنا کی خالہ سوار دن سے لٹکی اور کہنے لگی: "ورجنا جتنے دنوں تیری قیمت میں مسلمان رہنا تھا رہ چکی۔ اب آئیے عزیزوں میں شامل ہو اپنے دین کو اختیار کر۔ اپنی قوم کا ساتھ دے۔ اگر تو اس وقت توبہ کر گئی تو میں وعیدہ کرتی ہوں کہ وہاں جیلے اپنے بھائی رچرڈ سے تیری خطا معاف کرادو گی اگرچہ وہ تجھ بہت خفا میں کر تو خوف نہ کرو وہ میرے کہنے سے معاف کر دیں گے۔"

ورجنا نے خالہ جان مجھے نہ معلوم تھا کہ تم مجھے اس طرح دغا دو گی حقیقت میں میں نے ہی بڑا کہا کہ آپ کے ساتھ بھلائی کی۔ پھر کچھ خوف نہیں۔ وہ ایک اور ایسا خدا میرے در آپ کے دونوں کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ آپ کی ان دھمکیوں سے میں خدا کو نہ چھوڑ سکتی۔ جیسے ایمان لایا ہے ہوں شاید رچرڈ سے زیادہ میرے دل میں اسکا ڈر ہے۔ دین اسلام سے اب میں منہ نہ موڑ سکتی۔ اور تم کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اگر جان دو گئی تو توجہ دیر۔

یو رہن لیڈ می نے ورجنا تو نے ہمارے دین کو دھوکا دیا اس لیے میرا فرض تھا کہ تیری پشیمانی تو نہ بھگوانا دونوں نے ورجنا کے خراب اسکا ذکر کر دیا جو کچھ ہونا تھا ہوا۔

یو رہن لیڈ می نے اب مصلحت اسی میں ہے کہ بے لڑے تو اپنے سین ہائے خود لہ کر دے۔

ورجنا نے میری زندگی میں تو یہ دشوار ہے کہ کوئی مجھے ہاتھ لگائے گو میں ایک عورت ہوں مگر مسلمان عورت ہوں خدا نے میرے دل کو تمہارے مردوں سے بھی زیادہ بہادر کر دیا ہو۔ ہتھوں کو میں دامن کوہ میں قتل کرو گی اور مر جاؤ گی۔

یورین لیڈی دیکھ میں تجھے سمجھاتی ہوں کہ تو اپنے آپ کو ہماری ہیردگی میں دیرے پتے

ورجنا! خالہ جان یہ تو ہوگا۔ یہ سچی سوار مجھ پر نہیں میری لاش پر قبضہ کر سکیں گے۔ جب یورین لیڈی نے دیکھا کہ کوئی نصیحت ورجنا پر کارگر نہیں ہو سکتی تو اپنے سواروں کو حکم دیا کہ یکبارگی حملہ کر کے ورجنا کو گرفتار کر لیں بغیر اس کے کہ اُس کو کسی قسم کا صدمہ پہونچے۔

نازنین اور نازک اندام ورجنا پر سب سوار ٹوٹ پڑے یہ ظاہر ہے کہ اس نے زندہ گرفتار ہونے کے لیے تلوار نہیں نکالی تھی سورجنا نے دین بارہ سواروں کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔

وہ خود بھی زخمی ہوتی جاتی تھی اور زیادہ جرات کے ساتھ طیش کھا کھا کر تلوار کے وار کرتی جاتی تھی۔ ادھر عیسائیوں کی طرف مقتولین کی تعداد بیس کے قریب پہونچ گئی اور ادھر ورجنا کے پیارے نازک جسم کو بھی تیرہ چودہ زخم پہونچ گئے کہ بہت سا خون بہ گیا۔

ناطقتی اس حد تک پہونچی کہ مہ طلعت ورجنا اپنے لباس کو خون کے رنگ میں رنگ کے گھوڑے کی پیٹھ سے تیور اٹکے گری اور غش آ گیا۔

یورین سواروں نے گو بہت احتیاط کی کہ پیاری ورجنا زخمی نہ ہو مگر کیا کرتے بے زخمی ہوئے وہ اُن کے ہاتھ گرفتار ہی نہیں ہو سکتی تھی کئی سواروں نے ملے ورجنا کو اٹھایا۔ آسہ کو گرفتار کیا۔

یورین سوار ساحل شام کی طرف نہایت عجلت کے ساتھ روانہ ہوئے ان لوگوں کو راستہ بھر قہر رہا کہ کہیں مسلمانوں کا سامنا نہ ہو جائے مگر آخریت تمام سمندر تک پہونچ گئے اور اپنے جہاز پر سوار ہو کے لنگر اٹھا دیا۔

یہ نہیں معلوم کہ یہ جہاز کدھر روانہ ہوئے مگر ابھی تو ساحل کو چھوڑے وہ میرٹھ مغرب کی طرف چلے ہیں۔

ہو اتنے چل رہی تھی اور پھر برے کو نہایت خوبصورتی سے لہرا رہی تھی خدا جانے غریب بیدست و پا ورجنا کے دل پر اُس وقت کیا گذرتی ہوگی۔

تیرھواں باب

جستجو

قلعہ قیسار پر کے عالی شان پھاٹک پر اسلامی جھنڈا اڑ رہا ہے۔ جھنڈے کا سفید پھریرا آسمان پر گھڑے ہوئے سیاہ بر کے نیچے لہا لہا کے نہایت دلچسپ کیفیت دکھا رہا ہے۔ مغربی پہلو کے آسمان پر بر کے چند پھلے ٹھکڑے دن سے آفتاب نمودار ہوا ہے اور سنگی شہری دھوپ اس شاندار پھریرے پر اور بھی لطف پیدا کر رہی ہے پھاٹک میں شاہزادہ عزیز ایک سکوت کے عالم میں منہ دو گھڑا ہوا درخت سے معلوم ہوتا ہے کہ گھڑیوں کے گزر جانے کے ساتھ اسکا انتشار بھی ترقی کرتا جاتا ہے۔

یہ عالی مرتبہ اور شیر دل شاہزادہ اپنے دل میں کہہ رہا ہے۔

”ہاں وہ کہان گئی! کچھ پتہ نہیں چلتا! اسکی تو کہیں جانے کی عادت بھی نہ تھی! حیرت ہو کہ اسکی خادمہ آسیہ اور اسکی خالہ کا بھی پتہ نہیں۔ کہیں دفاتر نہیں کی گئی؟ مگر ایسا نہیں ہو سکتا وہ دل سے اور سچے اعتقاد سے مسلمان ہوئی ہو۔ اگر کوئی مار ڈالے تب بھی دین اسلام کو چھوڑے گی۔ کوئی بات نہیں سمجھ میں آتی۔ آخر پھر کہاں گئی؟ عربی سوار آتے نظر آئے۔ یہ سوار اس شدت سے گھوڑا دوڑاتے آرہے تھے کہ معلوم ہوتا تھا گویا کسی کے خوف سے بھاگے آتے ہیں۔ پھاٹک کے قریب پہنچ کے انھوں نے دم لیا اور ایک مضطرب حرکت شاہزادہ عزیز کو سلام کیا۔ چونکہ بہت تیزی سے گھوڑا دوڑانے کے باعث انکا دم پھول گیا تھا اسوجہ سے سلام کے بعد اوکوئی لفظ زبان سے نکال سکے۔ خاموشی سے گھڑے ہو کے کھینے لگے۔

عزیز ”تم لوگ کہاں سے آتے ہو؟ اور کیوں اسقدر گھبراتے ہو؟“

سوار ”حضور افرنجی ادہ آگئے“

عزیز ”کہاں؟“

سوار ”جنوب کی پہاڑیوں کی طرف اشارہ کر کے“ وہاں“

عزیز ”تم کو دھوکا ہوا ہو گا؟“

سوار ”دھوکا نہیں۔ ہم نے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انکے بہت سے سوار

ہمارے پیچھے دوڑے اور ہم لوگ اپنی جان لے کے بھاگے وہاں سے بھاگے تو یہاں
ہم نے آگے دم لیا۔

عزیز: ”تم لوگ آگے کہاں سے ہو؟“

سوار: ”میں حضور ہم دونوں کو سلطان صلاح الدین نے یافتہ سے یہاں آپ کے پاس بھیجا تو
یافتہ پر سلطان سے اور افرنجیوں سے کئی لڑاکیاں ہوئیں اب یہ معلوم ہوا کہ نصاریٰ کا
قصد عسقلان پر بڑھنے کا ہے۔ احتیاطاً سلطان کچھ فوج یا فہرین چھوڑ کر عسقلان کو تشریف
لے گئے ہیں تاکہ عسقلان کو افرنجیوں کے قبضہ سے بچائیں۔ یافتہ کی فوج میں اگرچہ کئی بہادر اور تجربہ کار
افسر موجود ہیں مگر سلطان نے حکم دیا ہے کہ آپ تشریف لے جائیں کہ اس فوج پر حکمرانی کریں اور
نصاریٰ کو غالب نہ ہونے دیں۔“ ہم قیساریہ کے قریب پہنچ گئے تھے کہ ہمیں افرنجیوں کی
بڑی بھاری جماعت ملی۔ ہم وہاں سے بھاگے اور پہاڑیوں کے اندر ہی اندر آ رہے تھے
ہمیں تین عورتیں گھوڑوں پر سوار تھیں۔ ان عورتوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہی قلعہ سے
نکل کے سیر کی غرض سے گئی ہیں۔ ہم نے اُن سے بھی بھاگنے کو کہا اور فہرین فوج کا حال بیان کیا
وہ عورتیں نہایت پریشان ہوئیں اور انہوں نے ہماری طرح بھاگنے کا قصد کیا مگر
خدا جانے کہ کیا سبب ہوا کہ وہیں رُک گئیں۔ اور ہم مارے خوف کے بھاگے چلے آئے۔
ان عورتوں کا تذکرہ سنکے شاہزادہ عزیز کا دل ایک بتیابی اور جوش کی حرکت سے
دھڑکنے لگا اُس نے اپنے دل میں کہا۔

”یہ عورتیں کون تھیں؟ بیشک میری پیاری ورجنا ہی تھیں۔ اس کے ساتھ ایک
آسیہ ہوگی اور دوسری اُسکی خالہ ہوگی۔ ہاں تو کیا اُسکو مسیحیوں نے گرفتار کر لیا ہوگا وہ
خود سے تو نہیں چلی گئی۔ مگر ایسی راسخ الاعتقاد شاہزادی کی نسبت کبھی نہیں کہاں
ہو سکتا کہ صرف قریب دینے کے لیے مسلمان ہوئی ہو۔ اور اُس سے تو کسی نے مسلمان
ہونے کو کہا بھی نہ تھا وہ تو خود ہی مسلمان ہوئی شاید شاہ رچرٹ کی بہن اسے پھسلا کر یہاں
لے گئی ہو اور وہاں پھنسا دیا ہو۔ مگر اُسے بھی کیا خبر کہ عیسائیوں کی فوج قیساریہ کے قریب
موجود ہے۔ خدا جانے کیا بات ہو مگر ہاں پیاری ورجنا افرنجیوں کے قبضے میں آگئی اور
ہاں اب تو بغیر اُسے بھڑے اور بغیر اپنی بہادری دکھائے گرفتار ہوئی ہوگی۔ ہاں بڑا
غضب ہوا۔ اب کیا ہوگا۔ اگر تھوڑے بہت افرنجی ہو گئے تو اُنکو تو اُس نے

خاک میں ملا دیا ہوگا اور اگر بہت ہوئے تو جانی دیدینے پر آمادہ ہوگئی ہوگی۔ خدا کیسے دشمن زیادہ نہیں۔ (سواروں کی طرف دیکھ کر) کیوں تمہاری نظر میں ازبجوں کی اس قدر فوج ہوگئی۔ سواروں نے حضور یا نسو سواروں سے کم نہو گئے۔ عزیز نے بانسو۔

سواروں نے جی ہاں حضور یا نسو۔ بہت نہیں ہیں۔ عزیز نے بیشک بہت ہیں۔ (دالین) میری درجنا اکیلی ہے اُس کے مقابلہ میں بانسو سوار ختوڑے ہوئے۔ ظالم کہتا ہے بہت نہیں ہیں۔ انسوس اس وقت میں کوئی بندوبست نہیں کر سکتا ہے کیا کروں۔

شاہزادہ عزیز قلعہ میں آیا اور بانسو ترکوں اور عربوں کو ہمراہ لے کر پہاڑوں میں گھسا تمام گھاٹیان اور کل پہاڑیان چھان ڈالیں مگر کسی کا پتہ نہ لگا۔ ایک پہاڑی کے دامن سے مرٹ کے ایک دوسرے پہاڑی کے پہلو میں کیا کو پندرہ بیس لاشیں دکھائی دیں ایک کے قریب گیانوں سے زمین رگٹی ہوئی تھی۔ شاہزادہ کھڑا ہو کر اس مقام کو جریجہ دیکھنے لگا اور سوار لاشوں کے قریب جا جانے غور کرنے لگے کہ کسی میں کچھ جان باقی ہو یا نہیں ایک ایک ایک سوار کی لاش کی طرف اشارہ کر کے چلایا دیکھو یہ زندہ ہو صرف زخمی ہوا ہے۔ لوگوں نے بڑھ کے دیکھا تو واقعی اسیں جان باقی تھی۔ یہ شخص کاری رحم کے صدمے سے ہوش بڑا تھا اور اس قدر جیس و حرکت اور بیدار تھا کہ ساتھ دالے مردہ سمجھ کے چھوڑ گئے تھے عربی سوار کو ششش کرنے لگے کہ کس طرح اسے ہوش میں لائیں۔ تاکہ صلی واقعہ کا کچھ حال معلوم ہو۔ انداز آئین گھنٹہ کے بعد اسے ہوش آیا اور بہت سے عربی اور ترکی سپاہیوں کو اپنے گرد دیکھ کے حیرت کرنے لگا۔

شاہزادہ عزیز نے بڑھ کے لنگو فریکا زبان میں پوچھا تو تم کون ہو اور کس فوج میں تھے۔

زخمی صاحب میں اس مسیحی فوج میں تھا جو آج صبح یہاں قیساریہ کے قریب ایک ضرورت سے آئی تھی۔

عزیز نے کس ضرورت سے وہ فوج یہاں آئی تھی۔ زخمی نے (اپنے دل سے خطاب کر کے) اتو وہ غرض حائل ہی ہوگئی۔ چھپانے سے

کیا قائمہ؟ (شاہزادے سے) صاحب وہ نوح شاہزادی ورجنا کے گرفتار کرنے اور ہمارے بادشاہ رچرڈ کی ہمشیرہ کو چھڑا لے جانے کی غرض سے آئی تھی۔
عزیز: تم کس کے حکم سے آئے ہو اور تمکو کیونکر یقین ہو گیا کہ دونوں شاہزادیوں کو تم نکال کے لے جا سکو گے؟

زمخمی: شاہ رچرڈ کی ہمشیرہ نے اپنی ایک خادۂ کے ذریعہ سے مخفی طور پر یمن اطلاع دی تھی کہ فلان وقت پانسو سی سوار قیساریہ کی پہاڑی میں موجود ہوں ہوسکتا ہوں فرقہ نمونے پائے میں خود بھی آؤ گی اور ورجنا کو بھی پاتوں میں جلا کے لے آؤ گی۔ اس درخواست کے بموجب ہلوگ یافہ سے روانہ ہو کر بیان آئے دیر تک جستجو کرتے رہے آخر اس پہاڑی کے اس طرف ہم لوگ پہنچے تھے کہ ہمارے بادشاہ کی ہمشیرہ ماحیر ہجائے اس آئین اور بیان کیا کہ اپنی تدبیر میں وہ کامیاب ہوئیں شاہزادی ورجنا اسطرح جو تم لوگ چلے گرفتار کر لو یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور ہم نے آتے ہی شاہزادی ورجنا کو گھیر لیا۔ اس موقع پر بادشاہ کی ہمشیرہ صاحبہ نے ورجنا سے کہا کہ وہ دین اسلام سے توبہ کرے اور اپنی قوم میں لجائے اس کے ساتھ ہی رچرڈ سے اٹکی خطامعات کر دینے کا بھی وعدہ کیا مگر ورجنا نے ایک نہ مانی اور اپنے پیامادہ ہو گئی۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ اور تھوڑی دیر میں ہمارے بیس چھیس آدمی گر پڑے۔ میں سب کے آخرین زخمی ہو کر گرا۔ شاہزادی ورجنا بھی آخر بہت زخمی ہوئی۔ اور اس قدر خون بہا کہ منہ کھار کر گری میں اس وقت تک ہوش میں تھا جب لوگ بیہوش شاہزادی ورجنا کو لے جانے کی غرض سے اٹھارے تھے۔

ورجنا کے یہ مصائب اور اسکے سچے استقلال کا حال کے شاہزادہ عزیز سے بالکل صبر نمودار ہوا۔

آنسو بھرائے اور نہایت حسرتناک دل سے ورجنا کی وفاداریوں کو یاد کر کے کچھ دیر ان خیالات میں محو رہنے کے بعد اس زخمی یورپین کی طرف متوجہ ہو کے پوچھا "اب وہ لوگ یہاں سے کہاں گئے ہوں گے؟"

زمخمی: یہاں سے تو جہان پر سوار ہو کے یافہ گئے ہوں گے۔ وہاں پہنچنے کے بعد ہمارے بادشاہ کی جو اسے ہو گی کرے گا۔ چاہے ورجنا کو اپنے پاس رکھے اور چاہے حکم بھیج دے۔

یہ سب حالات دریافت کر کے نہایت حسرت و اندوہ کے ساتھ شاہزادہ عزیز وہاں سے قیساریہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس عیسائی کو بھی ہمراہ لیا کہ شاید کچھ اور حالات معلوم ہوں اب شاہزادہ عزیز میں دراصل اتنی تاب و طاقت نہ تھی کہ اپنے کارنامے چھوڑ کے قیساریہ کو بھی جائے مگر جنگی ضرورتوں نے مجبور کر دیا وہ اپنا سامان و دست کرنے کی غرض سے قیساریہ کے قلعہ میں داخل ہوا۔

جس قدر فوج کی ضرورت معلوم ہوئی قیساریہ میں چھوڑ دی باقی فوج ہمراہ لیکے یا فہ کو روانہ ہوا۔

یہ غنیمت تھا کہ فوجی ضرورت اور سلطانی حکم سے بھی شاہزادہ عزیز کو یا فہ جانا چاہیے تھا ورنہ اگر کہیں اور جا دیکھا حکم ہوتا تو عشق کی کشمکشیں مشکل اجازت دیتیں۔ اب شاہزادہ عزیز قیساریہ سے اڑنے اور مسلمانوں کو لڑانے کی غرض سے نہیں چلا تھا وہ صرف یہ خیال و یمن لیکے روانہ ہوا تھا۔ کہ پیاری ماہ طلعت ورجا کو ظالموں کے پنجے سے چھڑا لاؤں گا۔ اور یا اُسی کی کوشش میں جان سے ہاتھ دھوؤں گا۔

ہمارے ناظرین کو بجز یہ ہو چکا ہے کہ شاہزادہ عزیز بہت اہم اور جہاد کا ہمارا بھی ہے اور اسی کے مطابق مستحقِ مزاج بھی ہو۔ ایک ایسے شخص کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہو جانا نہایت عجیب بات ہے جو نہ کر گذرے تھوڑا ہے۔

جن رفتار اور جن ہول سے اندولن فوجیں روانہ ہوا کہ تیغیں شاہزادہ عزیز نے اُن سب ہول کو توڑ دیا اور اعتدال سے زیادہ سرعت کے ساتھ چلکے یا فہ پہنچ گیا قیساریہ میں مسیحیوں نے یا فہ کا محاصرہ کیا تھا۔ سلطان صلاح الدین نے بیونج کے پہلی لڑائی میں تو شکست دیدی تھی۔ مگر عیسائیوں نے جب دوبارہ شہر علیک سے اور فوج منگاکے مقابل کیا تو مسلمانوں کو شکست ہو گئی تھی۔ عرب لوگ اس لڑائی میں بہت بُری طرح پسپا ہو گئے۔ اور عین اسی شکست کے وقت معلوم ہوا کہ شاہ رچرڈ کا ارادہ ہے کہ یا فہ سے برہم کے سلطان پر قبضہ کرے۔ سلطان اُن دنوں نہایت آباد شہر تھا اہل اسلام کے بہت سے علما اور ہزار ہا دینی عمارت اس شہر میں موجود تھیں سلطان کو خیال ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو اس بے سرو سامانی میں عیسائی لوگ سلطان پر قبضہ کر لیں۔

بجز اسکے اور کوئی تدبیر بن پڑی کہ شاہزادہ عزیز کو قیساریہ سے طلب کر کے یا ذکی ہم میں اپنا قائم مقام کرے اور خود جا کے عسقلان کی حفاظت کرے اسی بنا پر اُسے ملک العزیز کو بذریعہ دو سواروں کے یا ذہ میں پہنچنے کو کہا تھا اور خود عسقلان چلا گیا تھا۔

شاہزادہ عزیز جسوقت یا ذہ میں پہنچا۔ اُسکے دلکی عجیب حالت تھی بتیانی کسی امیر پر قرار نہیں لینے دیتی تھی۔ معشوقہ دلربائی مفارقت اور وہ بھی اس خیال کے ساتھ کہ ہاے وہ نازنین ظالم عیسائیوں کی قید میں ہے۔ خدا جانے اُسکی رنج پر کیا اثر کر رہی تھی بہادری کا خیال اور شاہزادگی کا رکھ رکھاؤ اسکا بھی موقع نہیں دیتا تھا کہ سیوقت دو آنسو بہا کے دل کی بھر اس نکال ڈالے۔

آتش عشق رہ رہ کے سینے میں بھر گئی تھی۔ اور دل سے بخارات اُٹھتے تھے دماغ میں ٹکر کھاتے تھے۔ اور ذاتی بہادری پر تازیانے کا کام دیتے تھے۔ یا ذہ میں ہونچ کے وہ ایک افسردگی کے ساتھ اُس شاہی خیمہ میں گیا جو اُسکے لیے نصب کیا گیا تھا غوڑی زیر تک حسرت و اندوہ کے دریا میں غوطے کھاتا رہا۔ اپنے دل میں کہتا تھا فوس میں زندہ ہوں اور میری نازنین معشوقہ نہیں معلوم کن آفتون میں مبتلا ہے۔ عیسائی اُس کے ساتھ بہت برا سلوک کرتے ہوئے۔ مجھے تو خوف ہے کہ خدا انخواسے اُسکی جان کو کوئی صدمہ نہ پہنچے۔ سنتا ہوں شاہ چرچہ بھی سین یا ذہ میں ہے وہ میں آئی ہوگی پھر میں کس بات کا منتظر ہوں۔ جب ورجنا ہی میرے پہلو میں نہیں تو میں کیوں زندہ موجود ہوں۔ بیشک مجھے نہونا چاہیے۔ میں اسیوقت عیسائیوں پر حملہ کرتا ہوں بس اب لڑائی کا یہی فیصلہ ہوگا کہ یا میں نہیں اور یا میری پیاری ورجنا میرے پاس ہوگی۔

دلین یہ منصوبہ ٹھہرا کے شاہزادہ عزیز خیمہ سے نکلا اور حکم دیا کہ تمام فوج آراستہ ہو جائے۔

دش ہزار فوج یا ذہ پر اہل عرب اور ترکوں کی پہلے سے ٹھہری ہوئی تھی اور چھ ہزار سوار قیساریہ سے شاہزادہ عزیز کے ہمراہ آئے تھے۔ کل ہولم ہزار فوج نور آراستہ ہوئی اور ایک ہی گھنٹہ میں طبل جنگ بجا دیا گیا۔ مسلمانوں کی فوج میں پیادے بالکل نہ تھے۔ سب سوار تھے۔ شاہزادہ عزیز کا ارادہ تھا کہ سہ لائی فوج کے ہمیں حملہ کر کے

یسائیوں پر جا پڑے۔ خیموں کے قریب ہی اپنے اپنے سوار و فوٹو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر حصہ پر ایک ایک افسر کو معین کیا اور کل فوج پر اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ افضل کو حکم ان کیا۔ اس انتظام کے بعد خود صفوں کے آگے ایک چکر لگایا اور آخر پنج میں نیزہ گاڑ کے کھڑا ہو گیا۔ اور کل فوج کی طرف مخاطب ہو کے کہنے لگا۔

”اے برادرانِ مسلمین میں سنتا ہوں مگر مجھے یقین نہیں آتا کہ یا دین ہم کو شکست ہوگی۔ کیا یہ سچ ہے؟ اگر سچ ہے تو ہماری بہادری کے دامن میں دھبہ لگ گیا اور یہ دھبہ جب ہی چھٹے گاجیم ہم سب ملے حملہ کریں اور اس شکست کا معاوضہ اسی یافتہ کی دیواروں کے سامنے کر لیں اسلام کی شرافت اسی میں ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی خالص بہادری دکھا دے ہمارے اداوی برحق فرماتے ہیں۔

”الجنة تحت ضلال السيوف“ (جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے) بیشک ہم اُسی وقت تک شریف ہیں جیتک ہم بہادر ہیں۔ یہ لوگ جو تم سے زیادہ چاہتے ہیں خدا کے بھی دشمن ہیں اور تمہاری شرافت کے بھی دشمن ہیں۔

اے برادرانِ اسلام بڑھو اور ان سب لوگوں کو کاٹ گئے والد۔ غیرت نے مجھ میں اتنا جوش پیدا کر دیا ہے کہ اس وقت میں لڑنے کے لیے تمہارے ساتھ نہیں چلتا ہوں بلکہ جان دینے کے لیے تمہارے ساتھ ہوں۔ اسی سبب سے میں نے شہزادہ افضل کو تم سب پر حکم ان کیا بس اب چلے چلو۔ میرا جوش زیادہ کہنے سے بھی رکتا ہے۔

یہ کمر شاہزادہ عزیز نے نیزہ ہاتھ میں لیا اور سیچون کی طرف چلا مسلمانوں کی فوج کے تین حصے تھے اور یہ قرار لیا گیا تھا کہ گھنٹہ گھنٹہ بھر بعد ہر فوج حملہ کرے ہر حصہ کے افسر کے ہاتھ میں نشان دیا۔ شاہزادہ عزیز کے بڑھتے ہی پہلے نشان کو حرکت ہوئی اور اسکے نیچے والے مسلمان سوار ایک پسنگری کے رعب اپنے نیزوں کو جنبش دیتے چلے نعرۂ اللہ اکر بلند ہوا اور مسیحی لوگ جو پہلے ہی طبل جنگ کی آواز سننے لڑائی کا سامان کرنے لگے تھے انکا شیرازہ حملہ روکنے کی غرض سے صفیں باندھ کے اور دل مضبوط کر کے کھڑے ہو گئے۔ چشم زدن میں دونوں فوجیں مل گئیں۔

مسلمان سواروں نے حملے کی پہلی ضرب میں تو ان لیے لیے نیزوں سے کام لیا جن کو چلتے وقت انھوں نے آڑا کر لیا تھا۔ مگر جب بالکل پاس پہنچ گئے

تو دونوں جانب یک بیک ہر ہر سوار کے سر پر بجلیان چمک گئیں۔ یہ بجلیان بتدائی چمک مین توصاف اور شفاف نظر آئیں۔ مگر دوسری نظر مین غور کیا تو سرخی مائل انھیں اور تدریجاً انکی سرخی ترقی کرتی گئی۔

پورے گھنٹہ بھر بڑی زور شور سے اور نہایت جوش و خروش سے لڑائی ہوتی رہی یکا یک دوسری عربی فوج نے نعرہ تکبیر بلند کر کے حملہ کیا۔ مسیحیوں مین اس فوج کے حملہ سے ایک اضطراب پیدا ہو گیا۔ مگر بڑے استقلال اور نہایت جرأت سے لڑتے رہے میسلانوں کے حملے نے اپنے ریلے مین انھیں اس قدر پیچھے ہٹا دیا کہ اپنے خیموں کے پاس پہنچ گئے تھے اور لڑنے لگے۔

مسیحی لوگ استقلال کا پورا نمونہ بھی نہیں دکھانے پائے تھے کہ عربوں کی تیسری فوج نے حملہ کیا۔ اس فوج کے حملہ کے ساتھ ہی شاہزادہ عزیز نے (اگرچہ پہلے ہی فوج کے ساتھ حملہ کیا تھا) ایک ایسا سخت حملہ کیا کہ یورپین لوگوں کی صفوں کو چیرا اور انکے سپاہیوں کو قتل کرتا ہوا نکلیگا اور مسیحی لشکر گاہ مین پورچ کے ہر ہر خیمہ پر حملہ کرنے لگا۔ بہت سے خیمے گرا دیے اور بہت مین شمشیر زنی کرتا ہوا گھسٹا چلا گیا۔ یہ سب کوششیں وہ پیاری ورنجیلے کر رہا تھا مگر افسوس ہنوز اپنے مقصود مین کامیاب نہ ہونے پایا تھا کہ عیسائی لوگ نہایت بزدلی سے شکست اٹھانے لگے اور دین مسیحی کے بدحواس سپاہی اسی طرف ہو گئے گذرنے لگے جہاں شاہزادہ عزیز بہادری اور عشق دونوں چیزوں کا جوش دکھارہا تھا۔ شاہزادہ عزیز کو یہ حال دیکھ کے اپنی مشتوقہ شیریں ادا کی جستجو سے دست بردار ہونا پڑا۔ وہ بزدل اور مغرور سپاہیوں پر جھک پڑا جو تعاقب کرنے والے عربوں کو قتل بے تحاشا بھاگے چلے آتے تھے۔ شاہزادے کی آبدار تلوار نے سیکڑوں کا خون بہا دیا آخر جن لوگوں کی قضا آپکی تھی وہ تو مارے گئے، باقی اپنے خیموں سے جو کچھ لیا گیا لے کے چل کھڑے ہوئے۔

فاتح اور کامیاب مسلمان خوشی خوشی آکے شاہزادہ عزیز سے ملے۔ مگر اسکی صورت پر ناامردی کے آثار کا ہنوز موجود ہونا کیسا اور ترقی کر گئے تھے۔ اُمید نے اُسے پھر ادبھارا اور مسیحی فوج مین جانے کے تلاش کرنے لگا۔ کہ شاید ورنجنا کا بہتہ لگ جائے لیکن بالکل سراغ نہ لگا۔

اگر حورش ورجنا شاہزادہ عزیز کے ہاتھ لگا جاتی تو اچھا ہوتا کیونکہ بابر اور نوجوان شاہزادہ کا جوش اسی لڑائی پر تمام ہو جاتا اور گویا انھیں مسیحیوں کے قتل ہونے کو جو اس لڑائی میں مارے گئے اپنے گزشتہ نقصان کا انتقام تصور کر لیتا۔ مگر افسوس۔ عیسائیوں کے حق میں یہ بہت بُرا ہوا کہ بلند حوصلہ شاہزادہ پیاری ورجنا کے وصال سے ناکام رہا۔ لڑائی سے فراغت ہو چکنے کے بعد اس کا جوش بڑھنا شروع ہوا اور دلی مینابی ترقی کرنے لگی اب شاہزادہ مایوسی کے ساتھ اپنے خیمہ میں گیا اور بیچ کے اپنے دلیمن سوچنے لگا۔ ہاے کیا میں اب پیاری ماہ طلعت ورجنا سے زل سکونگا؟ میں بالکل یقین سمجھ سکتا کہ کیا ہونا ہے۔ کیا خدا کی راہ میں ثواب حاصل کرنے کا نتیجہ خود کشی ہو؟ میری طبیعت اب مجھے اسی بات پر مجبور کرتی ہے۔ ہاے کیا کر دوں۔ اچھا خود کشی ہی کرنا ہی تو ان ظالم عیسائیوں سے خوب اچھی طرح سمجھ لوں گا۔

دلیمن یہ کہہ کر سو اٹھا یا اور ایک عربی افسر سے جو اسکے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا: "تھیں کچھ معلوم ہے کہ کس قدر نصاریٰ آج لڑائی میں گرفتار ہوئے ہیں؟" افسر نے حضور پا پنچر سے کچھ زیادہ مردہین۔ اور تھینا تین ہزار بیچے اور عورتیں ہیں۔" شاہزادہ عزیز نے شاہزادہ افضل نے انکی نسبت ابھی کوئی انتظام تو نہیں کیا؟" افسر نے آنکھوں نے اس امر کو آپ کی مرضی بابر آپ کے حکم پر منحصر رکھا ہے جیسا حکم عمل میں لایا جائے؟"

شاہزادہ عزیز نے اچھا ان سب کو میرے سامنے لا کے حاضر کرو۔" تھوڑی دیر میں وہ سب لا کے حاضر کیے گئے شاہزادہ عزیز نے جیسے سے نکل کے پہلے عورتوں کی طرف رخ کیا۔ تمام عورتیں رو رہی تھیں اور بچے چیخ پیچ کے اپنی مظلومی اور بیکی ظاہر کرتے تھے۔ شاہزادے کے دلیمن بار بار رحمہ کی کا جوش پیدا ہوتا تھا مگر انتقام کا جوش پھر غصہ دلا دیتا تھا۔ ناگمان شاہزادے کی نظر اپنی معشوقہ کی خادمہ سید جاپڑی لیک کے اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور قیدی عورتوں میں سے باہر نکال لایا اور بیتابی مضطرب کے ساتھ حال پوچھنے لگا۔ آسیہ نے ساری سرگشت ابتدا سے انتہا تک بیان کی اور آخر میں کہا: "ہماری شاہزادی گرفتار کر کے بیان بھی گئی۔ شاہ رحہ نے اس کو تھوکی ہے عرصہ میں بڑے بڑے ظلم کیے۔ افسوس بہت بڑے ظلم کیے۔ مجبور کیا ہے کہ دین اسلام

سے باز آئے مگر وہ کسی طرح نہیں مانتی سب طرح کی سختیاں برداشت کرتی ہو مگر اپنے دین سے نہیں باز آتی۔

شاہزادے صاحب آپ اب اسکو نہ دیکھ سکیں گے قبل اسکے کہ آپ اُس تک پہنچیں وہ مر جائیگی۔ جو سختیاں اُس پر ہو رہی ہیں اُنکا خیال کر کے گھڑی بھر بھی اُسکی زندگی کی اُمید نہیں ہو سکتی۔

اسوقت بہت اچھا موقع تھا میں نے بڑی کوشش کی کہ عیسائی لوگ ادسے اپنے ساتھ نہ لیجائے یا نہیں مگر میرا کچھ نہ ور نہ چلا کئی افسر ملے اسے اپنے ساتھ لے گئے اور یہ سب اُسکی خالہ کا کیا ہوا ہو وہ جان بوجھ کر اُسپر ظلم کر رہی ہے۔ دنیا میں کوئی کس اُمید پر کسی کے ساتھ بھلائی کرے۔

عزیز پر آسیہ کی تقریر نے کچھ ایسا اثر کیا کہ بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ شاہزادہ عزیز میں اسوقت اتنی تاب نہ تھی کہ کوئی سوال وجواب کرے مگر اسنے فبر کا پتھر کھینچ کر رکھا اور پوچھنے لگا ”پیاری درجنا کی خالہ کو یہ موقع کیونکر ملا کہ میری دلربا نازنین کو گرفتار کر کے لے گئی؟“ اور جتنا عقلمندی قوت سب باتوں میں اپنی خالہ سے زیادہ ہے۔

آسیہ ”شاہزادے صاحب ہاے یہ اُس مردار ایویا کا کیا ہوا ہو جو (مقدس عیسائی عورتوں کی طرف دیکھ کر اور ایک کی طرف اشارہ کر کے) اُن عورتوں کے پیچھے کھڑی ہے۔ ایویا بڑی بد ذات عورت نکلی جب تک میں قیسا ریہ میں تھی اُسکو اتنا نہ سمجھتی تھی آپ نے تو شاید دیکھا ہو گا۔ وہ خادمہ جو شاہزادی درجنا کی خالہ کے ساتھ تھی۔“

عزیز نے ”ہاں! ہاں! ایہ۔“

آسیہ ”پھر یہ کہ وہی ایویا ایک روز پیشتر سے بھاگ گئی۔ ہم لوگوں نے اُسکا خیال بھی نہ کیا۔ اور وہ اپنی بی بی کی کھائی بڑھائی تھی تھی سیدھی گریزی کیمپ میں پہنچی اور تھوڑی سی موج لے کے قیسا ریہی پہاڑیوں میں آ گئی۔ کئی بدی تو تھی ہی شاہزادی صاحبہ کو انکی خالہ دوسرے دن سیر کے بہانے سے پہاڑیوں میں لے گئیں اور آگے جو کچھ ہوا وہ تو آپکو معلوم ہی ہوا ہو گا۔

عزیز نے غصہ ننگ ہو کے تلوار کھینچی اور ایک سوار کو حکم دیا کہ ایویا کو سامنے لے آئے۔ ایویا کا جرم ایسا نہ تھا کہ شاہزادہ عزیز کے دل سے عافیت کیا جاتا۔ ایک ہی تلوار میں اسکا فیصلہ ہو گیا۔ آسیہ کو شاہزادے نے اپنے خیمہ میں بچو ایدیا اور باقی قیدیوں کا

فیصلہ شاہزادہ افضل پر چھوڑ کے نہایت حسرت و اندوہ اور انتہائی مایوسی کے ساتھ اپنے خیمہ میں جا کے بیٹھ رہا۔

چودھوان باب

گر قار بلا

شاہ رچرڈؒ "ان تو اب کیا کیا جائے۔ مسلمانوں کو دیکھتے ہو جان توڑ توڑ کے لڑ رہے ہیں"

ایک افسرؒ حضور یہ لوگ ہمیشہ سے بڑے لڑنے والے ہیں۔ ہم اپنے ملکوں میں بیٹھے بیٹھے انکا نام سنا کرتے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ کیونکر یہ تمام دنیا پر غالب ہو گئے اب سابقہ لڑنے سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں یہ لوگ بڑی جانفروشی سے لڑتے ہیں۔ مگر حضور آپ کو کچھ فکر نہ کرنا چاہیے۔ مسلمان ہزار بہادری اور جرأت دکھائیں۔ ہم ملک شام میں بڑھتے جائینگے ہمارا قدم بھیجے نہ ہے گا۔

شاہ رچرڈؒ "میں اس فکر میں ہوں کہ اب کیا کروں؟ ہماری قوت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ لڑائی سے زیادہ یہاں کی آب و ہوا ہمارے سپاہیوں کو تھکا دیتی ہو میرا قصد ہے کہ اب جس طرح بن پڑے مسلمانوں سے صلح کروں۔ صلاح الدین مجھے یورپ میں سرحد نہونے دیگا افسوس میں جیسی جاہتا تھا ویسی نیکنامی نہ حاصل کر سکا۔ سردست ازخیمہ نکل کر عسقلان پر جا کے صلاح الدین سے ایک اور مقابلہ کروں۔"

افسرؒ حضور کو نہیں معلوم ہوا۔ عسقلان کو صلاح الدین نے تباہ کر دیا۔

شاہ رچرڈؒ "تباہ تباہ کیوں کر دیا"

افسرؒ عسقلان میں پہنچ کے صلاح الدین نے خیال کیا کہ اس شہر کی حفاظت کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اور اُسے یقین ہو گیا کہ اسپریمچو کا قبضہ ہو جائیگا شہر کے کل اہل الرائے اور عماد سے مشورہ کیا اور یہ رائے قرار پائی کہ اہل عسقلان اور مقامات میں چلے جائیں۔ اور عسقلان تباہ کر کے اس قابل ہی نہ رکھا جائے کہ اسپر قبضہ کر کے مسیحی کوئی فائدہ اٹھا سکیں۔ کل عارتین اور برج مسمار کر دیئے گئے اور اُس کے پتھر سمندر میں پھکوا دیئے گئے۔

شاہ رچرڈؒ بچھا فسوس ہوا کیری وجہ سے شہرتباہ ہوا۔ مگر اب کہ صحر کا قصد کیا جائے؟ وہاں جانا ہی بے سود ہوگا۔

اتنے میں بڑا پادری جو یورپ سے ہمراہ آیا تھا اور بارشاہ رچرڈؒ میں حاضر ہوا بادشاہ نے نہایت ادب سے اس کی تعظیم کی اور مزاج برسی کر کے پوچھنے لگا: دیکھئے ورجنا راہ راست برآئی یا کسی طرح گمراہی برآئی ہوئی ہو۔ فسوس اُسے انگلستان کا نام ڈبو دیا۔ اگر اُسے آپ کی نہ مانی تو سخت تکلیفیں دے کے مار ڈالوں گا۔

پادری: ”حضور! سکو بہت سمجھا یا کسی طرح نہیں مانتی خدا جانے مسلمانوں نے جس کے ذہن کیسی حالت پیدا کر دی ہے کہ سچ بات اُسکی سمجھ ہی میں نہیں آتی۔ اسکا قول ہو کہ مر جاؤنگی مگر دین محمدؐ ہی سے دست بردار نہ ہوئی کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ مرنے کو وہ کیوں آسان جانتی ہے۔“

شاہ رچرڈؒ جب مرنے کی صورت نظر آئے گی اسوقت معلوم ہو جائیگا۔
یہ کہ جس کے شاہ رچرڈؒ نے طیش میں آکے حکم دیا: کہ ورجنا سامنے لائی جائے۔
فوجی مصلح انصر ایک کسمن نازنین کو لے کے جو سر سے پاؤں تک زنجیر دھنیں جلاڑی ہوئی تھی۔ حاضر ہوا اہلے فسوس میں حور و شہر تو سونیکا زیور خوب پھینکا لوہے کے طوق سلاسل پہنائے گئے ہیں۔ مگر حسرت دیکھی کی ادا میں یہ ذرئی زلیو رہی خوب بہار دکھا رہا ہو اب دیکھنا چاہیے کہ زمانہ اسوقت کس رنگ پر ہے۔ رات کا وقت ہو۔ نو بج گئے ہیں اور دس بج چاہتے ہیں۔ آسمان صاف ہے اور چاند بھی پوری روشنی چاروں طرف ڈال رہا ہے۔ ٹکڑی چاندنی اس لہو دوق میدان میں پھیلی ہوئی ہے جہاں انگریزی کیمپ کے خیمہ ایک خوشنما سلسلہ بندی کے ساتھ دوڑ تک چلے گئے ہیں۔ اور دوبر پہاڑ تو نیکی چوٹیاں نظر آ رہی ہیں۔

چاندنی کا سفید فرش نہایت نفاست کے ساتھ بچھا ہوا ہے۔ جیسے جابجا رنگ کے ذرے ماہتاب کی شعاعیں پرٹنے سے جھلک رہے ہیں۔ یہ میدان اپنی حد تک بالکل سنسان ہے۔ جسپر رات کی خموشی اور دلفریب کیفیت پیدا کر رہی ہے۔

اس سکوت کے عالم میں ہوا نہایت آہستہ آہستہ ادھر ادھر خوش خرمیاں کر رہی ہے

اور ان چند آوازوں کو جو تھکے مانعے یورپین سپاہیوں کے خون سے نکلتی ہیں اس سہولیت سے اڑا لجاتی ہے کہ کسی کو خبر مشکل سے ہوتی ہو۔ ہاں کبھی کسی طرف سے صحرائی آواز و طہور کی آوازیں آجاتی ہیں جو چاند کی بہار میں خود بخود چھپا اٹھتے ہیں۔ اور یہ آوازیں چپکے چپکے باتیں کرنے والے سپاہیوں میں ایک شوق کا سکوت پیدا کر دیتی ہیں یہ مقام یافتہ سے دنیامیل مشرق کی طرف ہے۔ عسقلان جانے کا راستہ اسی طرف ہے۔ اور شاہ رچرڈ اس قصد میں ہو کہ یا تو یافتہ یا رملہ پر جا کے مسلمانوں کا مقابلہ کرے جو کلوچ کو یا نہ میں ترک ہو گئی ہے اس لیے رات بسر کرنے کی غرض سے اس پر فضا صحرائین ٹھہر گیا ہے۔

شاہ رچرڈ اپنے خیمہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے۔ چند معزز افسران فوج دہٹے بائیں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ اور بہت سے مسلح افسر اب اسے ہتھ باندھے سامنے کھڑے ہیں صحرائے لقی ودق کی سینری پیش نظر ہے۔ اور شاہ رچرڈ انتظام جنگ پر رائے زنی کرنے کے ساتھ صحرائی دلفریب کیفیت سے بھی لطف اٹھاتا جا تا تھا۔ عین اسی وقت شاہزادہ عزیز کی دلربا پیاری درجنا اپنے مامون شاہ رچرڈ کے سامنے لا کے کھڑکی کو دی گئی شاہزادی درجنا نے رچرڈ کا سامنا ہوتے ہی نظریں کر لی۔ پھر تمام اس پاس کی چیزوں کو مخصوص شاہی خیمہ کو ایک حسرت کی نظر سے دیکھا اور ایک آہ سرد کہنی کی کہا بھی چند روز ہوئے مجھے ان چیزوں پر پورا اختیار تھا تمام افسران فوج جو بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑے تھے ان پر حسرت کی نگاہ ڈالی کہ انیسویں کل یہ تیسے ہزار سپہ آکھوں سے دوڑتے تھے آج میری ہی حق میں موت فرشتے بنے کھڑے ہیں۔ اس بحرناک خیال نے درجنا کے دل میں ایک عجیب اثر ڈالا۔ بچہ جھکی ہوئی پیاری پیاری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے اور دلیں کھٹکتی۔ یہ سب مصیبتیں مجھ کیوں نازل ہوئی ہیں؟ صرف اس لیے کہ میں نے سچا اور مبارک دین محمدی اختیار کیا۔ راستبازی اور حق پسندی نے مجھے اس بلا سے بچا دیا اس کے علاوہ یہ سختیاں چاہتی ہیں کہ میں اپنی جان کے مالک شاہزادہ عزیز کی محبت سے باز آؤں۔ اسے میرے دلربا عزیز یہ دل اب تیرا ہو چکا اسکو کوئی تیرے قبضے سے نہیں نکال سکتا۔ نہ میں اپنے برحق دین سے دست بردار ہوں گی اور نہ شاہزادہ عزیز کی محبت میرے دل سے نکلے گی جو کچھ ہو میں اس بارے میں پورا استقلال دکھاؤں گی۔

شاہ رحر ڈیہ ورجنا۔ کیا تو اب مسلمانوں کا دین بھڑکے گی؟
 ورجنا نے (دل میں) جواب دیا نہ دونوں مگر میں آزادی سے عافیت کے دیتی ہوں
 (آواز) مجھے مسلمانوں کا مذہب سب مذہبوں سے اچھا اور سچا معلوم ہوتا ہے۔
 اُسکی خوبیاں میرے دلیں جم گئیں ہیں۔
 شاہ رحر ڈیہ (غضبناک ہو کر) اے کجخت لڑکی تو جھک مارتی ہو۔ ان ظالموں کے
 دین میں کوئی خوبی نہیں۔ اچھا بتا تیرے نزدیک انہیں کون خوبی ہو؟
 یا درمی صاحب دے حضور اب اس تقریر کا کوئی نتیجہ نہیں سمجھانے میں بیٹے کوئی
 دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ورجنا کسی کے سمجھانے سے نہیں سمجھ سکتی۔
 شاہ رحر ڈیہ اس وقت غصے سے کانپ رہا تھا۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے
 اسے نہایت ہی غصے میں کاہتی ہوئی آواز میں کہا۔

”ہاں ورجنا تو نے ہنگستان کے نام کو داغ لگا دیا۔ تیری ہی لڑکی ہمارے وطن
 میں کبھی پیدا ہوئی ہوگی۔ اپنی قوم اپنے دین اپنے وطن سب کی دشمن تیرا نام بدلتوں بلکہ
 زندگی بھر میرے لیے ایک حسرت کا سامان جمع رکھے گا۔ افسوس تو پیدا ہی ہوئی ہوتی
 اب مجھ میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ تیری مغوس صورت دیکھوں کاش قتل سے زیادہ
 سخت کوئی سزا ہوتی کہ میں تیرے حق میں تجوز کر کے اپنے غم کا بدلہ لیتا۔“

ورجنا۔ مومن جان میں آپ کی نظر میں بہت بڑی گنہگار ہوں مگر آپ چاہو جو سزا دین
 وہ میرے حق میں بھلائی ہوگی۔ قتل ہوتے ہی میں تمام دنیا کی تکلیف سے نجات پا کے
 سیدھی جنت میں داخل ہوئی جتنی سزائیں تجویز ہو سکتی ہیں ان سب سے مجھے حق میں
 بہتر قتل ہی ہو اور آپ یہ بھی یقین کر لیں کہ مجھے کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ اگر تلووار نے
 میرا کام تمام کیا تو میں شہید ہو گئی۔ اور شہید بھی نہیں مرتے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔
 شاہ رحر ڈیہ زندہ رہتے ہیں جسکو ہم قتل کر ڈالیں گے وہ کوئی زندہ رہے گا۔
 یا درمی ”جی ہاں مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے کہ جو جہاد میں مرتا ہے اسکو مردہ
 نہ کہنا چاہیے وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔“

شاہ رحر ڈیہ اب زیادہ باتیں سننے کی مجھے طاقت نہیں اس کجخت لڑکی کیلئے کوئی سزا
 تجویز ہونا چاہیے۔ کیا سزا تجویز کروں؟ میں اپنے دل کو کیونکر خوش کروں اور غصے کا بخار کس طرح

نکالوں۔ ورجنا نے بہت بُرے وقت میں دین مسیحی کو صدمہ پہنچایا اس جرم کی سزا اگر کسی قدر ہو سکتی ہو تو یوں کہ یہ نہایت سخت تکلیفوں اور بے انتہا ذلتوں کے ساتھ قتل کیجائے صرف قتل ہی کر کے ہمارا دل نہ ٹھنڈا ہوگا۔ حکم دیا جائے کہ اس وقت سے اس کو لے پڑنا شروع ہوں میں روز تک برابر کوڑے لگائے جائیں اور تیسرے روز جلتی ہوئی بھول میں مگر تک دفن کیجائے اور لوہا گرم کر کے جا بجا جسم داغا جائے۔ اگر اسپر بھی زندہ رہے تو آگ جلائی جائے اور اسکی بوٹیاں کاٹ کاٹ کر آسین ڈالی جائیں۔ اور اس جرم کے مقابل میں یہ سزا بہت کم ہے مگر کیا کیا جائے۔

اس سزا کا حال سن کے افسران فوج کے دل کانپ اٹھے ورجنا نے نہایت صبر و استقلال سے اپنی سزا کو سنا اور خاموش کھڑی رہی۔ شاہ رچرڈ نے مجبورہ سزا سنا کر ورجنا سے پوچھا۔

دیکھو یہ سزا تمہیں منظور ہے ؟

جسکے جواب میں پرورش ورجنا نے ایک آہ کھینچی جو حکم آپ دین بخوشی خاطر منظور ہو ایک افسر حضور میری رائے میں ورجنا کے بائیں یہ امر مناسب ہو کہ جنگ حضور وادھر جنگ و جدال میں مصروف رہیں انکو ادھر تک نہ بھیج دیجئے جسوقت تک آپ ان لوگوں سے فراغت کر کے وہاں پہنچیں انکے لیے کوئی روزانہ سزا مقرر کر دیجئے کیا عجب ہو کہ اس عرصہ میں سزا پاتے پاتے یہ اپنے ان خیالات سے باز آئیں اور اپنا دین مسیحی پھر اختیار کر لیں۔

یاد رہی مجھے ورجنا سے ہرگز امید نہیں کہ اپنی جہالت سے دست بردار ہو۔ دوسرا افسر یہ نہیں یہ بہت مناسب ہے کہ سر دست یہ حکم میں بھیج دی جائے اور حضور یہاں سرگرمی دکھائے عقلمان کی ہم سے جلد فارع ہو جائیں۔ عقلمان کے بعد صرف بیت المقدس کا فتح کرنا باقی رہ جائے گا۔ جسکو ہم فوراً اپنے قبضہ میں کر لیں گے۔ صلاح الدین ہزار کوشش کرے کہ جب ہماری پیش قدمیوں میں سیلاب عظیم کی طرح بڑھیں گی اس کے بنائے کچھ نہ بنے گا۔

شاہ رچرڈ نے رائے تو مجھے بھی یہی مناسب معلوم ہوتی ہو مگر کیا کمون جی نہیں چاہتا کہ ورجنا کی ایسی ایمان فروش لڑکی کے ساتھ اس قسم کی رعایت کر دیں۔ تمہارے کہنے سے میں اس پر رحم کرنا ہوں۔ کل صبح کچھ رات رہے سے یہ حکم کی جانب

روانہ کر دی جائے مگر نہایت ہوشیار اور چالاک سپاہی اسکے ہمراہ جائیں۔ کیونکہ ایک تو یہ خود جانے کی تدبیر کر لگی دوسرے مسلمان بھی اسکے لیے کوئی کوشش اٹھانہ رکھیں گے۔ افسر (دست بستہ) مسلمانوں کی اتنی مجال نہیں کہ عکے سے ہمارے قیدی کو نکال بچائیں خدا نے چاہا تو حراست کا پورا اور سخت اہتمام رہے گا۔ اور اس ہوشیاری سے گذشتہ کیجائیگی کہ پرنده پر نہ مار سکے۔

شاہ رچرڈ نے اچھا اب درجن کل عکے کو روانہ کی جائیگی اور تم بھی اسکے ہمراہ جاؤ خوب ہوشیاری سے لیجانا اور کوشش کرنا کہ مسلمانوں کے جہاز کہیں قریب نہ آنے پائیں وہاں عکے میں جب تک میں نہ آؤں ورجنا کو معمولاً سزا دیجیا کرے کہ روز پچاس کوڑے لگائے جائیں۔

افسر (سر نیاز جھکا کر) بہت بہتر۔ شاہ رچرڈ نے اچھا اب بتاؤ کہ کل ہماری فوج کس طرف کا قصد کرے۔ دوسرا افسر (حضور یہاں سے قریب مسلمانوں کی تھوڑی سی فوج یقیم ہوا گھنٹہ کو ان لوگوں کے قلع قع کا سامان کر دیا جائے تو نہایت مناسب ہو گا۔

شاہ رچرڈ نے یہاں قریب کہیں مسلمانوں کی فوج ہے۔ خیر کل دیکھا جائے گا۔ مگر میں یہ سوچتا ہوں کہ اب کدھر کا ارادہ کروں عثمان کا ارادہ تھا اسکو صلاح الدین نے منہدم اور تباہ کر دیا (کچھ سوچ کر) اب یہاں سے ہمیں رملہ پر جانا چاہیے۔ وہ بھی ایک آباد شہر ہے اور زیادہ خوبی یہ ہے کہ ساحل پر واقع ہے۔ ہنگو باد سواحل میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑنا چاہیے۔ اگرچہ اسوقت تک عکے پر ہمارا مستقل قبضہ رہا ہے مگر چند روز میں اگر خدا نے مدد کی تو ہم کل سواحل شام پر حکمران ہو جائیں گے۔ بہتر تو کل ایک کام کیا جائے میں پانسو سواروں کو ہمراہ لے کے ان لوگوں کے مقابلہ کو جاؤنگا۔ جو یہاں سے قریب ٹھہرے ہوئے ہیں اور تم سب لوگ فوج کو لے کے رملہ کی طرف روانہ ہو۔ شام کے قریب ان مسلمانوں کی ٹھکنی کر کے خود بھی تسے لجاؤنگا۔ سب افسر تھیں اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہیں ہے۔

یہ کہہ کے شاہ رچرڈ اپنے خیمہ میں گیا۔

ورجنا اپنے حراست کرنے والوں کے ساتھ اس خیمہ کو چلی جس میں وہ قید تھی

اور تمام افسر اپنے اپنے ذود گاہ کو روانہ ہوئے۔

پندرہواں باب

پھنس تو گئے تھے مگر خوب بچے

صبح ہوئی اور تاریکی بخوبی دفع ہونے پائی تھی کہ برجِ ڈشیر دل اپنی فوج کے پاس سوار ہون کو نیکے انگریزی فوج سے پیدا ہوا۔ باقی فوج ریل کی جانب روانہ ہوئی اور کچھ سوار مع ایک ہوشیار افسر کے درجنا کو لیکر ساحلِ بحر کی طرف اُس مقام کو پہلے جہان پور میں جہازوں کا لنگر گاہ تھا شاہِ رچر ڈ اپنے سواروں کے ساتھ کچھ آگے بڑھا اور اپنے سپاہیوں سے کہنے لگا: بڑی خوشی کا مقام ہو کہ چند مسلمان کو لٹکے جنگو جاتے ہی تم اپنی تلواروں کا لقمہ بنا دو گے ہماری تلواریں اسوقت بولوں کو دکھا دیں گی کہ وہ کس عمدگی سے چلتی ہیں۔

یہ سمجھ لو کہ اسوقت تم لڑائی کو نہیں چلتے بلکہ شکار کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ ہر دم عمدہ کہنے مشق شکار یوں کی طرح ایک بیک اُن لوگوں پر جا پڑینگے اور انکو اتنی بھی مہلت دینگے کہ وہ بھاگ کے اپنی جان بچا سکیں میں نے سنا ہو صلاح الدین نے قسم کھائی ہو کہ جو سچی اُسکے بچے میں گرفتار ہوگا اسکو قتل کر ڈالے گا۔ اُسی کی قسم اسوقت میں مسلمانوں پر پوری کرونگا صلاح الدین کو یا کسی اور مسلمان کو اس سرزمین پر حکومت کرنے کا کیا حق ہے؟ یہاں ہولی ورجنا کا مرقداور خدا کے بیٹے حضرت مسیح کا مشہد ہو جن پر ہم ایمان لائے ہیں مسیح کے دوستوں اور نیز ایمان لانے والوں کے سوا کوئی اس زمین کا مالک نہیں ہو سکتا۔

کل سواروں نے متفق اللفظ کہا

”بے شک ہمارے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو یہاں کی حکومت کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ ہم پورے جوش سے اُن غاصبوں کا مقابلہ کرینگے جو ہمیں ہمارا حق چھیننا چاہتے ہیں اور اُن مسلمانوں کو بالکل ناپید کر دینگے۔ اور پہلے ہی تمہیں دکھا دیں گے کہ دینِ مسیحی کی سبھی اور برحق ہے۔“

اب اسوقت آفتاب نکل آیا تھا۔ زرد زرد شعاعیں یورپین سواروں کے اسلحہ اٹلی خوشنور دیوں۔ رنگین جھنڈوں اور نیزوں کے پھلون پر چمکے لیکن اس فوجی تحریک صیفین

اس وقت شام کے ایک لقی ووق صحرا میں نہایت عمدہ کیفیت دکھارہی تھیں۔ سامنے کچھ پہاڑیاں تھیں جن پر اتنی صبح کی سنہری دھوپ نہایت خوبصورت رنگ آمیزی کر دی تھیں یہ صفیں ان پہاڑیوں سے رفتہ رفتہ قریب ہوتی جاتی تھیں اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا جس فوج کے مقابلہ کو یہ لوگ جارہے ہیں وہ ان پہاڑیوں ہی پر ہر پہاڑیوں کے بعض نشیمن اور گھاٹیوں میں چند عرب نظر آئے جو دور سے گھرے انگریزی فوج کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور یہ صفیں جیسے ہی پہاڑیوں کے دامن میں پہنچیں غائب ہو گئے۔

ان پہاڑیوں کی آڑ میں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا اور وہاں ترکوں کی کچھ فوج مقیم تھی سلطان صلاح الدین نے عسقلان تباہ کر کے قصد کیا کہ خود بیت المقدس میں جا کے قیام کرے چونکہ ان سب لڑائیوں کا اصلی مرتع بیت المقدس تھا اس سے سلطان کو مناسب معلوم ہوا کہ اطمینان کے ساتھ وہاں کی قلعہ بندی اور مضبوط کر لے جائے وہ خود تو اس خیال سے بیت المقدس کو روانہ ہوا اور شاہزادہ عزیز اور شاہزادہ افضل دونوں کو یافہ ہی بہت سی ترکی و عربی فوج کی سرگرمی میں چھوڑ دیا جائے۔

یافہ میں شاہزادہ عزیز کو پوری فتح حاصل ہو چکی تھی مگر عیسائیوں کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ ابھی تک یہ بھی نہیں معلوم ہوئے یا تھا کہ شاہ رچرڈ نے عسقلان کا ارادہ فتح کر کے کدھر کا رخ کیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ یافہ کی فوج کو غرضہ تک یافہ ہی میں قیام پذیر رہنا پڑا۔

ملک الافضل اپنی فوج کے یانسو سوار بھراہ لے کے یافہ سے اُس گاؤں میں آیا جہاں سے کفریح اسلام کے لیے رسد فراہم کر لی گئی۔ دور و دراز وہ یہیں مقیم تھا۔ شاہزادہ عزیز رسد میں مشغول تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ یانسو پورین فوج یہاں پہاڑیوں میں اُس کے مقابلے کو آئی ہے۔ چونکہ اس کے ہمارے بھی پورے یانسو سوار تھے اسے بالکل تنہا نہیں نہ ہوئی اور ارادہ کیا کہ پہاڑیوں سے نکل کے کھلے میدان میں یورپین لوگوں کا مقابلہ کرے۔ مگر سب زاپنی فوج کو مرتب نہ کر چکا تھا کہ خبر پہنچی عیسائی لوگ پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے پہلا ارادہ اسے فسخ کر دیا اور گھاٹی کے راستے سے اپنی فوج کو پہاڑی کی چوٹی پر چڑھا دیا گیا مسلمانوں نے پہاڑی کے اوپر صفت بندی کی۔ اور مصری نشان ہوا میں اڑنے لگے ظاہر کیا کہ وہ بھی مقابلہ کو آمادہ ہیں۔ شاہزادہ افضل اپنی فوج کے آگے گھڑا ہوا اور کلمات

رجو کہ کہہ کے اپنے ہمراہیوں کا دل بڑھانے لگا۔

عیسائیوں نے مسلمانوں کو بہاڑی پر دیکھا تو کسی قدر شوش ہوئے کہ مقابلہ برابر کا نہیں کیونکہ وہ تو مسلمانوں کی زد پر ہیں اور ان کا حملہ مسلمانوں کو بہت کم نقصان پہونچا سکتا ہے شاہ رچرڈ یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ ان کی کس طور پر شروع کی جائے کہ مسلمانوں کی سبقت کی اور زور سے تیر بڑھانا شروع کر دیے۔

عیسائیوں نے بھی تیزی سے جواب دیا مگر ان کا تیر مسلمانوں پر تیز لان کا رگزن نہیں ہو سکتا تھا رچرڈ نے آخر خوب غور کر کے یہ ترکیب نکالی کہ اپنے سواروں کو بھی گھائیوں میں لیجا کے بہاڑی کے پہلوؤں سے اوپر چڑھنے کا قصد کیا اور مین فوج مسلمانوں کے تیروں کا جواب دیتی ہوئی بہاڑیوں کے بائیں پہلو کی طرف بڑھی چند منٹ میں وہ لوگ مسلمانوں کی نظر سے غائب ہو گئے اور گھائیوں میں ہو کے اُس گانوں پر پہونچے جس میں مسلمانوں نے کچھ رسد فراہم کی تھی اور کچھ فراہم ہو رہی تھی۔ عیسائیوں نے اُس گانوں کو لوٹ لیا اور جو کچھ سامان رسد فراہم ہو چکا تھا سب اپنے قبضہ میں کیا۔

شاہزادہ افضل کے ہمراہیوں نے مسیحیوں کو اس وقت دیکھا جب گانوں کو لوٹ رہے تھے جب تک گھائیوں میں رہے اس وقت تک نہ نظر آئے۔ مگر جیسے ہی وہ گانوں میں پہونچے مسلمانوں نے ان کو دیکھا کیونکہ گاؤں پہاڑی کی بلندی سے صاف نظر آتا تھا یہ دیکھ کر شاہزادہ افضل نہایت متروہ ہوا اور اُس کے ہمراہی مسلمان بھی یورپین لوگوں کی اس چالاکی پر حیرت کرنے لگے۔

شاہزادہ افضل نے اب مجبوراً بہاڑی سے اوڑھ نیکاراواہ کیا اُسے اور اُس کے ہمراہیوں نے ایک بیک زور سے غعرؤ نکیر مارا اور حملہ کر کے جلدی عکدی بہاڑی کے بائیں پہلو پر اترنے لگے نیکیر کی آواز نے شاہ رچرڈ کو ہوشیار کر دیا۔ اُس نے اپنے تمام بہاڑیوں کو فراہم کر کے صفت بندی کی۔ جو لوگ لوٹا تو قتل غارت میں مشغول تھے رہنے تاخیر نہ کر رہے تھے۔ شاہزادہ افضل کے ہمراہیوں نے نہایت غلٹ سے کام لیا اور صرف آدھ گھنٹہ کی مدت میں بہاڑی کی چڑھائی طے کر کے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ اس وقت دونوں جانب برابر قوت تھی۔ ہاں عیسائیوں نے گانوں والوں کو قتل کر کے ذرا اپنے ہاتھ پاؤں جلا لاک

کر رکھے تھے اور خون کے زیادہ پیاسے ہو گئے تھے۔ مسلمان برابر بڑھتے چلے گئے۔ اور جانفروشی کے لیے انتہا جوش میں عیسائیوں پر جا پڑے عیسائیوں کی جانب سے جواب بھی اُسی دلیری سے دیا گیا جس دلیری سے مسلمانوں نے حملہ کیا تھا۔

جس جگہ یہ لڑائی ہو رہی تھی نہایت خراب جگہ تھی زمین بالکل غیر سطح تھی پھر کی چھوٹی چھوٹی مختلف جٹا میں جا بجا پڑی ہوئی تھیں اور سواروں کی گرد آوری دروازہ دیکر میں مڑھتی ہوئی تھیں۔ اکثر گھوڑے ٹھوکر لے لے کے گر پڑتے اور بہت جواغزو دن نے یوں ہی بے بسی سے گرے اور لڑکین کھا کے جان دی۔ شاہ رچرڈ اپنی فوج کو ادبھار کے لڑا رہا تھا اور ملک الافضل اپنے جانبازوں کو تازہ جوش دلا دلا کے حملے کرتا تھا۔ برابر دو گھنٹہ دونوں فوجوں میں تلوار چلا کی اور کسی طرف شکست کے آثار نہ نمایاں ہوئے۔ لڑائی بالکل ایک حالت پر پھری ہوئی تھی۔ دونوں جانب کے جری بہادر سپاہی قدم چائے کھڑے تھے اور مخالفوں کو ایک قدم آگے بڑھنے کا موقعہ نہیں دیتے تھے۔

مسلمانوں نے اس مدت میں کئی مرتبہ جوش و خروش سے ٹیکر کی اور گویا ہر مرتبہ حملہ کو از سر نو شروع کیا۔ مگر خود شاہ رچرڈ کی افسری عیسائیوں کو برابر جوش دلا دلا کے آگے بڑھا دیتی تھی۔ اہل اسلام چاہتے تھے کہ جس طرح ہو سکے عیسائیوں کو پسپا کر کے پناہ مان رسد واپس کر لیں مگر ایسے شخص کا مقابلہ نہ تھا کہ یہ مقصد آسانی حاصل ہو جاتا آخر شاہ رچرڈ نے فیصلہ جنگ بچا کے حملہ کر دیا۔ آواز طبل بہاڑیوں میں گونجنے لگی جس سے مسلمانوں کے دل میں سیجیوں کی کیفیت بہت بڑھ گئی۔ اور اس طبل کی آواز کے ساتھ بہاڑیوں کے درون میں زور سے حملہ کیا۔ بظاہر سب مسلمان اس حملہ کی تاب نہ لاسکے شاہزادہ افضل نے غصہ بہت روکا اور مسلمان سپاہی اُسکے روکے نہڑک سکے سب کے قدم اکھڑ گئے اور بہاڑیوں کی گھائیوں کی طرف بھاگے شاہزادہ افضل بھی مسلمان سپاہیوں کے ساتھ بہاڑیوں کے درون میں کھسا اور عیسائیوں نے نہایت سختی اور تیزی سے اُسکا تعاقب کیا۔ جب عرب لوگ برابر درون میں بھاگتے چلے گئے۔ آخر ایک میدان میں پہونچے جسکو چاروں طرف اونچی اونچی پہاڑیاں گھیرے ہوئے تھیں مسیحی لوگ بھی مسلمانوں کا تعاقب کرتے ہوئے اُس محصور مقام میں داخل ہوئے شاہ رچرڈ نے حکم دیا کہ کل مسلمان اُسی میدان میں گھیر کر قتل کر ڈالے جائیں۔ ادھر پور میں سواروں نے حملہ کیا اور ادھر ترک

دعہ بڑی تیزی اور جوش کے ساتھ پلٹ پڑے۔ یہ حملہ عمر ایسان شاہزادہ افضل نے
اس سختی سے کیا تھا کہ مسیحیوں میں اضطراب پیدا ہو گیا اور وہ پھر اگھر کے عربی سواروں کی جالا کی
تاشہ دیکھنے لگے تھوڑی دیر میں سارے تین سو یورپین کا کام تمام ہو گیا اور صرف ڈیڑھ سو
سوار رہ گئے جو اپنے بادشاہ کے ساتھ جان بازی کا امتحان لے سکتے تھے مسلمانوں کی طرف
تین سو چونسٹھ سوار باقی تھے جنکو یقین تھا کہ اگلے تو جہ سے مسیحیوں کو مغلوب کر دیں گے۔
اسوقت شاہزادہ افضل نے اپنے سواروں کو پھر کے اُس رخ پر کر دیا جہرے اُس
میدان میں آئینا راستہ تھا۔ اس تدبیر سے عیسائی لوگ بالکل محصور ہو گئے۔ اور
مسلمانوں نے چاروں طرف گھیر کے قتل کرنا شروع کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر شاہ رچڑ کو نہایت
تشویش ہوئی پہلے تو اسے دل بڑھا بڑھا کے اپنی فوج والوں کو لڑانا شروع کیا اور جب دیکھا کہ یہ
تدبیر زرا بھی کارگر نہیں ہو سکتی تو اس فکر میں ہوا کہ کسی طرح اپنے سواروں کو اس محصور مقام
نکال لیجائے اور موقع دیکھ کے سیدھا ریل میں ہو کر جان بے انتہا یورپین فوج موجود۔
شاہ رچڑ نے نکلنے کی ہزار باتدبیریں کیں مگر مسلمانوں نے کسی طرح سے توقع نہ دیا اب
رچڑ کے ساتھیوں میں سے اور بھی بہت سے نذر اہل سوچکے تھے صرف ستر سوار باقی
تھے جو اپنے بادشاہ کے گرد جھے ہوئے مسلمانوں کا مقابلہ کر رہے تھے شاہزادہ افضل
بڑھ کے آگے گیا اور کہنے لگا۔

دعا سے کا فو اور شرک نصرانیوں اب تمکو بھی یقین ہو گیا ہوگا۔ کہ اسلام نے تم کو
مغلوب کر لیا اب زندگی چاہتے ہو تو ہتھیار رکھ دو جس کے جواب میں شاہ رچڑ نے کہا
ہم لوگ بڑے جان فروش ہیں اور بڑے بہادر ہیں۔ جب تک ہم میں کا ایک شخص بھی زندہ
ہے یہ ذلت نہ گوارا ہوگی کہ ہم اسلحہ تمہارے سپرد کر دیں۔

مسلمانوں نے قتل و خون کے کاموں میں اب زیادہ مستحری دکھانا شروع کر دی
شاہ رچڑ حقیقت میں بڑا جری اور نہایت درجہ بہادر تھا اپنی جانب کی یہ آخری حالت
دیکھ کے اپنے سواروں کے جھرمٹ سے نکلا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ اسے دین
ٹھان لی تھی کہ اب سفر ہو سکتا ہے تو یوں کہ خود حملہ کر دے یا تو مار ڈالا جاؤں اور یا
مسلمان کے سردار شاہزادہ افضل کو قتل کر ڈالوں۔ اسوقت اسے اسی ارادے سے
حملہ کیا تھا حملہ کرتے ہی وہ تیر کی طرح سیدھا چلا اور سیدھا مسلمانوں کے جھنڈے کے

قریب پہنچ گئے اور وہ کیا کہ شاہزادہ افضل پر حملہ کرے اسکا یہ قصد اکثر مسلمان سرداران فوج سمجھ گئے اور سمجھوں نے اسپر ہجوم کر کے چاروں طرف سے وار کرنا شروع کر دیے۔ بہت سے مسلمان سواروں کو اپنے اوپر وار کرتے دیکھ کر وہ گھبرا گیا اتنے میں کسی مسلمان نے کند ڈال کے اُسے گرفتار کر لیا۔

اگر غور سے دیکھیے تو رطائی اسی وقت تمام ہو گئی تھی مگر افسوس مسلمان لوگوں کو اسکا گمان بھی نہ تھا کہ یہ خود شاہ رچڑ ہے۔

تمام عیسائیوں نے جب دیکھا کہ شاہ رچڑ مسلمانوں کے ہجوم میں غائب ہو گیا تھوڑی دیر تک تو متحکماً اور تشویش میں رہے اور جب دیکھا کہ بادشاہ کا پتہ ہی نہیں لگتا اور مسلمان سوار باقی ماندہ مسیحوں کا فیصلہ ہی کیے دیتے ہیں تو نہایت مایوس ہو گئے ایک بیک اُنکے دلیمن اسقدر خوف پیدا ہوا کہ سمجھوں نے چلا چلا کے پیادہ مانگنا شروع کر دی اور اسلحہ پھینکنے لگے فوراً شاہزادہ افضل نے خونی موقوف کی تلوار میں بیان میں کین اور نیزے کندھوں پر رکھ لیے اور قیدیوں کا شمار کیا جانے لگا۔ کل چھتیس قیدی تھے جنھوں نے تیغ عربی جان بچا کے اپنے آپ کو شاہزادہ افضل کی احیت میں دیا۔ یہ سب لوگ گرفتار کر لیے گئے اور غریب سپاہیوں نے سامان رسد از سر نو فراہم کیا اور جو کچھ غلہ وغیرہ ہم پہنچ سکا اُسکو آدھنوں اور چرخوں پر لاد کے ہمارے شاہزادہ افضل یا نہ کی جانب روانہ ہوئے۔

ابھی یہ لوگ تین ہی چار میل گئے ہوئے کہ شاہزادہ عزیز سے ملاقات ہوئی جسے یا نہ میں یورپین لوگوں کی خبر سن چکی اور دہزار سوار ہمراہ لیکے اپنے بھائی شاہزادہ افضل کی اعانت کو روانہ ہوا تھا۔ ملک الافضل نہایت ادب کے اپنے بھائی سے ملا اور تمام حالات بیان کیے اور اُن چھتیس قیدیوں کو معہ شاہ رچڑ پیش کرنا چاہا۔

عزیز نے اُن قیدیوں کو میرے سامنے لانے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب اُسی میدان میں قتل کر ڈالے جائیں۔ اباجان ہنہ قسم کھائی کہ جو کوئی اُنکے ہاتھوں گرفتار ہو گا اسے قتل کر ڈالیں گے۔ میں اُنکی قسم پوری کر نی چاہیے۔

افضل ”میری بھی یہی رائے ہے کہ یہ سب قتل کر ڈالے جائیں۔“ ایک سر کی افسردہ مگر حضور یہ لوگ اپنی طرف فدیہ کرنا چاہیں تو اُسکا لے لینا

قتل کرنے سے زیادہ مناسب ہو گا ۱۰

عزیز زمین ان کافروں سے ہم سرگزند یہ زمین گے یہ جہان تک قتل کیے جائیں اچھا ہو
افضل ۱۱ علاوہ برین فدیہ دیتا ہی کون ہو جس قدر روپیہ ہم چاہیں گے اس قدر ان کے
ادا کیے ہرگز ادا ہو سکے گا ۱۲

عزیز زمین ہکو فدیہ کی ضرورت نہیں ۱۳

اسی قدر گفتگو کی نوبت آتی تھی کہ سامنے سے گردوغبار ہوئی لوگ نظر اٹھا کے
اُدھر دیکھنے لگے یہ گرد و قریب ہوتی آتی تھی آخر زمان گرد جاکس ہوا اور یورپین فوج نظر
آئی یہ فوج اپنے پہلاؤ سے بہت زیادہ معلوم ہوتی تھی مگر اصل میں کم تھی۔ لوگ چرت
و استعجاب دیکھنے لگے اور آمادہ ہو گئے کہ پھر دانگی اور سپہگری کے جوہر دکھائیں شاید
مسلمانوں میں یہ فوج بہت خوف پیدا کرتی مگر شاہنوازہ عزیزہ دو ہزار سواروں سے
آچکا تھا اس لیے ان کے دل پر کسی قسم کا رعب نہیں طاری ہوا۔

میسجی لوگ جب سامنے آئے تو ان میں سے ایک شخص باہر نکلا دو نو لطف صفت بندی
ہو چکی تھی یہ شخص دونوں طرف کی صفوں کے بیچ میں کھڑا ہو گیا اور مسلمانوں کی طرف
خطاب کر کے کہنے لگا۔

”اے اہل اسلام اگرچہ اکثر مقامات میں تم کامیاب ہو گئے۔ مگر یہ نہ سمجھو کہ تم نے
ہمیں زیر کر لیا ہو۔ ہماری فوجیں جیونیو کی طرح میٹھا رہیں جو فوج سرزمین شام میں ہو وہی
کافی ہوگی اور اگر ضرورت ہوگی تو ہم اپنے ملک یورپ اور فوج منگوا لیں گے یہ جان لو کہ
سارے یورپ اس وقت مذہب کے لیے جان دیدینے پر آمادہ بیٹھا ہو۔ ہماری ہر روز کی کارروائیوں
کو تمام سرزمین یورپ کے لوگ نہایت شوق سے سنتے ہیں اور بہت بڑا جوش و خروش ظاہر
کرتے ہیں اسکے سوا تم سے ہماری دور کوئی غرض نہیں کہ ہوئی کرا لیں ہمارے سپرد کردو
ہوئی سٹی پر ہماری حکومت رہنے دو اور اس وقت ہم صرف اس غرض سے آئے ہیں کہ
ہمارے قیدی ہمارے حوالہ کر دو اگر تم اس امر میں ہماری درخواست کو مانتو رکرو گے

۱۴ مقدس صلیب بھی جب کی نسبت عیسائیوں کو یقین تھا کہ خود حضرت عیسیٰ کو اس پر سولی ہوئی ۱۵

۱۶ مقدس شہر یعنی بیت المقدس ۱۷

کیونکہ ہمیں یقین ہو کہ تم ان سب کو قتل کر ڈالو گے تم نے ہمارے بہت آدمی قتل کیے اور اب ہمیں اتنی تاب نہیں کہ اپنے ہوطنوں کو قتل ہوتے دیکھیں ہم لوگ تم سے بہرہ بجا کہتے ہیں کہ یہ قیدی ہمارے سپرد کر دو۔
یہ سنتے ہی شاہزادہ عزیز طیش گھا کے نکلا اور اپنی صفوں کے آگے نیزہ زمین پر کاڑ کے کہنے لگا۔

”اے گروہ فرنگ ہم وہ لوگ نہیں ہیں کہ تمہارے دباؤ میں آجائیں۔ اسلام ہرگز نہیں مغلوب ہوئی والا ہو۔ تمہارے یہ قیدی ہمارے ہاتھ سے ہرگز نہیں نجات پاسکتے شاید تھوڑی ہی دیر میں تم بھی انھیں کے پاس ہو گے۔“
عیسائی نے تو کیا یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تم مجھے فدیہ لینا اور ہمارے حوالہ کر دو۔ تمہارا دین اسکی اجازت دیتا ہو۔ تم جس قدر مانگو ہم دینے کو موجود ہیں۔
عزیز نے شاہزادہ افضل کی طرف دیکھ کے کہا۔

”اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہو؟ میں تو ناپسند کرتا ہوں۔“
افضل نے بھائی صاحب۔ فدیہ لے لیجیے۔ آج کل روپیہ کی ضرورت بھی ہو اور یہ روپیہ دینے پر آمادہ ہیں۔ انکے ہزاروں آدمی قتل کر چکے ہیں یہ سینتیس آدمی قتل کیے تو کیا اور نہ قتل کیے تو کیا۔“
عزیز نے مجھے خیال ہو کہ اباجان کے خلاف ہو گا۔
افضل نے اسے میں کمدونگا۔“

عزیز نے (دملین) افسوس میری پیاری درجنا خدا جانے کس حال میں ہو اور اگر اسے درخواست کی جائے کہ اسکو ان قیدیوں کے عوض میں ہمارے سپرد کر دیں تو میری مراد برائے مگر اباجان کے نزدیک اس سے میری بزدلی اور عشرت پسندی ظاہر ہوگی۔ اچھا اسکے لیے میں خود کوئی بندوبست کر دنگا آج جا سو سو تک زبانی مجھے اسقدر معلوم ہوا ہو کہ وہ عکہ روانہ کر دی گئی۔ مجھے وہاں جانا پڑ گیا۔ (بہ آواز) اچھا یہی سہی میں انکو فدیہ لیکے چھوڑ دنگا۔ (نصرانی سے) اپنے ہوطنوں کی طرف سے کیا فدیہ ادا کر سکتے ہو۔

عیسائی نے آپ کو کچھ کہیے ہمیں منظور ہے۔“
عزیز نے تمہیں ان سب کی طرف سے دس لاکھ روپیہ دینا ہو گا۔“

عیسائی ” (کسی قدر تامل کر کے) ہم اسکو بھی منظور کرتے ہیں مگر آپ کو بھی اتنی مہلت دینا ہوگی کہ ہم انکو لے کے ریلوے تک پہنچ جائیں۔“
 عین زینہ بیشک اگر تم دن لا کھ رو پیہ ادا کرو گے تو تمہیں اس قدر مہلت مل جائیگی۔“
 یہ سنی کے وہ عیسائی اپنی فوج میں پلٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چند مسیحی افسروں نے آکر زینہ ادا کر دیا اور اپنے قیدیوں کو لے کے خوش خوش فوج میں واپس گئے یورپین سواروں نے اُسی وقت کو بیچ کین اور بہ اطمینان ریلوے میں پہنچ گئے۔“
 ان لوگوں کے جا چکنے کے بعد مسلمان جاسوسوں نے آکے نہایت افسوس سے کہا۔
 ”وہ قیدیوں کو چھوڑ دینا بہت بڑی غلطی ہوئی۔ کیونکہ خود شاہ رجب و قید ہو گیا تھا اور اسکو قید کر کے گویا تم نے پورے طور پر مسیحیوں کو زک بیدی تھی۔ مگر زندگی بھی ہاتھ میں آکے نکل گیا۔“

افضل و بیشک بڑی غلطی ہوئی اور ہم سب کو اب جان کے سامنے نام ہونا پڑ گیا۔“

سوٹھوان باب

مردے از عیب بردن آید و کار سے بلند
 کچھ دن چڑھا ہوا ایک سن رسیدہ یورپین ایک یلگین مکان میں داخل ہوا یہ مکان نہایت خوبصورت بنا ہوا تھا اور اُسکی حالت بتا رہی تھی کہ قدیم عمارت ہر بیچ میں ایک مربع صحن ہوا اور دھڑ دھڑ خوش قطع کمرے ہیں اور سامنے اونچا صدر کا بال ہوا صدر کے کمرے کی کرسی بہت مرتفع ہو اور کئی زینے چڑھ کے اُس میں داخل ہونا پڑتا ہو صحن میں چالیس سپاہی در دیان پہنے ننگی تلواریں ہاتھ میں لیے ٹھل رہے ہیں یہ شخص جیسے ہی اس مکان میں داخل ہوا سب سپاہیوں نے برابر کھڑے ہو کے فوجی قاعدے سے سلام کیا۔

افسر ”کوئی آیا تو نہ تھا۔“

ایک ”موجود کوئی نہیں کسی کی مجال ہے کہ کوئی یہاں تک آسکے۔ ہم لوگ شب و روز ہر وقت ننگی تلواریں لیے ٹھلا کرتے ہیں۔ یہ پرندہ تو پر نہیں مار سکتا۔“
 افسر آگے بڑھا اور زینوں پر چڑھ گئے صدر مکان میں داخل ہوا۔ کراہنے کی آواز کان

میں آئی۔ آواز کی طرف دیکھا تو شاہزادی ورجنا ایک کونے میں دیوار سے تکیہ لگائے
غش میں پڑی ہے۔ سر سے پانوں تک زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہو۔ لمبے لمبے ہتھوڑے بال
شانوں پر بکھرے ہوئے ہیں اور کامل بیجان کے نیچے لوہے کی آبدار زنجیر جھلک رہی ہو
آنکھیں بند ہیں۔ رخساروں پر مصیبت و حسرت کی زردی چھائی ہے نازک خشک
ہونٹوں سے کراہنے کی آواز آرہی ہے۔

بیتاب و ناتوان ایک پہلو پر پڑی ہوئی ہے نہ نیچے کچھ بچھا ہے کہ نرم و نازک بدن پر
سنگ خار کے فرشِ ہمدرد نہ پونچے نہ کوئی چادر پڑی ہوئی ہو۔ کہ کھینچنے کے ستارے
سے بچے جو خون آلودہ کرتے پڑا آگے تھکتی ہیں۔ تمام کرتے پر جا بجا خون اور پیک دھبے
پڑے ہوئے ہیں افسرِ قریب جا کے کچھ دیر تک ساکت کھڑا رہا۔ یہ حالت دیکھ کے اسکی
آنکھوں میں آنسو بھرائے اور دل ہی دلیں اسکی حسرتناک حالت پر افسوس کرنے لگا۔ آخر
اُس نے رومال جب تکال کے آنسو پونچھے اور ذرا اونچی آواز سے پکارنے لگا۔ شاہزادی جانا
شاہزادی صاحبہ!! شاہزادی صاحبہ!!!

ورجنا نے یہ آواز سن کے آنکھیں کھول دیں اور حسرت کے ساتھ افسرِ کی طرف دیکھ کے
ارادہ کیا کہ کروٹ بدلے مگر زنجیروں میں جکڑے ہونے کے باعث نہ بدل سکی۔

افسر!! شاہزادی صاحبہ!!

ورجنا نے (ناتوانی کے اوج میں) میں شاہزادی نہیں ہوں۔ میں لونڈیوں بدتر ہوں
اس لقب سے مجھے نہ یاد کرو!!

افسر!! مجھے آپ کے حال پر حیرت و ترس آتا ہے زندگی بھر کسی پر نہیں آیا۔ مگر سب
مصیبتیں آپ نے خود اپنے سر لی ہیں کوئی کیا کرے بادشاہ کے حکم کے خلاف ہم نہیں
کر سکتے اور آپ اپنی ضد سے باز نہیں آئیں!!

ورجنا!! اب تو جس خدا پر ایمان لائی ہوں اُسی کی راہ میں جان دوں گی اس میں چاہے
کسی ہی تکلیف میں ہوں!!

افسر!! اگر دل نہ مانے تو صرف زبانی دینِ مسیحی کا اقرار کر لیجیے اس بارے تو نجات ملے
مجھ سے یہ آپ کی تکلیف اور کسی دیکھی نہیں جاتی!!

ورجنا!! وہ نہیں میں خدا کو دھوکا نہ دوں گی مجھے ایسی صلاح نہ دو ہاے افسوس تو

یہ سب سے کہ میرے پیارے عزیز نے بھی میری خبر نہ لی۔ اسے میری مفارقت میں اُٹھو
کیونکہ صبر آگیا۔ خیر خدا کی مرضی ہے تو یہی سی۔

افسران شاہزادی صاحبہ آپ خدا کے بیٹے کو چھوڑ دیا یہ آپ پر اسی کا غضب نازل ہوا ہے
اب بھی اپنے گناہوں سے توبہ کیجیے۔ آپ کو مسلمانوں کا دین کیونکر بھلا معلوم ہوا۔

ورجنا: اب تو اس دین میں داخل ہو چکی۔ محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر
ایمان لا چکی۔

افسران: تو یہ کیسے۔ ظالم قوم کے سردار کو آپ نبی کہتی ہیں۔
ورجنا: مجھے ان باتوں کے سننے کی تاب نہیں۔ تم جس کام کو آئے ہو اسکو بیان کرو۔

افسران: میں شاہی حکم کی تعمیل کو آیا ہوں جو روزانہ سزا آپ کے لیے مقرر کی گئی ہو
آج ابھی اسکی تعمیل نہیں ہوئی۔

ورجنا: پھر دیکھ کس بات کی ہو۔ اسے خدا تو مجھے موت کیون نہیں دیتا تمام زخم
پک گئے ہیں روزانہ کھڑے پڑنے میں سب طرح کی تکلیف ہوتی ہے۔ جانیں نکلتی
مگر ہر حال میں شاکر ہوں۔

افسران: ایک طرف گیا اور ایک کوڑا اٹھا لایا۔ اسکے بعد اپنے صحن کی طرف اشارہ کر کے
ایک سپاہی کو بلایا۔ وہ سپاہی آیا اور ورجنا کو کونے سے اٹھا کے بیچ میں ڈال دیا۔

ورجنا کی نسبت شاہ رچرڈ نے حکم دیا تھا کہ روزانہ پچاس کوڑے لگائے جائیں
اور یہ افسر روزانہ اسی وقت اس حکم کی تعمیل کے لیے آیا کرتا تھا۔ پیاری نازک اندام ورجنا

سرنگوں لٹائی گئی اور اسکی پیٹھ پر کوڑے بڑا شروع ہوئے پیٹھ پر کوڑوں کی پکڑوں
نشان بنے ہوئے تھے جنہیں پیپ بھرائی تھی۔ اور زخم روزانہ تازہ کر دیے
جاتے تھے۔

ورجنا کی پیٹھ سے خون بہنا شروع ہوا مگر ظالم افسر نے اپنا ہاتھ نہ روکا جب تک
پورے پچاس کوڑے نہ لگائے۔

ورجنا نے اس سختی کو نہایت استقلال سے برداشت کیا اسوقت اسکے ہونٹوں سے
وہ کہنے کی آواز بھی موقوف ہو گئی جو پہلے آرہی تھی جب زیادہ تکلیف ہوتی تھی

ورجنا ہونٹھ دانتوں کے نیچے دبا کے اور منہ کو خوب کوشش سے بند کر کے ضبط کرتی تھی

افسر نے کوڑے لگانے سے فراغت کر کے دیکھا تو ورجنا اپنے ہوش میں نہ تھی۔ زیادہ تکلیف اور صدمے نے افسر غش کی حالت طاری کر دی تھی جھک کے نبض دیکھی بڑی مشکل سے نبض کا پتہ لگا۔ کیونکہ ورجنا کی امیدوں کی طرح بھی ادھر اُدھر پھرتی پھرتی تھی۔

افسر اور اُس سپاہی نے ملکر پھر ورجنا کو اُسی کونے میں لٹا دیا مگر وہ اپنے ہوش میں نہ تھی آنکھیں پھرائی ہوئی تھیں۔ نازک نازک خساروں پر جلگاہ صدمے سے کچھ کچھ پسینہ آگیا تھا اُتھ باؤن ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر خود افسر کا دل بھرا آیا اور سپاہی کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

”وہاں یہ ظلم بھی میرے ہی ہاتھوں سے ہونا تھا کیا شاہ رجر ڈ کو اس کام کے لیے کوئی اور افسر نہیں مل سکتا تھا۔ بجخت مر بھی نہیں جاتی مجھے کب تک یہ ظالمانہ کام کرنا پڑے گا۔“

سپاہی ”حضور آپ کے ساتھ ہم کو بھی یہ ظلم دیکھنا پڑتا ہے۔ ہم میں اب اسکی بالکل طاقت نہیں ہے روز ہم یہ ظلم دیکھتے ہیں اور خون کے آنسوؤں سے روتے ہیں اگر ہمارا زور چلتا تو ہم شاہزادی کو چھڑا دیتے۔“

افسر ”کیمن ایسا غضب نہ کرنا بادشاہ کے مزاج کو جانتے ہو کس قدر سخت واقع ہوا ہو تم سب کو اور تمہارے ساتھ مجھے بھی قتل کر ڈالے گا۔“

سپاہی ”اسی خوف سے تو ہم سے یہ جرات نہو سکی ورنہ کیا ہم اب تک درگزر کرتے۔“

افسر ”اچھا اب میں جانتا ہوں خبردار یہاں کوئی آنے نہ پائے بادشاہ کا حکم ہے کہ کوئی یورپین شخص بھی اس مقام میں نہ گزر سکے۔“

سپاہی اور افسر دونوں کمرے سے باہر نکلے سپاہی اپنے ساتھیوں میں ملگیا اور افسر اس مکان سے نکل کے باہر چلا۔

یہ یورپین افسر شہرِ عک کی ایک سڑک پر جا رہا ہے اور ولین کہتا جاتا ہوں یہ کیا ذلیل کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ میں ایک فوجی آدمی ہوں میرا کام تھا کہ میدان میں جا کے مسلمانوں کا مقابلہ کرتا۔ یہ نہیں کہ غلاموں اور یکسو پر ظلم کیا کروں۔ دیکھیے اس مصیبت سے کس روز نجات ملتی ہو اگر بادشاہ چاہے تو اسے اس مزاج کے بھی بہت افسر مل جائیں گے

جکی اس ظالمانہ کارروائیوں میں دلچسپی ہوگی۔ مگر میں اس طبیعت کا آدمی نہیں ہوں
آواز آئی ”ہیو مسٹر جارج“ اس افسر کا نام جارج تھا جارج نے نظر اٹھا کے دیکھا تو
ایک اوریو برین افسر نظر آیا۔

یہ افسر شاہ رچرڈ سے پہلے سرزمین شام میں داخل ہو چکا تھا اور یہاں زیادہ مہینے
کی وجہ سے کسی قدر عربی بھی بولنے لگا تھا۔ اسکا اصل وطن فرانس تھا اور ایک پیدل
فوج میں کپتان کے عہدے پر مامور تھا۔

جارج ”کہاں سے آتے ہو؟“
”شخص“ پادری صاحب کے پاس سے آتا ہوں آجکل تو ہم لوگ یہاں بیکار ہیں
نہ کچھ کام ہے نہ کاج ہی بیکار ادھر ادھر کی خاک اڑایا کرتے ہیں“
جارج ”غیبت سمجھو“

جوزف ”غیبت کیا سمجھیں اہم سپاہی لوگ ہیں لڑنا اور مرنے کا کام ہے بیکار بیٹھنے
کو تو ہم ہر ریمت میں سمجھ سکتے“

جارج ”میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ کہتا ہوں کہ خوش ہو یہاں عہدہ میں کوئی ایسی
خدمت تھا جسے سپرد نہیں کی گئی کہ زندگی سوناں روح ہو جاتی“

جوزف ”یہاں ایسی کون خدمت ہو سکتی ہے“
جارج ”میرا کام ایسا دہیات ہو کہ زندگی سے عاجز آ گیا ہوں“

جوزف ”کیا کام تھا جسے سپرد ہے مجھے نہیں معلوم“
جارج ”شہزادی ورجنا کی شہزادی میرے سپرد کی گئی ہے روز بانا غریب پاس کوڑے

لگانے پڑتے ہیں۔ شہزادی کی سیکیسی اور مظلومی دیکھ کے آنکھوں میں خون کے آنسو بھر جاتا
ہوں مگر کچھ نہیں کر سکتا ہوں“

جوزف ”ورجنا بھی تو بہت بڑا جرم کیا مسلمانوں سے ملے مسلمان ہو گئی“
جارج ”یہ سب میں جانتا ہوں مگر ایسی نازنین اور صابر عورت کو کوڑے لگانا

کسی بڑے ہی سنگدل کا کام ہے“
جوزف ”اچھا کوئی ترکیب کر دو کہ وہ راہ راست پر آجائے آج اپنا قدیم مذہب بھلا

کر لے تو پھر اسکے لیے وہی راحت اور عشرت کے سامان فراہم ہو جائیں“

جارج دبیسی ہوتا تو رونا کا ہے کا تھا۔ افسوس وہ تو کسی طرح انتی ہی نہیں ۛ
جوزف ۛ ابھی پادری صاحب کے یہاں ایک شام کے مسیحی شخص سے ملاقات ہوئی تھو
دعویٰ ہے کہ مسلمانوں کا چاہے کتنا ہی بڑا عالم شخص ہو اُس سے تسلیم کر ادونگا کہ دین
عیسوی برحق ہے ۛ

جارج ۛ اور سب تسلیم کریں گے مگر درجنا تسلیم کرے گی ۛ
جوزف ۛ اُس سے لیجا کے بحث تو کراؤ شاید مان جائے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ سیکرٹون
مسلمان اُس سے بحث کر کے عیسائی ہو گئے اور گفٹگو سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا
لا ابق شخص ہے ۛ

جارج ۛ تمہیں اُس پر بڑا اعتماد ہے ایسا نہ کہ کوئی اور شخص ہوا اور ادھر ادھر لوگوں
کہتا پھرے اگر شاہ رچرڈ کو معلوم ہو گیا کہ میں اُسے درجنا کے پاس لے گیا تھا تو میری
جان کا دشمن ہو جائیگا ۛ

جوزف ۛ نہیں وہ کسی سے نہ بیان کریگا۔ سمجھا دیا جائیگا۔ اور اگر اُس نے درجنا کو قائل کیا
تو خود کی جگہ نہیں ہو معلوم بھی ہوگا تو بادشاہ سے خوش ہوگا ۛ

جارج ۛ مگر مجھے یقین نہیں کہ درجنا مان لے اُسکے مزاج میں بڑی فند ہے۔ اچھا خیر
میں اُس شخص کو لیجاؤنگا۔ اس وقت میں گھر چلتا ہوں تم تھوڑی دیر کے بعد اُسے میرے
پاس لے آؤ تکلیف تو ہوگی مگر اس کام میں مسیح تم سے خوش بھی ہو گئے ۛ

جوزف ۛ تم چلو میں ابھی لیے آتا ہوں۔ اون صاحب کے دعویٰ کا بھی حال معلوم
ہو جائیگا ۛ

جارج اسکے بعد جوزف سے رخصت ہوا اور سیدھا اپنے مکان پر آیا اور جنا کی بیسی اور اُسکے
ساتھ اسکا ضبط اُسکے دلبر کچھ ایسا اثر کر گیا تھا کہ گھر میں آنے کے بعد اگر چہ ادھر ادھر
اپنا دل بہلاتا رہا مگر افسردگی اور غم کے آثار اُسکے چہرے سے ظاہر تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد جوزف اُس شخص کو ہمراہ لیے ہوئے آیا جسکا وعدہ کر گیا تھا یہ
ایک نوع شخص تھا۔ شام کے عیسائیوں کی وضع تھی اور عربی فرانسیسی دونوں
زبانوں میں نہایت فصاحت سے گفتگو کر سکتا تھا۔

جارج ۛ آپ کا اسم شریف کیا ہے ۛ

شخص ”مجھے لوگ یو شمع کہتے ہیں“۔

جارج ”آپ کا وطن یہیں ہو۔ ملک شام کے کس شہر میں آپ کا مکان ہے“۔
 یو شمع ”مکان تو طائریں تھا مگر اب خاندان برباد ہوئے مسلمانوں نے سب گھر بار لوٹ لیا
 میری زندگی مذہبی مناظرہ میں زیادہ گزری ہے۔ مسلمان لوگ ایک تو یونہی مجھ سے برہم
 تھے اندون لڑائی نے انھیں اور اشتعال دلایا۔ میرا گھر بار سب لوٹ لیا گیا اور
 میں نے بھاگ کے یہاں اپنی جان بچائی“۔

جوزف ”خیر ان باتوں میں افسوس کے سوا کیا حاصل ہو ہم لوگوں کو آپ ایک پوشیدہ
 اور نہایت فروری کام لینا ہے۔ آپ کو دعویٰ ہو کہ آپ ہر شخص کو تسلیم کر اے سکتے
 ہیں کہ دین مسیحی برحق اور سچا ہے“۔

یو شمع ”ہاں مجھے دعویٰ ہے“۔

جوزف ”مگر اس کام کے بیان کرنے سے پیشتر ہم آپ سے وعدہ لینا چاہتے ہیں کہ
 آپ اُسکو رائے سمجھ کے اپنے ہی تک رکھیں اور کسی پر ظاہر نہ کریں“۔

یو شمع ”میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کیا راز ہو مگر وعدہ کرتا ہوں کہ کسی سے نہ بیان کروں گا“۔
 جوزف ”آپ کو معلوم ہو گا کہ ہمارے بادشاہ شیردل شاہ رچرڈ کی بھانجی دینا مسلمانوں کے
 جال میں پھنس گئی انھوں نے اُسکو کچھ ایسا بھکا دیا کہ اب ہزار تدریر میں کیجائیں اپنے
 مسیحی دین کو قبول نہیں کرتی وہ یہیں حکم میں ہو بادشاہ کے حکم سے روز اُسپر پچاس
 کوڑے پڑتے ہیں اور ہر طرح کی تکلیف دی جاتی ہے لیکن وہ دین اسلام سے توبہ نہیں
 کرتی اگر آپ اتنا احسان کریں کہ قائل معقول کر کے دین مسیحی کی خوبیاں اُسکے دل میں
 مرتب کر دیں تو ہم نہایت ممنون ہونگے“۔

یو شمع ”تو اس میں راز کی کون بات ہے“۔

جارج ”راز یہ ہو کہ اگر اُسے خدا کے بیٹے کا دین اختیار کر لیا تو کیا کہنا ہو۔ ہم آپ کو
 بادشاہ سے بھی ملا دینگے اور اگر آپ کی نصیحتوں نے اُسکے دل پر اثر کیا اور یہ بات بادشاہ
 کے کان تک پہنچ گئی اور آپ کی دہان تک رسائی ہو گئی تو ہم لوگوں کے خون کا
 پیاسا ہونا یگانگہ“۔

یو شمع ”میں نہیں مین کسی سے ذکر نہ کروں گا اور مجھے تو یقین ہے کہ وہ دین اسلام

چھوڑ دے گی لیکن یہ شرط ہے کہ کچھ سمجھا ہو۔
جوزف نے آپ سمجھا رکھتے ہیں حضرت وہ بڑی عالمہ فاضلہ ہو کون علم ہے حسین
اسکو بخوبی دخل نہیں۔

یوشع نے توین ذمہ کرتا ہوں کہ بہت جلد اپنے خیالات سے توبہ کرے گی۔
جارج نے اچھا تو تکلیف کر کے آپ کل صبح کو میرے پاس آجائیے اسوقت میں روز
جایا کرتا ہوں۔ کل آپ کو ہمراہ لیچلوں گا۔
یوشع نے بہتر کل میں آپ کے ہمراہ چلوں گا۔

یہ کہہ کے جوزف اور یوشع جارج سے رخصت ہو کر چلے گئے۔ دوسرے روز یوشع تڑکے
ہی جارج کے ان پہنچا۔ یوشع نے کچھ ایسا اصرار کیا کہ جارج بہ نسبت معمول کے سویرے ہی
شاپنازدی ورجنا کے قید خانہ کو روانہ ہوا راستہ میں یوشع نے کہا ”مگر ایک شرط ہو آپ
ذرا تھوڑی دیر کے لیے دوسرے کمرے میں رہیے گا۔ میں شہزادی سے تنہا ملنے دیکھوں گا
کہ اُنکے اصلی خیالات کیا ہیں آپ کے ہونے میں خرابی ہوگی وہ سمجھے گی دباؤ ڈال کر قائل
کرانے آئے ہیں۔ اور شاید گفتگو ہی نہ کرے۔“

جارج نے اور میں ہوں گا تو وہ اپنے اصلی خیالات ظاہر نہ کرے گی۔
یوشع نے آپکا کام ہو اُسپر ظلم اور زیادتی کر نیکا اگر میرے ساتھ آپ کو دیکھے گی تو ایک
قسم کا دباؤ پڑ جائیگا۔ اور وہ اپنے اصلی خیالات نہ ظاہر کرے گی میں آئیو زیادہ تکلیف
نہ دوں گا صرف ایک گھڑی بھراؤ کسی دوسرے کمرے میں توقف کرنا ہوگا۔
جارج نے خیر اس میں کیا مضائقہ ہے۔ میں باہر صحن میں سپاہیوں سے کھڑا باتیں کیا
کرؤں گا آپ اندر چلے جائیے گا۔

یہی باتیں کرتے ہوئے دونوں۔ بلاکش ورجنا کے قید خانہ میں پہنچے۔ حسب قاعدہ
سپاہیوں نے جارج کی سلامی کی۔ یوشع سبقت کر کے صدر کمرے میں گیا اور افسر باہر
کھڑا ہو کے سپاہیوں سے کچھ پوچھنے لگا۔

جارج نے ”شاپنازدی ورجنا آج رات کو کیسی رہی۔“
سپاہی نے ”مفتور ہم کو تو دہان تک جانے کی مانعت ہو۔ مگر اتنا جانتے ہیں کہ رات بھر
بیٹاب ہو ہو کے کرا رہے اور رورو کے دعا کہنے کو آواز دے رہی۔“

جارج دہاں رات کو بڑی تکلیف رہتی ہوگی۔ کیونکہ مٹوا ہمدون اور مرضوں کا قاعدہ ہو کہ رات کو نرتی کر جا کر تے ہیں۔
سپاہی دیکھ کر عرض میں کیا جاتا کہ کتنی بڑی سنگدلی کا کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔
جارج دیکھ سے زیادہ۔

یوشع نے سامنے آ کے اشارے سے بلایا جارج ایک کے کمرے میں ہو رہا اور جاتے ہی پوچھنے لگا دیکھئے آپ کی نصیحتوں نے کچھ اثر کیا۔

یوشع نصیحتیں کسپراٹر کرین بڑی دیر میں تو ورجنا کو ہوش آیا ہوا، بیجاری کو اتنا دماغ کمان کہ اس حالت میں کسی امر پر غور کرین مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ شاہزادی صاحبہ کا یہ حال ہی نہیں تو جواب دینے کی بھی طاقت نہیں؛ ورجنا کی طرف دیکھ کر اور بڑا اونچی آواز سے شاہزادی صاحبہ آپ نے افسوس عقل سے کام نہ لیا اور اپنے ہاتھوں خود بلا میں پھنس گئیں۔

ورجنا اب تو پھنس گئی اور خدا کے سامنے کے سوا اور کہیں ان ظلموں کا بدلہ نہیں چاہتی ہوں۔

یوشع دین اسلام میں آپ نے کیا خیال پائیں جو اسکی ایسی دلدادہ ہیں۔
ورجنا ہے ہیں میں ہزاروں غویاں ہیں اور مجھ میں ایک بیان کرنے کی بھی طاقت نہیں۔
یوشع (رجا سے) ان میں کچھ قوت ہو تو بحث کریں۔ آپ دیکھتے ہیں یہ بحث کے قابل ہیں۔

جارج پھر کیا کیا جائے۔

یوشع اگر یہ ممکن ہو کہ چند روز کے لیے انکی سزا موقوف کر دی جائے اور انکے زخموں کا علاج ہو تو البتہ وہ غرض حاصل ہو سکتی ہے جسکے لیے آپ مجھے لائے ہیں۔

جارج یہ کیونکر ممکن ہو؛ بادشاہ کے حکم کی مخالفت کرنے کی کون جرات کر سکتا ہو۔
یوشع پھر میں مجبور ہوں۔

جارج دیکھا ایک بات جو یہ سپاہی تو میرے اختیار میں ہیں آپ اخفا سے راز کا وعدہ کریں تو ممکن ہے کہ میں کچھ روز سزا موقوف رکھوں۔

یوشع میری طرف آپ خاطر جمع رکھیں مگر بیان کوئی اور تو نہیں آتا ہے۔

جارج یہ نہیں میرے سوا یہاں کوئی نہیں آسکتا۔ قطعی مانعت ہو اور اپنی سزا قیض
موقوف ہو جائیگی مگر علاج کا کیا بندوبست ہوگا۔ میں کسی ڈاکٹر کو نہ لا سکتا ہوں
اور نہ آنے دوں گا۔

یو شیع ”آپ اسکی فکر نہ کیجیے۔“

جارج ”کیوں نہ کیا کسی اپنے دوست کو لائیے گا۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔“

یو شیع ”میں خود اس امر میں پورا کام کر سکتا ہوں میں نے ڈاکٹری کے فن کو بہت
محنت سے حاصل کیا ہے۔ اور خصوص جراحی کے کام کو بہت اچھی طرح کر سکتا ہوں
بلکہ وعدہ کرتا ہوں کہ پانچ چھ روز میں بالکل اچھا کر دوں گا۔“

جارج ”یہ خوب بات ہو مگر آپ کو یہاں رہنا ہوگا۔ میں اسکی اجازت نہیں دے سکتا
کہ آپ روز آئیں جائیں۔ یہاں آدمی موجود ہیں۔ آپ جو دوا یا جو چیز منگوائیں گے
فوراً تمنا کی اس طرح جب تک شہزادی صاحبہ اچھی ہوں آپ یہاں رہیں۔“

یو شیع ”اس سے مجھے انکار نہیں ہے مگر سپاہیوں کو حکم دیدیا جائے کہ میری اطاعت کریں
اور میں یہاں شہزادی صاحبہ کے قریب ہی رہوں گا۔ فسوس انکا کوئی تیار داجی نہیں
سب کام مجھی کو کرنا پڑیگا مگر اس میں فائدہ بھی یہ ہوگا کہ اتنے دنوں کی محبت میں
انکے اعتقاد ٹھیک کرالوں گا۔“

جارج ”بہتر تو اب میں جاتا ہوں کل اسی وقت آؤں گا۔“

یہ کہہ کے جارج نے سپاہیوں کے گروہ کو بلا کے حکم دیا کہ یو شیع صاحب یہاں رہیں گے
تم سب کو انکی اطاعت کرنا چاہیے۔ خبردار کوئی بات خلاف نوا اگر میں نے شکایت
سنی تو تم جانو گے۔ دوسرے یہ کہ یہاں جو کچھ ہو اسکی خبر کسی کو کا فون کاں نہو۔
ورنہ تم سب کو بہت سخت سزا دی جائیگی۔

سپاہی ”بھلا ہم حضور کے حکم کے خلاف کر سکتے ہیں۔ آپ کسی امر میں ہماری
شکایت نہ سنیں گے۔“

جارج یو شیع سے اور اُسکے بعد شاہزادی ورجنا سے رخصت ہو کے چلا گیا اور یو شیع
ورجنا کے علاج میں مشغول ہوا۔ اُس نے دوائیں منگوائیں زخموں کو دھویا اور دوا لگا کے
بندش کر دی اور آرام سے بیٹھ کے حور و ش اور بلا کش ورجنا کی دلہی ہر کرنے لگا۔

ستر شوان باب

رسائی

پیاری ورجنا کے زخم اچھے ہو گئے ہیں۔ اور یوشع کے سحر خانا علاج نے کل تکالیف دور کر دی ہیں اپنے قید خانہ میں آرام سے بشاش اور خوش بھی ہوئی ہو کہ یوشع سامنے آیا اور خندہ جبینی کے ساتھ کہنے لگا۔

”شاہزادی صاحبہ اب آپ ابھی ہو گئیں مگر مجھے خوف ہو کہ پھر وہی بلا آپ پر نازل ہو جائے۔ انسان کو اپنے بچانے کی ضرورت دہر کرنا چاہیے۔“

ورجنا نے مجھے توجہ جو خوبیاں دین اسلام میں نظر آئی ہیں دین میں نہیں نظر آتیں۔“
یوشع ”اچھا تو صرف یونہی دکھانے کے لیے ظاہر میں مان لیجیے۔ ان عذابوں سے کسی طرح چھٹکارا تو ہو۔“

ورجنا ”مجھے اس قسم کی دعا اور فریست نفرت ہے۔“
یوشع ”ہر امر کا ایک موقع ہوا کرتا ہو۔ اس وقت یہی موقع ہو۔ پھر آگے چلے سبھا جائیگا۔“
ورجنا ”نہیں یہ مجھ سے نہوگا۔“

یوشع ”اچھا آپ کا میں نے علاج کیا ہے۔ خدمت کی ہے۔ اسکو آپ کسی قسم کا احسان تسلیم کرتی ہیں۔“

ورجنا ”بیشک یہ آپ نے مجھے احسان کیا۔“
یوشع ”تو اس احسان کا معاوضہ یوں ادا کیجیے کہ میری خاطر سے کہہ دیجیے کہ آپ نے دین مسیحی بھرا خلیا کر لیا۔“

ورجنا ”مجھ سے یہ نہوگا کہ جس منہ سے خدا کو ایک کہا ہو اسی منہ سے تین کہوں۔“
یوشع ”(باہر صحن کی طرف دیکھ کر جہاں قریب ہی چند سپاہی ٹہل رہے تھے) یہ دین کیسا برحق ہے اسنے کس زور شور سے دنیا کے اکثر ممالک میں رتنی کی۔ خدا نے اسکی کیسی مدد کی سبھے حیرت ہو کہ آپ یہ سب باتیں دیکھتی ہیں اور اس دین کو نہیں قبول کرتیں۔“

ورجنا ۛ دل تو نہیں گوارا کرتا مگر خیر میں کم ہون گی ۛ

یوشع ۛ تو اب اس وقت وہ افسر آتا ہوگا آپ اُسکے سامنے ابھی تو پورا اقرار نہ کیجے گا مگر کس قدر میلان اس دین کی طرف دکھائیے۔ میں چاہتا ہوں کہ شاہ رچرڈ کے سامنے آپ سے دین مسیحی کا اقرار کر اؤں ۛ

ورجنا ۛ اس سے کیا فائدہ ۛ

یوشع ۛ آپ کو کیا۔ میری تو کوئی غرض ہے ۛ

ورجنا ۛ بہتر یہی سی۔ (مسکرا کر) تو مجھے بھر عیسائی بننا پڑیگا۔ لیکن دیکھیے اگر آپ کہتے تو میں ہرگز اس بات کو گوارا نہ کرتی ۛ

تھوڑی دیر تک یوشع اور ورجنا میں باتیں ہوتی رہیں کہ اتنے میں حراست کرنے والے سپاہیوں نے کسی کی سلامی کی ۛ

یوشع نے اُدھ کے دیکھا تو جارج نظر آیا۔ جو ورجنا کی سزا دی پر مامور تھا۔

جارج سیدھا قید خانے میں آیا۔ یوشع سے صاحب سلامت ہوئی اور ورجنا کی مزاح پر ہنسی کرنے لگا۔

یوشع ۛ اب تو خدا کے فضل سے سزا دی صاحبہ ابھی ہو گئیں ۛ

جارج ۛ یہ بتائیے کہ آپ نے کیا کارگزاری دکھائی ۛ

یوشع ۛ یہ میری کارگزاری نہیں ہو کہ شاہزادی صاحبہ کو ہندرجلد اچھا کر دیا ۛ

جارج ۛ مگر جس ضرورت سے آپ نے اچھا کیا ہے اُس بات میں کیا کوئی کاروائی ہوئی ۛ

یوشع ۛ وہ بھی ہو جائیگا۔ کس قدر تو انکے دل پر اثر ہوا ہو گا ابھی اچھی طرح کامیاب نہیں ہوا کیوں شاہزادی صاحبہ اب مذہب کے بارے میں آپ کے کیا خیالات ہیں ۛ

ورجنا ۛ ابھی تک میں دین اسلام کو کچھ بُرا نہیں سمجھتی ہاں آپ کی باتوں سے یہ البتہ مجھے ماننا پڑا کہ قدیم عیسوی مذہب بھی بُرا نہ تھا ۛ

جارج ۛ (خوش ہو کر) بیشک یہ بڑی خوشی کی بات ہو کہ ہماری شاہزادی صاحبہ کے خیالات کس قدر پلٹے ۛ

یوشع ۛ خیالات کیا پلٹے۔ اب دیکھیے گا کہ سچے دل سے یہ ہمارے دین کی پابند

اور خدا کی سچی فرمانبرداری ہو گئی مگر اس بار سے میں مجھے آپ سے پوشیدہ کچھ کہنا ہوا
جالیج ۛ میں بسر و چشم حاضر ہوں ۛ (الگ جاکر) آپ ہمارے دین کے بڑے فاضل
اور ایک رکن رکین ہیں۔ تمام مسیحیوں کو آپ کی قدر کرنا چاہیے۔ جو کچھ ارشاد فرمایا ہو
فرمائیے ۛ

یوشع ۛ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ میں بڑی کوششوں سے شاہزادی ورجا کو راہ راست
پر لایا ہوں اور آپ کے فرمانے کے بموجب اس راز کے مخفی رہنے میں بھی میں نے کوشش
کی۔ ایک بات کی میں بھی درخواست کرتا ہوں اور امید ہے کہ آپ قبول کر لیتے ۛ
جالیج ۛ فرمائیے۔ حتی الامکان میں آپ کی غرض پوری کر دوں گا ۛ

یوشع ۛ کوئی دشواری بات نہیں ہو۔ میں بس یہ چاہتا ہوں کہ آپ شاہ رچرڈ کو یہ
رپورٹ کریں کہ ایک شخص بلکہ میرا نام گھدیجے دعویٰ کرتا ہو کہ شاہزادی ورجا کو قاتل
کر کے پھر دین عیسوی پر لے آئیگا مگر اسکی کچھ شرطیں ہیں جو حضور ہی سے تنہائی میں
عرض کرنا چاہتا ہے ۛ

جالیج ۛ (ذرا تامل کر کے) کوئی مشکل بات نہیں ہے میں آج ہی رپورٹ کر دوں گا
مگر آپ کی وہ شرطیں کیا ہیں ۛ

یوشع ۛ یہ آپ نہ پوچھیے۔ اُن باتوں کو میں خود بادشاہ ہی کی خدمت میں عرض
کر دوں گا خود ورجا کی خواہش کے بموجب میں نے وہ شرطیں قرار دی ہیں ۛ

جالیج ۛ پھر میں اُنکے ظاہر کرنے کی آپ کو تکلیف نہ دوں گا ۛ

یوشع ۛ اب شاہزادی صاحبہ اچھی ہو گئیں۔ اس امر میں مجھے اطمینان ہو گیا ہو
کہ اپنے قدیم مذہب کو اختیار کر لیں گی ۛ

جالیج ۛ مجھے اسباب میں ابھی پورا اطمینان نہیں ہے ۛ

یوشع ۛ جی نہیں آپ کو نہیں معلوم میں دم بھر میں خیالات بدلہ دوں گا آپ مرہانی کر کے
یہ رپورٹ کر دیجیے اور میں آج ہی رملہ کو روانہ ہوتا ہوں بلکہ آپ بت بھی گھدیجے کہ میں
حضور میں عرض کرنے کو روانہ ہو گیا ہوں اور وہاں بادشاہ سے لونگا اور شاہزادی فضا
کو وہیں طلب کر کے مباحثہ کر دوں گا۔ غالباً حضور شاہ رچرڈ مجھ سے خوش ہوں اور میرے
لیے کوئی بہبود کی صورت نکل آئے ۛ

جارج: ”بہتر آپ جائے۔ مگر آج ہی جائے گا! اتنی جلدی اذرا شاہزادی صاحبہ کو اچھا ہو لینے دیجیے۔“

یوشع: ”اب وہ اچھی ہیں۔ مگر ایسا نہ کہ آپ پھر سزا دی شروع کر دیں اب اگر آپ کوڑے لگائیں گے تو گنہگار ہونگے۔“

جارج: ”مگر مجھے اندیشہ ہے کہ بادشاہ شاہزادی صاحبہ کو صحیح و سالم دیکھ کے مجھے ناراض ہو۔“

یوشع: ”ان سب امور میں میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں اور بادشاہ کو اس خوشی میں کہ درجنائے پھر اپنا مذہب اختیار کر لیا ان باتوں کا خیال نہ گذرے گا۔“

جارج: ”اب چاہے جو کچھ ہو مگر مجھ سے خود نہوسکے گا کہ روز کوڑے لگایا کروں۔“

یوشع: ”تو اب میں جانے کے شاہزادی صاحبہ سے رخصت ہوں گا اور آپ سے بھی رخصت ہوتا ہوں۔ کیونکہ اب میں ملک میں نہیں ٹھہر سکتا۔“

جارج: ”تو آپ کو اس قدر جلدی کا ہے کی ہے۔“

یوشع: ”مجھے بہت جلدی ہے اب مجھ سے نہیں دیکھا جاتا کہ ایک مسیحی عورت بچہ قید خانے کی تکلیفیں اٹھائے۔“

جارج: ”اچھا تو آپ تشریف لے جائے اور میں اسی وقت جا کے بادشاہ کی خدمت میں رپورٹ کرتا ہوں۔ اب دونوں شاہزادی ورجنا کے پاس گئے۔“

ورجنا: ”مسکرا کر (مشورہ کر آئے؟ کس امر میں مشورہ کرنا تھا؟“

یوشع: ”شاہزادی صاحبہ مشورہ کیسا اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔“

ورجنا: ”متحیر ہو کر (رخصت! تو کیا اب آپ تشریف لیجائیں گے؟ ہاں یہاں کی تنہائی پھر میرے حق میں عذاب ہو جائیگی۔ کیا اب ملاقات نہوگی۔“

یوشع: ”اب میں آپ سے بادشاہ کے سامنے ملونگا یہاں جس قدر خدمت مجھ سے ہو سکتی تھی میں نے کی اب آپ خدا کی عنایت سے تندرست ہو۔ میری کچھ ضرورت

نہیں صرف آپ کو اتنی تکلیف دوں گا کہ آپ میری خاطر سے ہمارے فیروں شاہ رچرڈ کے سامنے چل آئیں۔“

ورجنا بادشاہ کے سامنے جانے سے میرا دل گھبراتا ہی میری صورت دیکھ کر
انہی آنکھوں میں خون اتر آئیگا۔“

یوشع نے نہیں اب ایسا ہوگا۔ آپ میری خاطر سے انکے سامنے جا مانظر کر لیجیے۔
ورجنا مجبوراً منظور ہی کر دئی۔ مگر اتنا سمجھ لیجئے کہ وہاں مجھے اپنا شوق نہیں آئیگی
محبت لے جائے گی۔“

یوشع نے اسکی نسبت میں آپ کا شکر گزار ہون پر تو اب رخصت ہوتا ہوں۔“
ورجنا نے حسرت و اندوہ کے ساتھ اپنے چند رونے کے رفیق اور دوست یوشع کو
رخصت کیا۔

دونوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور دونوں ایک دوسرے کو حسرت کی نظر سے
دیکھنے لگے یوشع نے جاتے وقت ملک شام کی رسم کے موافق ورجنا کا ہاتھ جو مل لیا اور
جایج کا ہاتھ پکڑ کے صحن میں اتر اور دروازہ سے نکلا چلا گیا۔ راستہ ہی میں یوشع
جایج سے رخصت ہوا اور چلتے وقت پھر تکیہ کر گیا کہ رپورٹ آج ہی روانہ ہو جائے۔

۱۸ اٹھارہواں باب

رسائی

ساحل رملہ پر سیکڑون انگریزی جہاز قطار اور قطار فوجی قاعدے سے ملکر فلن میں
ہوا چل رہی ہو اور انکی خوشنما جھنڈیاں جن پر سپہ سلطنت کے مختلف معر کے
ہے ہیں لہر لہر کے عجیب و غریب ہمارو دکھائی ہیں۔

آفتاب غروب ہوا چاہتا ہے اور ان جہازوں کا سایہ متلاطم موج پر ہوتا ہوا خشکی کے
کنارے تک آیا ہے۔ اور وسعت کے ساتھ بھلا ہوا ہے۔ جویان یہ ہمارو دیکھنے کے لیے
خشکی سے اڑ اڑ کے سمندر پر گئیں ہیں۔ اور ادھر ادھر کے مستول و نیر اڑ کے بیٹھتی ہیں۔
ان طیلور میں بہت سے شام ہوتے دیکھ کر سیرے کے خیال میں جہازوں پر بے اثر ہے
ہیں اور فضا کے دور میں چکر لگاتے ہوئے خشکی کی طرف بڑھتے چلے آتے ہیں۔

خشکی پر اس میدان میں جو شہر رملہ کے واسطے جانب واقع ہو ہزاروں غلے نصب ہیں
اور بیچ میں مجاہدین یورپ کا ملیبی جھنڈا لگا ہوا ہے جس پر ایک بہت بڑا پھر یا آخرت

کی ٹھنڈی ٹھنڈی اور ٹکی ٹکی ہوا میں اٹھتا ہے۔

جارجا سمندر کے کنارے اکثر لوہریں سپاہی کھڑے باتیں کر رہے ہیں اور ہوسوت کے خوشگوار سان سے لطف اٹھا رہے۔ عین جھنڈے کے نیچے شاہی خیمہ ہے جس کے آگے کرسیاں پڑی ہیں اور شاہ رچرڈ مع اپنے مساجدون اور سرداروں فوج کے جھرمٹ میں بیٹھا ہوا ہے۔

رچرڈ بڑا بڑا روز بروز طول کھینچتی جاتی ہے۔ اور کیسوی کی صورت اسوقت تک نظر نہیں آتی ۛ

ایک افسر نے کئی باتوں نے ہمیں مجبور کر دیا ادھر تو موسم خراب آگیا اور ادھر اس سرزمین کی آب و ہوا ہمارے ہومٹوں کے بالکل خلاف پڑی۔ ہماری فوج کے لوگ روز بروز بیمار پڑتے جاتے ہیں ۛ

رچرڈ اور لڑائی کی یہ کیفیت ہو کہ ہمیں بلا وسوا حل سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں ملتا خشکی میں دس میل بھی قدم بڑھا کے نہیں جاسکتے۔ ان شہر ونگی لڑائیوں میں بھی ہم پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکے اور آگے جب بڑھے ہمیں رک ہوئی۔ علاوہ برن و ان ہمیں رسد فراہم کرانے میں کسی طرح کامیابی نہیں ہوتی ۛ

ایک شامی عیسائی ۛ حضور آگے بڑھنے میں دقتیں ہیں۔ مگر اتنی بہا وریاں دکھا کے اپنی جانیں تلف کر کے بیکار بیٹھ رہنا کسی طرح نہیں مناسب ہو بہت بڑی بدنامی ہوگی اب آپ کو بیت المقدس کی طرف بڑھنا چاہیے ۛ

رچرڈ نے میں اسی فکر میں ہوں کہ بیت المقدس کی طرف کیونکر بڑھوں اچھا تم نے تو اس شہر کو دیکھا ہو گا کیسے سامنے اس کا نقشہ کھینچو دیکھو کہ اس شہر کے محاصرے میں کیوں کیا تدبیر لائی جائے شامی عیسائی نے بیت المقدس کا نقشہ کھینچ کر شاہ رچرڈ کے سامنے پیش کیا اور بتا دیا کہ اس طرف یہ وادی ہو۔ ادھر یہ صحرا ہو اور اس طرف یہ پہاڑی ہو۔ اس طرف یہ جنگل ہو۔

رچرڈ ۛ (شمال کی طرف اشارہ کر کے) اور اس طرف کیا ہے۔

اے جس قدر لڑائیاں لڑا سب بند لگا ہوں ہی پر محدود تھیں۔ صلاح الدین کسی طرح خشکی میں آئے نہ بڑھنے دیا مجبور ہو شاہ رچرڈ نے آخر کو خود اپنی زبان سے ظاہر کیا۔ دیکھو ان اثر ۛ

شامی: "اسطون ایک وادی ہے جو بہ نسبت اور طرفوں نے دشوار گزار ہے۔
 رچرڈ نے یہ وادی کی قدر گہری ہے اور کیسی ہے۔
 شامی: "حضور یہ مقام بہت گہرا ہے اور نہایت ہی نشیب میں واقع ہے اور
 ادھر سے گزرنا بھی دشوار ہے۔"

رچرڈ دیر تک اس نقشہ پر غور کرتا رہا اور آخر سوچ سمجھ کے کہنے لگا: "جب تک
 صلاح الدین زندہ ہے ممکن نہیں کہ کوئی شخص اس شہر پر قبضہ کر سکے اسکا فتح نہ ہوا
 محال ہے۔" کل آفسر ان فوج حیرت و تعجب سے رچرڈ کی صورت دیکھنے لگے۔
 رچرڈ نے کوئی حیرت کی بات نہیں ہو اگر ہم اس وادی کو چھوڑ دینگے اور باقی سب
 طرف محاصرہ کرینگے تو صلاح الدین کے پاس برابر فوج اور سردار ہر سے پہنچی رہیں گی
 اور اگر ہم اس طرف بھی اپنی فوجیں رکھیں گے تو صلاح الدین کا ایک حملہ کر کے اس فوج
 کو بارود ایسا اور دیگر اطراف کی فوجیں بھی ہونگی کیسے طرح ممکن نہیں ہو کہ اس شہر کا محاصرہ کیا جائے۔
 شامی: "پھر کیا کیا جائے۔"
 رچرڈ: "میرے نزدیک تو بیت المقدس سے دست بردار ہونا چاہیے۔ تم سمجھو تو کہ
 ہم اس بارے میں کیا کر سکتے ہیں۔"

شامی: "اس میں کوئی شک نہیں کہ خاص شہر بیت المقدس کے محاصرے میں صلاح الدین
 کا زور ہم پر ترجیح چل جائیگا۔ اور ہم اسکا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ مگر میں خیال کرتا ہوں
 کہ ہمیں ہماری قوم کی بڑی بدنامی ہوگی۔"

اتنے میں ایک افسر نے آکر عرض کیا۔ حضور اس روز جو رپورٹ علیہ سے آئی
 تھی کہ یوشع نامی ایک شامی عیسائی دعویٰ کرتا ہے کہ شاہزادی درجنا کو قائل
 کر کے عیسائی بنادے گا اور کچھ خاص شرائط حضور ہی میں عرض کرنے کے لیے روانہ
 ہوا ہے۔ حضور نے اس شخص کی نسبت دریافت بھی فرمایا تھا آج اس شخص کو یہ لگاؤہ صرف اپنی

سطح رچرڈ نے نقشہ دیکھ کر ہی اعتراض کیا اور اس کے بعد پھر اسکی جرأت نہ پڑی کہ صلاح الدین کے
 مقابلہ کی کوشش کرے۔ اصل یہ ہو کہ جس طرح صلاح الدین رچرڈ کی سپہری کو مانتا تھا
 اسی طرح رچرڈ صلاح الدین کی جرأت اور سپہری کو مان گیا تھا ۱۲

خدمت میں باریاب ہونے کی غرض سے یہاں حاضر ہوا ہے۔
 رچرڈ وہ شخص کہاں ہے؟ مجھے تو کئی روز سے اُسکی تلاش ہے۔
 افسر: اگر اجازت ہو تو حاضر کروں۔
 رچرڈ: بیشک لاؤ۔ ابھی لاؤ۔

وہ شخص گیا تو رچرڈی در بعد ایک نو عمر شخص کو ہمراہ لے کے حاضر ہوا اس شخص نے
 نہایت ادب سے شاہ رچرڈ کو سلام کیا اور کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے بیٹھنے کی اجازت
 دی تو ایک کرسی پر وہ خنوخ اور بنجیدگی سے بیٹھ گیا۔

رچرڈ: تمہارا ہی نام یو شیع ہے؟
 یو شیع: ”خندوہ مجھی کو یو شیع کہتے ہیں۔“
 رچرڈ: اور تمہارا وطن کہاں ہے؟
 یو شیع: یہیں ملک شام میں۔

رچرڈ: یہاں کے کس شہر میں۔
 یو شیع: طائرہ مگر اب تو ملاوٹ کی سب طر بار لوٹ لیا۔ خانمان برباد ہوں ورنہ
 یہاں کے قدیم اور خاندانی شرفا میں تھا۔
 رچرڈ: تم درجنا کو قائل کر کے عیسائی بنالو گے؟

یو شیع: خدا اسے اور اُسکے بیٹے سے تو ایسی ہی امید ہو میری زندگی زیادہ مناظرے
 ہی میں گزری ہے اور میری کوشش سے بہت مسلمانوں نے دین حق اختیار کیا
 اس امر کی محنت میں ملکہ ہو چکے بہت سے ثبوت دے سکتا ہوں۔

رچرڈ: (کسی قدر غور کر کے) ادراں تمہارے شرائط کیا ہیں؟

یو شیع: انکو میں تمہاری زمین اور صرف آپ ہی سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

رچرڈ: دو ٹوک کھڑا ہو اور یو شیع کو ہمراہ لے کے خیمہ میں چلا گیا یہاں افروون میں
 بیت المقدس کی نسبت پھر باتیں ہونے لگیں اور بعض افیم بعض سے چپکے چپکے
 کہنے لگے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ اسی کو کشش اور سب جانیں جو اس بڑا لی میں کام آئیں
 بیکار گئیں تقریباً گھنٹہ بھر کے بعد رچرڈ اور اسکے بیٹے یو شیع خیمہ سے نکلے۔

رچرڈ: تو میں درجنا کو یہیں بلواتا ہوں۔

یو شمع " ضرور بلوایے، میں جس بات کا دعویٰ کیا ہوا میں خدا نے چاہا تو سچا ثابت ہو گا۔"

رحمہ " مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

یو شمع " وہ ارشاد ہو۔"

رحمہ " وہ اسکی ذمہ داری تم کو نہ کر سکتے ہو کہ صلاح الدین صلح منظور کر لیا میں کئی بار کچھ چکا ہوں مگر اسنے نام منظور کیا۔ میں تو بدلہ خواستگار ہوں کہ صلح ہو جائے مگر

صلاح الدین ہی نہیں منظور کرتا۔"

یو شمع " حضور میں طائر کے بڑے عالی خاندان لوگوں میں تصور کیا۔ با تاہوں صلاح الدین کے بیٹے ملک الافضل اور بھائی ملک العادل سے مجھ سے کسی زمانہ میں ملاقات تھی اور

اب تک راہ ورسم ہے۔ فوجی لوگوں سے مجھے لوٹ لیا۔ اور میری فوج والوں نے مجھے ظلم کیا مجھے یقین ہے کہ میں شاہزادہ افضل اور ملک العادل کے ذریعہ سے جس امر کی کوشش

کر رہا ہوں کامیابی ہوگی۔ اور وہ دونوں خود بھی صلح کے خواستگار ہیں مگر یہ بات اس وقت پر منحصر ہے جب حضور میری شرط کو قبول کر لیں۔"

رحمہ " (دیر تک سرنگون رہ کے) تمھاری شرط بہت سخت ہے۔ مگر بعض ایسے امور درپیش ہو گئے ہیں کہ خواہ مخواہ مجھے منظور کرنا پڑے گا۔ اچھا میں تمھاری شرط

منظور کرتا ہوں۔ مگر (غیر معلوم) لگا اچھا کچھ نہیں۔"

یو شمع " تو حضور حکم دیجئے کہ شاہزادی درجنا بہت جلد یہاں لائی جائیں۔"

رحمہ " میں تو اسی وقت کے بھیجتا ہوں۔ میرا قصہ تھا کہ درجنا کو بہت سخت سزا دیں مگر مسیح کے طفیل میں چھوڑ دوں گا۔ اسکا جرم صرف یہی نہیں ہے کہ اس نے مسلمانوں کا

مذہب اختیار کر لیا۔ اسنے انگلستان کے نام کو مذہب لگا دیا۔ اسنے مجھے یورپ کی نظروں میں ذلیل کیا اسنے میری فوج سے بہت سے آدمی قتل کیے۔ یہ ایسے جرم

نہیں ہیں کہ وہ زندہ چھوڑ دی جائے۔"

یو شمع " مگر اب آپ کو رحم کرنا چاہیے۔ مسیح کا خون جسکی نجات دلائے اسکو خود بھی آزاد کرنا چاہیے۔"

رحمہ " اب تو یہ ہوتا ہی ہے۔ مگر وہ اس قابل نہیں ہے۔"

یو شمع " یہ تو میں بھی جانتا ہوں اب جس روز حکم ہو ماضی ہوں۔"

رجرڈ: ”آخر تم یہیں رہو گے دو مہینے تیسرے دن آجایا کرو۔ یا کہین جانا ہے۔“
 یوشع: ”جانا کہین نہیں ہے جب تک میرا مقصد پورا نہ ہو گا حضور کے دربار کو پہنچ کر پھوڑو لگا
 اور بعد کو کہین جاؤں گا۔“ بعد ازاں شاہ کے دامانِ مہافت کے اور کہاں بیٹھا مسکتی ہوئی
 راجرڈ: ”تم کو ہر وقت آنے کی اجازت ہے۔ اور جس کام کا چاہئے وعدہ کیا ہے اس
 بار سے میں کو شمش کر دیتا ہوں۔“

یوشع: ”میں توج ہی سے اس کام کی تدبیر شروع کر دینا۔“
 یہ کہہ کر یوشع نے کھڑے ہو کر اوتارے سلام کیا اور چلا گیا۔ راجرڈ اسکے جانے کے بعد
 ورتک ساکت رہا اور پلو شاد کے سکوت سے مجلس بھرتین ایک خوشی پیدا ہو گئی
 آخر بادشاہ نے ہمارا اٹھانے اہل اللہ سے افروں سے کہا۔

”یہ شخص بہت مفید آدمی معلوم ہوتا ہے وعدہ کرتا ہے کہ عدلی سے صلح کر دینگا۔“
 ایک افسر نے حضور پریم کو نکر اعتماد کر سکتے ہیں۔“
 راجرڈ: ”چند روز میں اسکا بھی تجربہ ہو جائیگا اسی لیے میں نے اجازت دیدی ہے
 کہ اکثر میرے پاس آیا کرے۔“

افسر: ”نیک کے ایک جوزف نامی افسر نے جو میرا تحت ہے اسکی بڑی تعریف لکھی ہے
 اور لکھا ہے کہ دین عیسوی کا بڑا عالم و فاضل ہے۔ وہاں کے پادری صاحب
 بھی اسکی تصدیق کرتے ہیں بظاہر اسباب تو معتد معلوم ہوتا ہے۔“

رجرڈ: ”اسکی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں فریب کا آدمی نہیں ہے۔“
 افسر: ”اور ہمارے ساتھ کیا فریب کرے گا۔“

رجرڈ: ”آج ہی مکہ میں حکم بھیج دیا جائے کہ وہ لوگ جو درجنائی حراست کرتے ہیں
 اسی طرح حراست میں یہاں آئے انہیں۔“ اتو غالبان مہبتون سے تنگ آئے وہ
 خود بھی چاہتی ہوگی کہ کسی طرح آپ کو بلا کر سے بچائے۔“

افسر: ”شاہنزدادی اس طبیعت کی آدمی نہیں ہے۔ اس کے مزاج میں نہایت درجہ
 ضد ہے۔ ہاں اگر کوئی اس کے دلی یہ یہ خیال ڈال دے کہ مسلمانوں کا دین برا ہے
 تو اور بات ہے۔“

رجرڈ: ”اسکا بھی حال معلوم ہو جائے گا۔ مگر اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ ہمیشہ

سے وہ ہرات میں ہٹ لیا کرتی تھی۔ غیر بائیں خیمہ میں جاتا ہوں تم لوگ بھی جاؤ گا۔
یہ کہہ کے شاہ رچرڈ اٹھا اور خیمہ میں چلا گیا۔ تمام افسر اور صاحب بھی اپنے
قیام گاہ کو گئے۔

انیسواں باب^{۱۹}

نامہ پیام

شاہزادہ افضل فوج کے ساتھ اس سرحد پر جارا رہا جو یافتہ سے رملہ کو گئی ہو اس کا
جی ملک عادل بھی ہمراہ ہے۔ دونوں ٹھوڑے سپاہی ہیں اور باہم باتیں کرتے جاتے
ہیں ملک افضل ایک لمبی زبرد عیا اپنے ہوسے ہو سر پر عمامہ ہوا اور بالکلین طغی تکی پر ہاتھ
میں ہیزہ بہر حمیرا یک ریشمی جھنڈی اڑ رہی ہے۔ ملک عادل کا لباس بھی اسی وضع
سے ملتا ہوا ہے مگر فرق یہ ہے کہ اسکی عبا کا رنگ عنابی ہو۔ دونوں کے پیچھے پانچ ہزار
سوار صفیں باندھے آہستہ آہستہ سرحد پر جا رہے ہیں۔ جاتے جاتے ایک مقام پر
پہنچ کے ملک عادل نے شاہزادہ افضل سے کہا۔

گدین ایسا سنا کہ کسی نے جھوٹ اڑا دیا ہو۔ عیسائیوں کا اب تک پتہ
نہیں ہے۔

افضل نے نہیں بچھڑھوٹ نہیں ہو سکتی خود میرے جاسوس یہ خبر لائے ہیں۔
عادل نے خبر چلو مجھے شک ہو ہاں اور تمہیں کچھ عزیز کا حال معلوم ہوا۔
افضل نے اس وقت تک کچھ خبر نہیں آئی انکو معلوم ہوا تھا کہ سرور عیسائیوں نے
یورش کر کے قبضہ کر لیا۔ دس ہزار سوار انھوں نے ہمراہ لیے اور سیدھے مسقط
روانہ ہوئے لیکن اس وقت تک معلوم نہیں ہوا کہ وہ کہاں گئے انھوں نے کیا کارروائی کی
اصل یوں کہ شاہزادی درجنا کے گرفتار ہو جانے سے انکے جو اس نہیں ٹھکانے رہے۔
عادل نے اگر انکی طرف کوئی آدمی نہیں آیا تو ہمیں خود قاصد بھیج کر دریافت کرنا چاہیے۔
افضل نے یہاں سے واپس چلے کچھ بند و بست کرونگا۔
یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے قریب ہی صیب کا نشان نظر آیا عیسائیوں نے سامنے

اتنا بھی موقع نہ پایا کہ اس سفر کے بعد وہ دم لے سکیں فوراً ہی حملہ کر دیا۔ ہمراہیان ملک الافضل نے بھی تکیہ کر لیا۔ مسیحون نے یہ حملہ اس پھرتی اور جرات کے ساتھ کیا تھا کہ مسلمان لوگ اُنکے پہلے ہی حملہ میں ہتایت برتی طرح پسیا ہو گئے۔

شاہزادہ افضل اور ملک العادل نے بہت روکا مگر جب لوگوں کا قدم اکھڑ جاتا ہے وہ لوگ بہر شکل رُک سکتے ہیں۔ ایک میل تک عیسائیوں نے تعاقب کیا اور جو کچھ مال و اسباب مل سکا لوٹ لے گئے۔

شاہزادہ افضل جنگل میں نہایت ندامت کے ساتھ اپنے چچا سے ملا۔ اور کہنے لگا "افسوس اس وقت ہکو بہت بڑی شکست اٹھانا پڑی اس مرتبہ تو مسلمانوں نے لے لڑے دل ہا دیا۔ ان لوگوں کی ہزدلی نے ہمارا بہت بڑا نقصان کیا۔ اب ہم کو کیا کرنا چاہیے کہ ہم اپنے نقصان کا معاوضہ لے سکیں۔"

عادل نے یافہ میں چلے ہم اور فوج لیں گے اور ان کافروں سے ابھی اُنکے مقابلہ کرینگے۔ افضل نے دیکھ کر جنگ ہم یافہ میں جاسکے آئیں وہ زمین پر بیٹھ جائیں گے اور زمین کی بیشمار فوج جمع ہو جس سے ہم اپنی اور یافہ کی فوج لے کے مقابلہ نہیں کر سکتے۔

عادل نے اپنے جاسوس چھوڑ جاؤ اور جو وقت خبر معلوم ہو کہ انکا کوئی گروہ باہر نکلا ہے تو ایک آپڑ اس طرح تم آنگو چند ہی روز میں بہت پریشان کر دو گے اور ان کا کچھ روزہ نہ چل سکے گا۔

افضل نے ابھائی کہ روٹکا اور حتی الامکان کوشش کروں گا کہ عیسائیوں کو اپنے کیمپ سے نکلنا دشوار ہوگا۔ سنا گیا ہے کہ پرد کے قرب وجوار میں انھیں جو کچھ پاتا ہے لوٹ لیتے ہیں۔ تمام کاٹوں ویران پڑے ہیں۔

عادل نے علاوہ برین اب عیسائیوں کے دل میں ہمارا خوف بیکھ گیا ہو وہ صلح پر آمادہ ہیں۔ شاہ رچرڈ کی طرف سے بربر صبح کی درخواستیں آرہی ہیں سلطان صلاح الدین کے نہ منظور کرنے سے ابھی تک براہی ہو رہی ہے۔ مگر غالباً سلطان بھی اب منظور کر لیں گے۔

اس عرصہ میں جو کچھ ہو جائے اسے بھینٹ سمجھو۔ افضل نے اچھا تو آئیہ یافہ چلے یہ نہ کہے دونوں نے گھوڑوں کی باک اٹھائی اور ریگستانی میدان میں گھوڑوں کے سمون سے گردا گرد اڑاتے ہوئے ایک کو روک دیا۔

قریب ہی تھا تقریباً دو گھنٹہ میں وہیں تھے۔ وہ سب سوار جو عساکریوں کے مقابلے میں
پسپاہوں کے بھاگے تھے وہ بھی یا نہ گئے تھے ملک العادل نے انکی بزدلی پر انھیں بہت
لعنت فرمائی اور پھر ایک فوج بارہ ہزار سواروں کی منتخب کی اچھے اچھے ہوشیار اور
ستوریہ کار سپاہیوں کو ہمراہ لیا اور رملہ کی جانب روانہ ہوا ان سواروں میں نصف سے زیادہ
مصری فوج کے لوگ تھے اور باقی اطراف شام و عرب کے جوان تھے۔

رملہ کا نصف راستہ قطع کر کے ملک العادل نے اپنی فوج کے دو حصے کے ایک حصہ
میں شاہزادہ افضل کو حکمران کیا اور ایک حصہ اپنی ہمراہ لیا اور کل لوگوں کی طرف
خطاب کر کے کہنے لگا۔

”اے پیارے رسول اور اپنے دین پر جان مال فدا کرنے والے مسلمانو! یہ وہ
سرزمین ہے جسکو ان لوگوں نے نصاریٰ کے ہاتھ سے چھینا تھا جو خود حضرت رسول کی صحبت کا
لطف اٹھائے ہوئے تھے اور تعلیم نے بنائے نفوس کو بالکل پاک صاف کر دیا تھا یہ ملک گویا اب
تمھاری ہی ہو گئے آج فرنگستان سے نصاریٰ جو حق آئے ہیں اور چلے آتے ہیں کھٹارا
تھم و رش سے چھین لین حالانکہ یہ انکی غلطی ہے تمھارا در نہ صرف یہ ملک شام ہی نہیں ہے بلکہ
اس کے ساتھ ہما درسی بھی تم کو در نہ میں ملی ہے۔ جب تک یہ دوسرا در نہ لینے ہمارے دین میں ہوتا ہے
در نہ میں تم کا مایاب رہو گے اور کوئی تم سے چھین نہ سکے گا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تم حقیقت میں
ہما در اور جاننا نہ ہو۔ ایک خبیث سنی سکست اگر وہ بھی کسی تو قریب لازم نہیں آیا۔ عید سانی
رملہ میں قیام میں رملہ کے گرد بہت سے مسلمان آباد ہیں جو تمھارے بھائی ہیں افریقی انکو
قتل کر دینا چاہتے ہیں انکو لوٹے لیتے ہیں۔ اب میں تمھیں لے کے چلتا ہوں کہ انکو اس صیبت اور بلا
سے بچاؤں کہ تم ملک الافضل سے کما۔

”نیمری راسے ہے کہ ایک حصہ فوج لے کے تم رملہ کے اس طرف روانہ ہو اور
دوسرا حصہ لے کے میں اس طرف جاؤں اور ادھر کے گاؤں کو افریقیوں کے قتل و غارت
سجھاؤں۔“

افضل نے یہی تدبیر مناسب ہے ہمیں چاہیے کہ حکمت عملی کے ساتھ ہم انھیں ہر
طرف سے گھیرے رہیں بلکہ ہمیں اونسے قریب ہی رہنا چاہیے۔ اگر نسا تو میں اسے اس قدر
قریب ہنگامہ جو جس و خروش کو تین مہینے سکنا اور ہمارے تکیہ کو وہ سن سکتے تکیہ بھی میں اپنا

مزدور کو لگا اپنے دو ایک آدمی اُنکے کیمپ کے قریب رکھو لگا تاکہ ہر وقت خبر ملتی رہے ۵
یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے مسیحیوں کا ایک پانسوا دیو لگا کر وہ نظر آیا جو ہر لاسوت
کو اتر کے رملہ کی طرف جارہا تھا۔

ذک العادل نے اپنے سواروں کو روک لیا اور ملک العادل نے بلاتا بلاتا اپنی نصف حصہ
فوت کو ہمارے کے حکم کر دیا۔

مسلمانوں کی اتنی بڑی فوج کو آتے دیکھ کر عیسائیوں نے ہاتھ پیر پھول گئے اور تمام
سامان رستہ چھوڑ کے بڑی بے سامانی سے بھاگ کھڑے ہو گئے مسلمانوں نے ہاتھ سے تختہ ڈیرہ
سوختی قتل ہوئے اور کچھ گرفتار ہوئے باقی بھاگ گئے۔ شاہزادہ فضل قتل غارت فراعت
کر کے بالسرائے پکڑید مسلمان سواران کو لڑکا قاتل کر دے ہوئے دیر تک پیٹے گئے۔ یہ لوگ جب
واپس آئے گئے تو راستہ میں انھیں ایک مسیحی شخص ملا جنھنے اپنے آپکے لئے حالہ کر دیا۔ اور کہا۔
”میں ایک خط لایا ہوں جو سلطان صلاح الدین کے بھائی ملک العادل کے نام سے ہے۔“
اگر کچھ معلوم ہے تو بتا دو کہ وہ کہاں ہیں مجھے خبر ملی تھی کہ یا نہ میں ہیں اور دین میں جا بیولا
تھا لیکن اب تم سے ٹھیک ٹھیک پتہ معلوم ہو جائیگا۔

سوار ”وہ خط کس نے بھیجا ہے“

عیسائی ”یہ بھی اُنکو خط دیکھ کے معلوم ہو جائیگا میں اسے آخر تکی کیمپ لایا ہوں۔“
”سوار“ ملک العادل ہمارے ساتھ ہیں۔ چل تم بھگوانکے پاس پہنچو دیکھو۔“
عیسائی ”میں تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔“

غرض مسلمان سوار اسے لیے ملک العادل کے پاس گئے اور عرض کیا کہ یہ مسیحی
شخص آپکی خدمت میں کہیں سے خط لایا ہے۔ ملک العادل نے ہاتھ بڑھا کے خط لیا اور
لغاف کو ل کے پڑھنے لگا۔ یہ خط پڑھ کے ملک العادل سکوت میں ہو گیا۔ ورنہ
سرخون بیٹھا پارہا اور کچھ سوچا کیا ملک العادل یہ خط پڑھ رہی رہا تھا کہ شاہزادہ فضل گیا۔
شاہزادہ فضل ”چچا جان آپ کیوں خاموش بیٹھے ہیں“

عادل نے وہ خط فضل کے ہاتھ میں دیدیا اور کہنے لگا ”میں کو تو کہہ سکتا ہوں کہ
سلطان صلح منظور کر لیں گے۔ رچرڈ کی دست سے دھمکے میں آج کل میں اور برابر پھری گئیں۔“
یہ کہہ کے ملک العادل نے ملک العادل کی طرف آنکھ سے کچھ اشارہ کیا۔

افضلؒ (کچھ دیر سوچ کر) آپ سے یوشع سے کہاں کی ملاقات ہو ۱۶ اور آپ پر اسکا کیا حق ہو کہ آپ سے اس دعوے کے ساتھ وہ صلح کر دینے کی درخواست کرتا ہو۔ عادلؒ نے میں جن دنوں طائر کی حکومت پر مامور تھا ان دنوں اُس سے بہت ملاقات تھی۔ اور اُس نے مجھ پر ایسا احسان کیا تھا کہ اُسکی درخواست کو بمشکل مسترد کر سکتا ہوں۔

افضلؒ تو کوشش کیجیے کہ صلح ہو جائے۔

عادلؒ ان میرا قصد ہے کہ سلطان صلاح الدین کے پاس خود چلا جاؤں اور انھیں مجبور کروں کہ اب عیسائیوں کے حال پر رحم کریں۔

افضلؒ نے آپ جائیں گے تو مجھے یقین ہے کہ صلح ہو جائیگی۔

عادلؒ نے اچھا کچھ ضرورت نہیں میں لکھے دیتا ہوں۔ سلطان میرے کہنے کے خلاف نکرینگے اچھا بیٹے اُس خط کا جواب تو لکھ دوں۔

یہ کہہ کر ملک العادل نے یوشع کے نام ایک خط لکھا جس میں اطمینان دلا ہوا تھا کہ ہشتے کے اندر ہی صلح ہو جائیگی۔ نصرانی وہ خط لیکے یورپین کمپ کو روانہ ہوا اور ملک العادل شاہزادہ افضل کو ہمراہ لے کر ایک اور پریوٹ خیمہ میں چلا گیا۔

بیسواں باب

انجام بخیر ہوا

ابھی کسی قدر رات باقی ہے تارے کھٹے ہوئے ہیں اور مرغان خوش الحان نظر میں کہ رات کی سیاہ چادر اُنی مشرق میں چاک ہو اور ہم نغمہ سنجی میں مشغول ہوں۔ رملہ کے میدان میں انگریزی فوج کے خیمہ پڑے ہیں جو اس اندھیری رات میں بھی اپنی سفیدی کی جھلک آس پاس والوں کو دکھا دیتے ہیں شاہرہ پر ڈکاخیمہ فوجی تیموں سے ڈراہٹ کے ایک بلند اور مسطح تختہ پر نصب ہے اور اُسکے گرد اور چند شاندار خیمہ ہیں جو مختلف خیموں میں خاص بادشاہ کے کام آتے ہیں۔ ان خیموں میں نہایت تیز روشنی ہو رہی ہے اور یہ روشنی اس بچیلے رات کے سین میں نہایت بارو دکھا رہی ہے۔ ان خیموں میں سے ایک میں شاہرہ پر جلوہ افروز ہے اُسکے داہنے پہلو پر یوشع ادب سے سر جھکائے بیٹھا اور بائیں طرف دس بارہ افسران فوج مسلح بیٹھے ہیں۔

رجرڈ یو شیع آج تھاری سحر بیانی کا امتحان ہوگا۔
 یو شیع ”حضورین ہر وقت امتحان دینے کو موجود ہوں مگر پادری صاحب اور تمام
 اہل دربار کو آجانا چاہیے۔ آج ہی کی تو تاریخ معین کی گئی تھی۔ شاہزادی کو آئے ہوئے
 بھی کی روز ہو چکے ہیں میں پادری صاحب سے پوچھوں گا کہ درجنا کے دلپر انکی نصیحتوں
 کیوں نہ اثر کیا؟“

رجرڈ (مسکرا کے) یہ اسوقت پوچھنا جب تھاری نصیحتیں عمل کر جائیں مجھے اتنا
 عین یقین ہے کہ درجنا تم سے قائل ہو جائیگی۔ وہ بڑی مقرر ہے۔
 یو شیع ”حضور مسیح اپنے دین کی ضرورت مدد کریں گے۔ اب ارشاد ہو کہ کسوقت
 میرا امتحان لیا جائیگا؟“

رجرڈ ”میں نے ہی وقت تجویز کیا ہے۔ تاکہ صبح سے پہلے سب امور سے فراغت
 ہو جائے اور اسی سے تم کو اسوقت بلایا۔“

یو شیع ”نعمت و میری رائے میں بھی اس سے عمدہ وقت نہیں ہو سکتا میں دعا
 کرتا ہوں کہ آج آفتاب طلوع ہو کے مجھے سرخرو اور بنشاش دیکھے مگر مجھے چاہیے
 کہ جس بات کا میں اقرار کیا ہے اسکا بھی بندوبست کروں۔“

رجرڈ ”اسکا بندوبست اسوقت کیا ہو سکتا ہے۔“

یو شیع ”میں نے سب بندوبست کر لیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسلام کے متعلق
 جتنی باتیں ہیں سب کی تکمیل ایک ہی وقت ہو جائے مجھے ایک آدمی ملنا چاہیے
 کہ سلطان صلاح الدین کے عیوب میں خبر ہو جائے۔“

رجرڈ ”صلاح الدین تو بیت المقدس میں ہے۔“

یو شیع ”اُنکے بھائی ملک العادل تو ہیں اسوقت وہ اور شاہزادہ افضل دونوں کچھ
 فوج کے ساتھ یہاں آئیے اُنکے سامنے ہی مجھے اور درجنا سے گفتگو ہوگی۔“

رجرڈ ”اگر خود عزیز کے سامنے تم گفتگو کرتے اور درجنا وین مسیحی کا اعتراف کرتی تو میں
 بہت خوش ہوتا۔“

یو شیع ”ملک العزیز کے سامنے درجنا کو حجاب آئیگا اور علاوہ برین عزیز یہاں سے
 دور ہیں وہ شاید شہر طائر کی طرف گئے ہوئے ہیں۔“

رجرٹو: ”اچھا اُن دونوں کو بلو اُمین نہایت خلق سے ملو گے۔“

یہ کہنے شاہ رجرٹو نے حکم دیا کہ ایک ہوشیار اور تجربہ کار شخص سامنے لایا جائے جو سفارت کی پوری صلاحیت رکھتا ہو ایک افسر اٹھکے چلا گیا اور چند ساعت کے بعد ایک سن رسیدہ یورپین شخص کو لے آیا۔ یوشع نے ایک مختصر خط لکھ کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ مسلمانوں کے لشکر گاہ میں جا کے ملک العادل کو دیدے یہ شخص او دھروانہ ہوا اور کشاہ رجرٹو یوشع کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

”تم نے بڑی کوشش کی۔“

یوشع: ”حضور آپ کے اقبال سے ملک العادل میرے کہنے کو بہت مانتے ہیں۔
میں نے ایک موقع پر اُنکی ایسی خدمت کی ہے کہ شاید وہ عمر بھر میرے احسان مند رہیں۔“

رجرٹو: ”تو اب ورجنا کو بلو اُمین۔“

یوشع: ”شاہزادی صاحبہ کو آپ اسوقت بلو اُمین جب مسلمان لوگ آئیں۔“

رجرٹو: ”افسوس سے (جاؤ اپنی فوج کو حکم دو کہ آراستہ ہو کے ملک العادل کے استقبال کریں۔ اور تمام لوگوں سے کہدو کہ درباری دکنچ پہنکے آئیں اور ادب کے ساتھ اپنی بی بی جگہ پر بیٹھ جائیں۔“

اکثر لوگ خیمہ سے اٹھ کے چلے گئے۔ دم بھر میں سامان درست ہو گیا اور رجرٹو کے دربار سے شاہانہ جاہ و جلال نمایاں ہونے لگا۔ ہر کارے نے آکر عرض کیا کہ ”حضور ملک العادل و وزیر اہل افضل آتے ہیں۔“ پانچزار سوار ساتھ ہیں اور چاہتے ہیں کہ نہ فوج کے حضور کے خیمہ تک آئیں۔“ رجرٹو: ”(ذرا غور کر کے) اچھا آئے دو۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ تھوڑی دیر میں صلح ہو جائیگی اب ہم میں اُن میں دشمنی نہیں ہے۔“

یہ کہہ کے شاہ رجرٹو اٹھکے خیمہ سے نکلا اور دونوں کو نہایت تعظیم و تکریم سے لاکے اپنے برابر بٹھایا۔ تمام مسلمان افسر جو ملک العادل کے ساتھ آئے تھے ایک طرف صف باندھے بیٹھ گئے اور دوسری طرف یورپین افسروں نے اپنی صف باندھی۔ یوشع نہایت غائبی ہو کر آتا ہوا ملک العادل کے پاس گیا اور کہنے لگا: ”میں ممنون ہوں۔ آج مجھے سرخرو کیا۔ ورنہ میری کیا اصل حقیقت تھی کہ اتنی بڑی اہم لڑائی میں صلح کی کوشش کرتا۔ اب چاہتا ہوں کہ پہلے عہد نامہ مکمل ہو جائے پھر کوئی اور بات ہو۔“

ملک العادل نے مین نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ حتی الامکان تمہاری درخواست
نہ مسترد کرونگا آج تک اُسی پر قائم ہوں۔“

یہ کہنے ملک العادل نے صلح نامہ اپنے ہاتھ سے لکھا اور شاہ چرڈ کو سنایا شاہ چرڈ نے
عہد نامہ سنبکے فوراً حکم دیا کہ خورش بری چہرہ ورجنا وبارمین لائی جائے۔ یہ قدم کی
سخنچیان ایتنا اسکے حسن کے ساتھ دشمنی کر رہی تھیں ورجنا اب بھی آئی تو اس ہیبت سے
کہ آہنی طوق و سلاسل زلیور کے کام دے رہے تھے اور حسرت ایک موثر بوڈر چہرے پر
مل دیا تھا ورجنا اپنا آہنی زلیور بجاتی ہوئی آئی اور ملک العادل کو دیکھ کے شرملا گئی۔

اب اس وقت تمام ورجنا میں ایک سکوت تھا سب خاموش بیٹھے تھے کہ یوشع نے
بڑھ کے ورجنا کی طرف خطاب کیا اور کہا: شاہراوی صاحبہ میں سنتا ہوں کہ آپ نے
دین اسلام قبول کر لیا؟ اور بعض لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ کو دین اسلام کے برحق
اور دین مسیحی کے باطل ہونیکا دعویٰ ہے۔

ورجنا: ”سچہکا کے اور نجی نظریے (ان میں مسلمان ہوں اور اسلام کو برحق اور
دیگر مذہبوں کو باطل سمجھتی ہوں)۔“

یوشع: ”آپ اپنا دعویٰ ثابت کر سکتی ہیں۔“

ورجنا: بیشک عقل نہیں ہانتی کہ وہ شخص جو آدمی کی صورت میں تھا خدا کا بیٹا ہو دوسرے
یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ بیٹے سے کیا مراد ہے۔ اگر خدا اس لیے باپ ہے اُسے حضرت مسیح کو
پیدا کیا تو کچھ انہیں پر تخصیص نہیں خدا نے ہر شخص کو بلکہ ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ ہذا باپ
ہوگا اور ہر چیز کو اُسکے بیٹا ہونے کی صلاحیت ہے۔ اور اگر بیٹے کے یہ معنی ہیں کہ وہ
فعل خاص اور قوت واسطہ پیدائش واقع ہوئی ہو جسکی وجہ سے دنیا میں بیٹے کو لوگ
بیٹا کہتے ہیں تو خدا کی شان اس سے منزہ اور پاک ہو اور دوسرے لازم آئے گا
کہ خدا کو لیے اسکی ایک ہم کف بیوی قرار دیکھائے اور شاہ حضرت مریم کو اس معنی
کر کے عیسائی خدا کی بیوی مانتے ہیں۔

یوشع: ”شاہراوی صاحبہ آپ کے دو دعویٰ تھے ایک اسلام برحق ہو دے دیکر مذہب
باطل ہیں۔ اس تقریر سے آپ کا دعویٰ کون ثابت ہوا۔ پہلے دعویٰ سے تو کوئی علاقہ
ہی نہیں۔ دوسرا دعویٰ عام ہے۔ اور آپ خاص مذہب عیسوی کا بطلان ثابت

کرتی ہیں۔ لہذا دوسرے حیثیت سے بھی تقریر ناقص ہے۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ اسلام کیونکر برحق ہے؟

ورجنا: جس طرح میں نے دین مسیح کی تردید کی اُسی طرح کل مذاہب کی تردید کر سکتی ہوں اور جب کل مذاہب باطل ثابت ہو جائیں گے تو خواہ مخواہ ماننا پڑے گا کہ اسلام برحق ہے۔

یوشع: تو اسلام اس لیے برحق ہے کہ اُس کے سوا دیگر مذاہب باطل ہیں۔
ورجنا: بیشک۔

یوشع: تو آپ کا پہلا دعویٰ دوسرے پر منحصر ہے۔ خیر اب میں خود مسلمان کے عقائد سے ثابت کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے تھے۔ آپ جو کہا کرتے ہیں کہ کامراد ہو اس پر ہم زیادہ بحث نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ دین کا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی گہ تکم لسانی عقل نہیں پہنچ سکتی۔ ہم کو صرف مان لینا چاہیے کہ خدا کے بیٹے تھے۔ خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے خود مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن میں ہے کہ مریعہ کے پیٹ میں پھرنے اپنی روح پھونکی جس سے وہ عالم ہوئیں اور مسیح پیدا ہوئے یہ تو ضرور ماننا پڑے گا کہ مسیح کی پیدائش میں ذات باری تعالیٰ کو خاص قسم کا تعلق تھا اور ہو سکتا ہو کہ وہ تعلق ویسا ہی ہو جیسا باب کو بیٹے کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ یہ اعتقاد ہمارا ہر مسلمانوں بتایا گیا تھا مگر انکی سمجھ میں نہ آیا اور نہ سمجھنے ہی سے یہ غلطی ہوئی کہ حضرت مسیح کی انبیت کے منکر ہو گئے۔

ورجنا: مسلمانوں کی یہ کارروائی بجا نہیں ہے کیونکہ جو چیز انسان کی سمجھ میں آئے انسان اُس کا معتقد بھی نہیں ہو سکتا ہے۔

یوشع: خود مسلمانوں کے اعتقاد میں ایسی بہت سی باتیں شامل ہیں جن کو وہ آج تک نہیں سمجھ سکے۔

ورجنا: میرے نزدیک تو دین اسلام میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

یوشع: اگر میں ثابت کر دوں تو آپ دین مسیحی کو اختیار کر لیں گی۔

ورجنا: (کسی قدر مسکراہٹ دکھا کر) بیشک میں حق کی طرف رہوں اگر دین اسلام کو ایسا ہی ثابت کر دینگے تو میں بیشک اُس سے دست بردار ہو جاؤں گی۔

یوشع نے قرآن میں جا بجا مذکور ہو کر خدا کے منہ سے اُسکے ہاتھ میں۔ اُسکے پاؤں میں تمام
قدیم اسلام کا صرف ان باتوں پر اعتقاد رہا۔ مگر آج تک سمجھ میں کسی کے نہ آیا ہے (یہ کیسے
یوشع نے ملک العادل کی طرف دیکھ کے پوچھا ”عموماً اہل اسلام کا یہ اعتقاد ہے یا نہیں“
عادل کی آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت وہ سخت غضب آلود ہو کر خدا جانے
کیا بات تھی کہ اُس نے نظر نیچے کر کے اور نہایت ضبط کر کے یہ جواب دیا ”ہاں مسلمانوں کا
یہ اعتقاد ہے۔“

ورجنا ساکت رہ گئی اور اس کے سکوت سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا اپنے آپ کو
لاجواب ظاہر کرتی ہے۔

مسیحیوں میں خوشی اس قدر اعتدال سے بڑھ گئی کہ اگرچہ اس وقت ملک لافضل اور
ملک العادل کی موجودگی کے باعث خوشی ظاہر کرنے کا موقع نہ تھا مگر بعض بعض
نے بے اختیار تالی بجا دی۔

یوشع نے شاہزادی صاحبہ یا تو جواب دیکھے یا اپنے اقرار کے موافق دین مسیحی
اختیار کیجئے۔“

ورجنا نے افسوس میں نے دین اسلام چھوڑنے کے لیے نہیں اختیار کیا تھا مگر اب کچھ
نہیں بن پڑتا ہو (شاہ چرٹو کی طرف دیکھ کر) ”مامون جان اب میری خطا آپ
معاف کیجئے اور نہایت ندامت کے ساتھ پہلے مسیح سے اور پھر آپ سے معافی کی
خواستگار ہوں اب میں پھر دین عیسوی اختیار کرتی ہوں۔“

یوشع نے خوش ہو کر شاہ چرٹو کو سلام کیا اور ادب سے کہا ”امیدوار ہوں کہ
عادل اور منصف بادشاہ اپنے عہد کو پورا کرے اور وہ دونوں خدمتین جو میں نے
اپنے ذمہ لی تھیں بجا لایا اب انعام کا خواستگار ہوں۔“

یہ سنتے ہی شاہ چرٹو اٹھ کھڑا ہوا اور تمام اراکین دولت کی طرف متوجہ ہو کر
کہنے لگا ”اے میرے مہوطنو۔ اور اے جان نثاران یورپ۔ یوشع نے جو خدمت انجام دی
اور جو لیاقت اور دینداری دکھائی اُس کا صلہ صرف مسیحی دے سکتے ہیں۔ کسی کے مکان
میں نہیں کہ اُسکی اس قدر کی قدر کر سکے جس قدر کہ یہ مستحق ہو مگر مجھے حتیٰ الامکان اُس بات
کو ضرور پورا کرنا چاہیے جس کا میں نے وعدہ کیا ہے اور جس کا یہ مستحق ہے۔“

سب لوگ شور کرنے لگے بیشک یوشع کی آرزو پوری کرنا چاہیے کہ ورجنا اسی کو دیدی جائے یہ اُسکو اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے۔ ہر طرف ایک سکوت ہو گیا، اگرچہ ورجنا اس قابل نہیں کہ اُسکو یوشع کا ایسا شوہر ملے۔ مگر اب میرا فرض ہے کہ اپنے عہد کو اور یوشع کی آرزو کو پورا کروں۔

یہ کہہ کے رچرڈ نے پادری کو بلایا اور حکم دیا کہ انگلستان کی رسم کے موافق ہیوقت عقد کر دے پادری نے اُٹھکے اپنا مذہبی خطبہ پڑھا اور یوشع اور ورجنا کا ہاتھ ملا دیا۔ چاروں طرف سے مبارکباد کی آوازیں آنے لگیں۔

رچرڈ پھر اُٹھا اور یوشع کی طرف خطاب کر کے کہنے لگا: اے راستباز اور دیندار یوشع تم نے بہت بڑا کام کیا۔ تم بڑے صلہ کے مستحق ہو اور مجھے افسوس ہے کہ صلح ہو جانے کی وجہ سے میں بہت جلد اپنے وطن کو واپس جاؤں گا مجھے یقین ہے کہ ورجنا کو تم تکلیف نہ دو گے۔ اسے تم اپنے پاس ایک میری یادگار بچھنا۔ گواستہ بہت بڑی خطا کی مگر اب تو یہ کر کے پھر اپنے عقدا دیر آگئی۔ خدا نے اسے گناہ معاف کیے تم بھی اسے گناہ معاف کرونا۔ جسوقت شاہ رچرڈ یہ تقریر کر رہا تھا یوشع اُٹھ کے ملک العادل اور شاہزادہ افضل کے پاس پہونچا شاہزادی ورجنا بھی اُسکے ساتھ تھی۔ رچرڈ کی یہ تقریر ختم ہوتے ہی یوشع نے عہد نامہ ملک العادل سے لے لیا اور کھڑا ہو کر کہنے لگا۔

دبہاد اور شیردل بادشاہ فرنگستان مسلمانوں اور مسیحیوں میں اب صلح ہو گئی یہاں اسوقت دونوں گروہ کے سرگروہ بلکہ بادشاہ اور شاہزادے موجود ہیں۔ ملک العادل اور شاہزادہ افضل دونوں اپنی مسلح فوج لیکے آئے ہیں اور بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی خوف کا محل نہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ جو رازات تک مخفی رہے ہیں اب بھی مخفی رہیں۔ میں مسیحیوں پر احسان کیا کہ جب وہ لڑائی سے تنگ آچکے تھے اسوقت صلح منظور کرادی جس میں میرے دوست ملک العادل نے کوشش کی مگر اس سے پہلے یہ میرے دوست تھے اور اب چچا ہیں افضل پہلے غیر تھا اور اب میرا چھوٹا بھائی ہے میں پہلے یوشع تھا اور اب سلطان صلاح الدین کا بڑا بیٹا عزیزنوالدین ہوں۔ چونکہ اب میں بھی موجود ہوں لہذا اب عہد نامہ پر اپنا دستخط کیے دیتا ہوں یہ عہد نامہ اب بھی مکمل ہے اور کوئی اسکی مخالفت نہیں کر سکتا۔ یہ لکھکے دستخط کر کے عہد نامہ شاہ رچرڈ کی طرف بڑھا دیا اور کہنے لگا

درجہ پہلے ہی میری ہولچکی تھی مگر اب میں تیرا احسان مند ہوں کہ خود تیری فیاضی اور رضامندی سے وہ میری پیاری بی بی ہو گئی (عیسانی حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے) میں نے ابھی درجہ کو بڑی کوششوں سے ایک مسیحی عورت بنایا تھا اور اب نہایت سہولت سے اُسے مسلمان کرنا ہوں گا (درجہ کی طرف دیکھا)۔

وَرَجُلٌ مِّنْهُمْ خُذَ اسْمُهُ ابْنُ دُكَّانٍ يَبْلُغُ كُفْرًا مَعَانِي جَاهِلِيٍّ هُوَ أَوْ صَدِيقُ
سَعْدِ بْنِ عَدِيٍّ هُوَ كَالِهِ اللَّهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ

عزیز! بس اب اتنا بتا کے اور سب راز آشکارا کر کے رخصت ہوتا ہوں چونکہ لڑائی تمام ہو گئی لہذا دوبارہ ملنے کی امید بھی نہیں ہو سکتی۔“

رجرڈجیت سے دیکھتا ہی رہا اور ملک العادل ملک الافضل ملک العزیز معروض
کے شاہ رچرڈ کے خیمہ سے نکلے اور کلوٹرنیر سوار ہو کے اپنی فوج کے ساتھ اسلامی
یکپ کو روانہ ہوئے۔

تمام شد

31530

